خاص نمبر
دوسری دنیا کا انسان
اشتیاق احمد

کل کا میچ

"کیا آپ کل کے میچ کی جھلکیاں دیکھنا پسند کریں گے؟"

"کیا مطلب؟" سیٹھ حامد زور سے بولے۔

انہوں نے دیکھا' ان کی میز پر ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا مسکرا رہا تھا.... وہ چائے پینے اور اخبار پڑھنے میں اس درجے محو تھے کہ انہیں پتا ہی نہ چلا' وہ کب آکر بیٹھ گیا۔

"کیا کہا آپ نے؟" وہ حیران ہو کر بولے۔

"کیا آپ کل ہونے والے.... میرا مطلب ہے.... پاک لینڈ اور بلوچستان کے درمیان ہونے والے میچ کی جھلکیاں دیکھنا پسند کریں گے"۔

"شاید آپ پاگل ہیں.... لیکن پہلا سوال یہ ہے کہ آپ میری میز پر اس طرح بلا اجازت کیوں بیٹھے.... بیرا.... ادھر آئیں.... یہ سب کیا ہے.... یہ صاحب میری میز پر کیوں ہیں؟" انہوں نے جلدی جلدی کہا اور پاس کھڑے بیرے کو نفرت زدہ انداز میں دیکھا۔

"سر.... سر.... ایک منٹ.... اے جناب.... آپ فوراً" اٹھ

جائیں"۔ ہیرا اس کی طرف لپکا۔

"لیجیے... اٹھ گیا... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... آپ جھلکیاں نہیں دیکھنا چاہتے... نہ سہی... میں تو خیر آپ کو کل ہونے والا پورا میچ دکھا سکتا ہوں... ٹی وی سکرین پر"۔

"تمہارا دماغ چل چکا ہے مسٹر... جو میچ ابھی ہوا ہی نہیں... وہ تم مجھے آج ٹی وی سکرین پر دکھا سکتے ہو... کیا دنیا میں کوئی ایسا پاگل ہے... جو تمہاری بات پر یقین کرے گا"۔

"جی ہاں! وہ آپ ہیں"۔ وہ پرسکون انداز میں مسکرایا۔

"کیا!!!" سیٹھ جابد دھاڑے۔

ان کی دھاڑ سے ہوٹل کا پورا ہال گونج اٹھا... لوگ چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے... انہیں خیال گزرا کہ سیٹھ جابد کہیں پاگل ت نہیں ہو گئے۔

سیٹھ جابد اس ہوٹل کے مالک تھے... یہ میز ان کے لیے خاص تھی... اس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا... چاہے وہ میز پر بیٹھے ہوں یا نہ... وہ اس ہوٹل کے مالک تو تھے ہی، کرکٹ کی دنیا کے سب سے بڑے جواری بھی تھے... دو ملکوں کے درمیان جب کوئی میچ ہوتا تو و اس پر جوا کھیلتے تھے... اور ایک ہی دن میں کروڑوں کما لیتے تھے... کبھی کروڑوں ہار بھی جاتے تھے... لیکن آج یہ نوجوان ان سے ایک اس قدر عجیب بات کہہ رہا تھا کہ ان کا دماغ گھوم گیا تھا... ورنہ عام طو

پر وہ جلد غصے میں آنے والے نہیں تھے۔

"مسٹر... کیا تمہیں پولیس کے حوالے کرنا پڑے گا... ذرا پولیس کو بلانا بھی"۔

"میرا جرم... کیا صرف یہ کہ میں چند منٹ کے لیے آپ کی میز پر بغیر آپ کی اجازت کے بیٹھ گیا... لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ میں نے آپ سے اجازت مانگی تھی اور آپ نے مجھے اجازت دی تھی"۔

"کیا!!!" وہ ایک بار پھر دھاڑے... پھر بیرے کی طرف مڑے۔

"اندھے ہو... دیکھ نہیں رہے... میں نے کیا کہا ہے... پولیس کو بلاؤ"۔

"میں انہیں اشارہ کر چکا ہوں سر... وہ دیکھیے... پولیس اندر داخل ہو کر سیدھی آپ کی طرف رخ کر چکی ہے"۔

"اوہ اچھا۔ وہ یک دم ٹھنڈے پڑ گئے۔

اتنے میں بھاری قدموں کی آواز گونج اٹھی۔

"یس سر"۔ ایک حوالدار نے نزدیک آنے پر کہا۔

"ان صاحب کو گرفتار کر لو"۔

"جی... کیا اس نے چوری کی ہے؟"

"تن نہیں... بغیر اجازت میری میز پر آ بیٹھا اور اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگا... ذرا سنیں یہ کہہ رہا ہے کہ یہ مجھے کل کے میچ کی

جھلکیاں ٹی وی پر آج دکھا سکتا ہے"۔

"کیوں مسٹر.... یہ کیا بکواس ہے"۔

"تمیز سے بات کریں.... اس لہجے میں آپ کو عدالت میں طلب کر سکتا ہوں.... آپ ایک اعلیٰ درجے کے وکیل سے بات کر رہے ہیں.... مجھے گرفتار کرنے سے پہلے آپ کو بتانا ہو گا.... میں نے کیا جرم کیا ہے.... اگر میرا جرم صرف یہ ہے کہ ان کی میز پر بلا اجازت بیٹھ گیا تھا.... تو میں اس بات کی معافی مانگتا ہوں.... اس بات پر آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے.... کیونکہ میں کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہیں ہوا.... ایک ہوٹل میں انسانوں کی طرح آیا ہوں.... اگر میرا آنا غیر قانونی ہے.... تو ان سب کا اندر آنا بھی غیر قانونی ہے.... اب چونکہ میں پہلی مرتبہ یہاں آیا ہوں.... لہٰذا مجھے نہیں معلوم تھا.... یہ ان کی خاص میز ہے اور اس میز پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا.... ویسے آپ چاہیں تو میں کل کے میچ کی جھلکیاں آپ کو آج دکھا سکتا ہوں اور آپ صرف ایک دن میں مال دار ہو سکتے ہیں.... اور سیٹھ جامد کو پریشان کر سکتے ہیں"۔

"وہ.... دیکھیے جناب.... میں ایک غریب پولیس والا ہوں.... ہمارے پاس تو گزارے کے لیے پیسے نہیں ہوتے.... ہم بے چارے یہ کرکٹ وغیرہ کا جوا کھیلیں گے.... مجھے تو آپ معاف ہی رکھیے.... باقی رہی بات آپ کو گرفتار کرنے کی.... واقعی میں آپ کو گرفتار نہیں کر

سکتا.... زیادہ سے زیادہ میں آپ کو یہ کہہ سکتا ہوں.... کہ ہوٹل سے باہر نکل جائیں.... اور بس"۔

"جی نہیں.... آپ اتنا بھی نہیں کہہ سکتے"۔ وہ مسکرایا۔

"کک.... کیا مطلب؟"

"میں نے ہوٹل میں آ کر کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا.... ایک بھول ہوئی ہے.... آپ مجھے اس بھول کی بنا پر ہوٹل سے نہیں نکال سکتے.... میں اس بنا پر آپ کو اور سیٹھ جامد کو عدالت میں طلب کر سکتا ہوں.... یہ رہا میرا وکالت نامہ"۔

یہ کہہ کر اس نے ایک کاغذ اچانک جیب سے نکال کر ان کے سامنے کر دیا.... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کاغذ کو دیکھنے لگے۔

"خیر جناب.... آپ کسی میز پر جا کر بیٹھ جائیں.... کیوں سیٹھ صاحب"۔ حوالدار نے معاملے کو ختم کرنے کے لیے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے"۔ سیٹھ جامد بھی نرم پڑ گئے.... کیونکہ وہ جان گئے تھے.... یہ نوجوان کوئی ٹیڑھی کھیر ہے۔

نوجوان کچھ دور جا کر ایک میز پر بیٹھ گیا.... عین اس وقت ایک آدمی اس کی میز پر آیا اور دبی آواز میں بولا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"بیٹھیے"۔ وہ مسکرایا۔

وہ شخص بیٹھ گیا.... چند سیکنڈ تک وہ اسے گھورتا رہا پھر بولا۔

"تو آپ کل کے میچ کی جھلکیاں آج دکھا سکتے ہیں"۔

"ہاں!" اس نے کہا۔

"آپ یا تو خود پاگل ہیں.... یا دوسروں کو پاگل خیال کرتے ہیں"۔

"دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"تب پھر یہ کیسے ممکن ہے"۔

"تجربہ کر لیں"۔

"اچھی بات ہے.... میں تجربہ کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

"آپ کون ہیں؟"

"میرا نام کنگ ہے"۔

"اوہ! اب میں سمجھا.... آپ بھی کرکٹ میں جوئے کے ایک نامور جواری ہیں.... اور شاید سیٹھ جامد کے بعد سب سے زیادہ نام آپ کا سننے میں آتا ہے"۔

"آپ ٹھیک سمجھے"۔

"لیکن آپ یہاں اپنے رقیب کے ہوٹل میں کیا کر رہے ہیں؟"

"ہوٹل میں کسی کے آنے پر پابندی تو ہے نہیں.... خبریں لینے کے لیے آجایا کرتا ہوں.... اس طرح سیٹھ جامد میرے ہوٹل آجاتے ہیں.... میں کوئی اعتراض نہیں کرتا"۔

"اوہ! تو آپ بھی ہوٹل کے مالک ہیں"۔

"جی ہاں.... جھلکیاں دیکھنے کے لیے کہاں جانا ہو گا"۔

"کہیں بھی چلیں.... اس کے لیے میں آپ کو کسی خاص جگہ نہیں لے جاؤں گا.... آپ مجھے اپنے گھر یا اپنے ہوٹل لے چلیں.... بس وہاں ٹی وی سیٹ اور وی سی آر ہونا ضروری ہے"۔

"آئیں پھر چلیں"۔ کنگ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کو دروازے کی طرف جاتے دیکھ کر سیٹھ جامد نے ایک قہقہہ لگایا۔

"ہاہاہا.... کنگ.... کیوں پاگل بن رہے ہو.... یہ نوجوان کوئی چکرباز ہے"۔

"میں آپ کو ان الفاظ کی بنا پر عدالت میں طلب کر سکتا ہوں"۔

"ارے میاں جاؤ.... کیا بار بار عدالت کی دھمکیاں دے رہے ہو.... کر لینا.... تم عدالت میں طلب"۔

"نہیں کروں گا.... میں اپنا وقت برباد کرنے کا عادی نہیں.... جتنی دیر میں میں آپ کو عدالت میں طلب کروں گا.... اتنی دیر میں تو میں نہ جانے کتنی دولت کما لوں گا"۔

"ذرا ایک منٹ ٹھہریں گے آپ"۔ سیٹھ جامد نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی ضرور.... کیوں نہیں.... فرمایئے"۔ نوجوان اس کی طرف

مرا۔

"کنگ.... ذرا اس نوجوان سے یہ تو پوچھنا کہ اگر اسے معلوم ہے.... کل کے میچ میں کیا ہونا ہے.... تو یہ خود کیوں جوا کھیل کر مال دار نہیں بن جاتا"۔

"میں چھوٹے کام کرنے کا عادی نہیں.... بڑے ہاتھ مارا کرتا ہوں"۔

"کیا کہا.... یہ چھوٹا کام ہے.... کروڑوں کا جوا چھوٹا کام ہے"۔ سیٹھ جامد چلایا۔

"ہاں! چھوٹا کام ہے"۔

"تب پھر ہم چھوٹے لوگوں کے پاس کیوں آئے ہو؟"

"لوگ اشتہار دیتے ہیں.... اپنی مصنوعات کو پھیلانے کے لیے.... کاروبار کو بڑھانے کے لیے"۔

"ہاں ہاں"۔ کنگ نے فوراً کہا۔

"میں اپنی شہرت کے لیے ایسا کر رہا ہوں.... کل میرے پاس اگر آپ آئیں گے پرسوں کے میچ کے بارے میں جاننے کے لیے.... میرا مطلب ہے.... جھلکیاں دیکھنے کے لیے تو میرا ریٹ بہت بڑھ چکا ہو گا.... جب کہ آج میں مسٹر کنگ کو بالکل مفت جھلکیاں دکھاؤں گا"۔

"جاؤ.... جاؤ.... تم بھی پاگل ہو اور تمہارے ساتھ کنگ بھی پاگل ہو گیا ہے"۔

"جا تو خیر ہم رہے ہیں.... یہاں ہم ٹھہر نہیں رہے"۔ کنگ نے جھلا کر کہا۔

"اور جو کچھ اس پاگل سے معلوم ہو.... مجھے بھی بتانا"۔

"یہ تو خیر نہیں ہو گا.... میں اس بات کو اپنے تک محفوظ رکھوں گا"۔

"بھئی واہ.... اب کنگ پاگلوں کی باتوں پر عمل کرے گا اور مجھے شکست دے گا"۔

"یہ بات نہیں سیٹھ جامد.... میں دیکھنا چاہتا ہوں.... یہ نوجوان آخر یہ بات کیوں کہہ رہا ہے"۔

"اپنا وقت ضائع کرنے کا پروگرام ہے تو ضرور جاؤ"۔

"وقت پہلے ہی کون سا آباد ہوتا ہے میرا.... آؤ نوجوان چلیں.... میں تمہیں اپنے کمرے میں لے جا رہا ہوں.... اگر تم نے مجھ سے کوئی دھوکے بازی کی تو نتیجہ تمہارے حق میں اچھا نہیں نکلے گا"۔

"او کے.... آیئے"۔

دونوں باہر نکل آئے.... کنگ نے اسے اپنی کار میں بٹھایا اور اپنے گھر لے آیا.... اس کی کوٹھی بہت عالی شان تھی۔

"بہت زبردست کوٹھی ہے.... لیکن"۔ نوجوان کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا"۔

"میں بہت جلد اس سے زیادہ عالی شان کوٹھی کا مالک بننے والا ہوں"۔

"یار تمہارا نام کیا ہے.... تم باتیں بہت بڑھ بڑھ کر بناتے ہو"۔ کنگ نے منہ بنایا۔

"میرا نام.... آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا.... میری باتوں کا اندازہ آپ کو کل میچ دیکھتے ہوئے ہو گا"۔

"آؤ آؤ"۔ کنگ نے کہا اور اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"یہ رہا ٹی وی اور وی سی آر"۔

"شکریہ.... آپ بیٹھ جائیں.... میں ابھی ایک دو منٹ میں اپنا کام کر دیتا ہوں"۔

نوجوان نے کہا اور سیٹ کے پاس چلا گیا۔ اب اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک ویڈیو کیسٹ نکالی اور اس کو وی سی آر میں لگا دیا۔

"مہربانی فرما کر آپ نوٹ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں.... کیسٹ پر جو سین ایک بار نظر آ گیا.... وہ دوبارہ نظر نہیں آئے گا"۔

"کیا مطلب؟" کنگ نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ یہ کوئی عام کیسٹ نہیں ہے کہ جہاں سے جی چاہے، پھر لوٹا کر دیکھ لیں گے.... جو نہی میچ شروع ہو گا.... آپ پوائنٹ نوٹ کرتے جائیں.... ہر ہر قدم نوٹ کر لیں.... پھر نہ کہیے گا.... خبر

نہیں ہوئی"۔

"بہت عجیب باتیں ہیں یہ میرے لیے"۔

"ابھی اور عجیب باتیں آپ کے سامنے آئیں گی.... فکر نہ کریں"۔ نوجوان ہنسا۔

اچانک ٹی وی سکرین پر کھیل کا میدان نظر آنے لگا.... یہ وہی میدان تھا جس میں کل میچ ہونے والا تھا.... میچ بہت جوڑ توڑ والا تھا.... اور تماشائیوں میں بے پناہ جوش پایا جا رہا تھا.... سٹیڈیم کے تمام ٹکٹ فروخت ہو چکے تھے.... اور ان گنت لوگ ان پر شرطیں لگا چکے تھے۔

کھیل کا میدان نظر آنے کے فوراً بعد دونوں ٹیموں کے کپتان آتے نظر آئے.... ایمپائر بھی ان کے ساتھ تھا.... سکہ اچھالا گیا.... ٹاس پاک لینڈ نے جیتا.... اس نے شلوجستان کے کپتان کو پہلے کھیلنے کی دعوت دی.... اس طرح میچ شروع ہوا.... مخالف ٹیم تیزی سے سکور کرنے لگی.... کنگ ساتھ ساتھ پوائنٹس نوٹ کر رہا تھا.... اچانک اس نے قہقہہ لگایا۔

"کیا ہوا جناب؟" نوجوان نے حیران ہو کر کہا۔

"میں سمجھ گیا.... یہ تو پچھلے سال والا میچ ہے"۔

"پچھلے سال شلوجستان کے کپتان نے کتنے رنز بنائے تھے"۔

"ایک سو بارہ"۔

"تب پھر میچ دیکھتے رہیے.... ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

دونوں میچ دیکھنے میں محو ہو گئے۔۔۔ اور پینتالیس رنز بنا کر شلوجستان کا کپتان آؤٹ ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی فلم بند ہو گئی۔

"یہ کیا۔۔۔ فلم بند کیوں ہو گئی"۔

"آج کے لیے اتنا ہی میچ کافی ہے"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں پورا میچ دکھائیں"۔

"نہیں۔۔۔ پورا میچ دکھایا تو آپ اس کے بل پر کروڑوں روپے جیت جائیں گے۔۔۔ اور مجھے کچھ نہیں ملے گا۔۔۔ لیکن چونکہ ابھی آپ کو میرے دکھائے گئے میچ پر یقین نہیں' اس لیے آپ مجھ سے سودا کریں گے نہیں۔۔۔ اس لیے آپ نے جتنا میچ دیکھا ہے۔۔۔ وہ آپ کو یاد رہے گا۔۔۔ ساتھ ساتھ پوائنٹ آپ نے نوٹ کر ہی لیے ہیں۔۔۔ لہٰذا جب آپ میچ دیکھ رہے ہوں گے۔۔۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔۔۔ بالکل یہی میچ آپ ایک دن پہلے دیکھ چکے ہیں۔۔۔ تب آپ کو میری قدر و قیمت معلوم ہو گی۔۔۔ اس وقت آپ میری تلاش میں نکلیں گے۔۔۔ مجھے پاگلوں کی طرح تلاش کریں گے"۔

"آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ کہاں رہتے ہیں"۔

"میں آپ کو آپ کے ہوٹل میں مل جاؤں گا۔۔۔ آپ مجھ سے وہیں ملاقات کر سکیں گے"۔

"بہت خوب! کیا آپ تھوڑا میچ اور نہیں دکھا سکتے"۔

"دکھا تو سکتا ہوں۔۔۔ لیکن اس طرح مزا نہیں آئے گا۔۔۔ آج اتنا ہی کافی ہے"۔

"اگر یہ واقعی کل کا میچ ہے۔۔۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ ممکن کیسے ہے۔۔۔ یہ تو دنیا کے لیے ایک عجوبہ ہو جائے گا۔۔۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔۔۔ آخر آپ یہ کیسے کر لیتے ہیں"۔

"یہ راز کی بات بھلا میں آپ کو کیسے بتا سکتا ہوں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"خیر نہ بتائیں۔۔۔ ابھی تک تو مجھے اس بات پر اعتماد ہی نہیں ہے"۔

"ہوں خیر۔۔۔ کل آپ کو اندازہ ہو جائے گا"۔

"خیر! میں چلتا ہوں۔۔۔ کل ملاقات ہو گی"۔ کنگ نے کہا۔

"یہ ضروری نہیں"۔ نوجوان مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ ضروری نہیں' کل ملاقات ہو جائے۔۔۔ ہو سکتا ہے' نہ ہو"۔

"خیر۔۔۔ دیکھیں گے"۔

اور پھر نوجوان وہاں سے چلا گیا۔۔۔ کنگ گہری سوچ میں غرق تھا۔۔۔ اچانک اسے کچھ خیال آیا۔۔۔ اس نے ہوٹل فون کیا۔۔۔ حلیہ بتا کر پوچھا۔

"کیا اس حلیے کا کوئی نوجوان ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے"۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا... نام کے بغیر کس طرح بتا سکتے ہیں سر ہم"۔

"اچھا خیر... کوئی بات نہیں"۔ کنگ نے کہا اور فون بند کر دیا۔

نوجوان کیسٹ وی سی آر میں ہی چھوڑ گیا تھا... کنگ نے اس کو واپس کیا... اور پھر بٹن آن کر دیا۔

فلم چلتی رہی... لیکن سکرین پر کوئی منظر نہ آیا... گویا کیسٹ خالی تھی... کنگ کو حیرت کا ایک جھٹکا لگا... وہ چلا اٹھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

لیکن اس سوال کا جواب اسے کون دے سکتا تھا... جو دے سکتا تھا... وہ چلا گیا ہے... اب دوسرے دن کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا... اس نے نہ صرف میچ کے پوائنٹ نوٹ کیے تھے... آواز کو ٹیپ بھی کیا تھا... اس نے ٹیپ کو سن کر دیکھا' اس میں آوازیں محفوظ تھیں۔

اور پھر دوسرے دن وہ وقت پر سٹیڈیم میں آ گیا... اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا... وہ بار بار خود سے کہہ رہا تھا... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

آخر خدا خدا کر کے میچ شروع ہوا... دونوں کپتان ٹاس کرنے کے لیے آگے بڑھتے نظر آئے... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑتی نظر

آئی... دونوں کپتان بالکل اسی انداز میں آگے آ رہے تھے... جس انداز میں وہ ایک دن پہلے انہیں آگے آتے دیکھ چکا تھا... اب تو اس کی آنکھیں مارے حیرت کے لگیں پھیلنے۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس کے منہ سے اچانک نکلا۔

"کیا ہوا مسٹر کنگ... کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔ ساتھ بیٹھے آدمی نے اس سے کہا۔

یہ خاص لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی... کنگ بھی کرکٹ کی دنیا کا خاص آدمی تھا... چاہے... جوئے کی نسبت سے تھا۔

"کچھ نہیں... ایسے ہی منہ سے الفاظ نکل گئے"۔

اسی وقت سکہ اچھالا گیا... اور پاک لینڈ نے ٹاس جیت لیا... ٹیم کے کپتان نے **شاہ جستان** کو کھیلنے کی دعوت دی۔

ادھر کنگ کی آنکھیں اور پھیل گئیں... پھر جب میچ شروع ہوا تو مارے حیرت کے اس کا برا حال ہو گیا۔

اچانک وہ تڑسے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

○☆○

کنگ

کنگ کے آس پاس کے لوگ گھبرا گئے.... کچھ نے مل کر اسے اٹھایا اور ایمرجنسی کیمپ میں پہنچایا.... وہاں ڈاکٹر نے اسے دیکھا، انجکشن دیا.... تب کہیں جا کر اسے ہوش آیا۔

"کیا ہوا جناب خیر تو ہے.... کیا آج بہت بڑی رقم ہار گئے آپ؟" ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں کہا.... سب لوگ اسے بہت اچھی طرح جانتے تھے۔

"نہیں.... ایسی بات نہیں.... آج تو میں بہت بڑی رقم جیتوں گا"۔

"اوہ! تب پھر آپ خوشی کی زیادتی سے بے ہوش ہوئے ہوں گے"۔

"شاید ایسی ہی بات ہے.... اوہو.... مجھے تو میچ دیکھنا ہے"۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے.... ابھی آپ آرام کریں.... کہیں پھر نہ بے ہوش ہو جائیں"۔

"نہیں.... کوئی بات نہیں.... اب میں بے ہوش نہیں ہوں گا.... آپ فکر نہ کریں"۔

اب پھر وہ باقی میچ دیکھتا رہا.... لیکن اس کا دھیان دراصل میچ کی طرف نہیں تھا.... خدا خدا کر کے میچ ختم ہوا.... وہ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا اپنے ہوٹل پہنچا.... اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"خیر تو ہے سر؟" اس کے مینیجر نے حیران ہو کر کہا۔

"کک.... کچھ نہیں.... ہمارے ہوٹل میں ایک نوجوان ٹھہرا ہوا ہے.... میں اس کا حلیہ بتاتا ہوں.... حلیے کو غور سے سنو اور مجھے بتاؤ.... وہ کون سے کمرے میں ٹھہرا ہوا ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے حلیہ اسے بتایا۔

مینیجر نے حلیہ غور سے سنا اور سوچ میں ڈوب گیا.... پھر اس نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے جناب! اب سے آدھ گھنٹے پہلے وہ ہوٹل سے جا چکا ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔

"ہاں سر.... یہی بات ہے.... آپ کا بتایا ہوا حلیہ اس پر بالکل فٹ بیٹھتا ہے"۔

"اف مالک.... یہ کیا ہوا؟"

"کیا بات ہے سر؟"

"ک... کچھ نہیں"۔

عین اس وقت ہوٹل کے فون کی گھنٹی بج اٹھی... کاؤنٹر مین نے ریسیور اٹھایا' پھر بولا۔

"سر... آپ کا فون ہے"۔

"کہہ دو... مجھے فرصت نہیں... پھر کسی وقت فون کریں"۔

اس نے یہی کہہ دیا... دوسری طرف کی بات سن کر وہ بولا۔

"سر! وہ کہہ رہے ہیں... میں میچ والا نوجوان بات کر رہا ہوں"۔

"کیا... ایک منٹ میں اس سے بات کروں گا"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

"لیکن سر... آپ کانپ کیوں رہے ہیں؟"

"ایک منٹ"۔ یہ کہہ کر اس نے جھپٹ کر ریسور لے لیا اور بولا۔

"تو آپ وہی نوجوان ہیں؟"

"بالکل"۔ اس کی آواز سن کر اس کی جان میں جان آئی۔

"آپ یہاں سے چلے کیوں گئے؟"

"یہ میری خاص عادت ہے... اگر آپ کل ہی میری بات پر یقین کر لیتے تو میں آپ کو ہرگز پریشان نہ کرتا... لیکن آپ نے میری بات پر اعتبار نہ کیا... تو میں نے بھی آپ کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا"۔

"اچھا چھوڑیں... یہ بتائیں... ملاقات کہاں ہو رہی ہے"۔

"میں اس وقت ساحل سمندر سے تھوڑے فاصلے پر ہوں... مجھے ساحل بہت اچھا لگتا ہے... آپ کو کیسا لگتا ہے؟"

"ک... کیا؟" وہ بے خیالی کے عالم میں بولا۔

"ساحل"۔

"اوہ ہاں! اچھا لگتا ہے"۔

"بس تو پھر یہیں آ جائیں... اور اکیلے آئیں... اگر کسی کو ساتھ لے کر آئیں گے... تو ملاقات نہیں ہو گی... یا پھر کسی طرح ملاقات ہوئی تو فائدہ نہیں ہو گا"۔

"او کے... میں آ رہا ہوں... ساحل پر کس جگہ آؤں"۔

"اتاوا"۔ کہا گیا۔

"او کے"۔ اس نے کہا۔

پھر وہ اسی وقت اپنی کار میں اتاوا پہنچ گیا... نوجوان ایک اونچی جگہ پر اسے آتے دیکھ رہا تھا... پھر دونوں نزدیک آ گئے۔

"آخر آپ نے مجھے اکیلے میں آنے کے لیے کیوں کہا؟"

"کیا یہ راز کی بات آپ سب کے سامنے کر سکتے تھے"۔

"اوہ ہاں... نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اب ہو جائے معاملے کی بات... کیا آپ کل کے میچ کی جھلکیاں بلکہ پورا میچ دیکھنا چاہتے ہیں؟"

"اف میرے خدا... آپ یہ کیسے کر لیتے ہیں؟"

"آپ کو آم کھانے سے غرض ہے یا پیڑ گننے سے؟" تیز لہجے میں کہا گیا۔

"آم کھانے سے"۔ اس نے فوراً کہا۔

"بس تو پھر آم کھائیے۔۔۔ میں جب آپ کو کل ہونے والا پورا میچ آج دکھا سکتا ہوں۔۔۔ تو آپ کو اس سے کیا کہ میں یہ کیسے کر لیتا ہوں؟"

"ذہن میں سوال تو گزرتا ہے"۔ کنگ نے منہ بنایا۔

"گزرنے دیں۔۔۔ اور یہ بتائیں۔۔۔ کل کے میچ میں آپ کتنی رقم جیت سکتے ہیں جب کہ آپ کو میچ کے بارے میں ہر بات پہلے سے معلوم ہو گی"۔

"ایک کروڑ روپے"۔ کنگ بولا۔

"مجھ سے چالاکی"۔ نوجوان نے عجیب سے انداز میں کہا۔

کنگ اس کے اس انداز پر گھبرا سا گیا۔۔۔۔ اس لمحے اس نے اس سے خوف محسوس کیا۔۔۔ چنانچہ بوکھلائی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

"پانچ کروڑ جیت سکتا ہوں"۔

"اب بھی غلط۔۔۔ آپ کم از کم دس کروڑ روپے جیت سکتے ہیں"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ یہ بات آپ کیسے کہہ سکتے ہیں"۔

"میں ایک بہت ماہر ریاضی دان ہوں"۔

"پہلے تو آپ نے بتایا تھا کہ آپ ایک وکیل ہیں"۔ کنگ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا ایک ریاضی دان ایک اچھا وکیل نہیں ہو سکتا۔۔۔ یا ایک وکیل اچھا ریاضی دان نہیں ہو سکتا"۔

"ب۔۔۔ بالکل ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر اس بات سے کیا بحث کہ میں کیا ہوں اور کیا نہیں۔۔۔ اگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میں ایک بہترین انجینئر بھی ہوں تو آپ کیا کر لیں گے"۔

"کک۔۔۔ کچھ نہیں"۔

"لہٰذا آپ صرف یہ بتائیں۔۔۔ دس کروڑ میں سے میرا کتنا حصہ ہو گا"۔

"ایک کروڑ"۔

"واہ۔۔۔ جو ساری معلومات آپ کو دے گا۔۔۔ جس کی وجہ سے آپ ایک دن میں بلکہ آٹھ گھنٹے میں دس کروڑ کے مالک بن جائیں گے۔۔۔ اس کو صرف ایک کروڑ ملے گا۔۔۔ اور آپ کو نو کروڑ۔۔۔ ہے کوئی تک اس بات کی"۔

"تب پھر۔۔۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"پانچ کروڑ"۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"پانچ کروڑ کا مطلب پانچ کروڑ ہی ہوتا ہے"۔

"میں آپ کو بیٹھے بٹھائے پانچ کروڑ کیوں دوں؟"

"کیا ہر میچ پر ایسا نہیں ہوتا..... کہ کسی میچ میں چند لاکھ یا زیادہ سے زیادہ پچاس لاکھ آپ جیت جاتے ہیں..... اور نہ جانے کتنے ہار جاتے ہیں"۔

"ہاں! ایسا ہوتا ہے"۔

"تب پھر پانچ کروڑ آپ کو مشکل کیوں لگ رہے ہیں"۔

"او کے..... آپ میچ دکھا دیں..... میں پانچ کروڑ ادا کر دوں گا"۔

"میں ایسے کچے سودے نہیں کرتا"۔ نوجوان مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" گنگ نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں! رقم ایڈوانس لیا کرتا ہوں"۔

"لیکن پانچ کروڑ کی رقم ایڈوانس میں کیسے دی جا سکتی ہے..... ہو سکتا ہے..... یہ کوئی زبردست قسم کا دھوکا دہی کا معاملہ ہو اور میں سر پیٹ کر رہ جاؤں"۔

"آپ کی مرضی..... میں یہ سودا کسی اور سے کر لوں گا"۔

"یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔

"اوہو..... تو آخر کیا ہو سکتا ہے؟"

"اچھا ٹھیک ہے..... پانچ کروڑ کا چیک وصول کر لیں"۔

"وہ آج ہی کیش ہونا چاہیے"۔

"بالکل ہو گا..... فکر نہ کریں"۔

"تو پھر لکھیں چیک..... میں ایک ملازم کے ذریعے چیک بنک بھیجوں گا"۔

گنگ نے چیک لکھ دیا..... نوجوان نے چٹکی بجائی' نہ جانے کس طرف سے ایک شریف صورت نوجوان سامنے آ گیا۔

"یہ چیک بنک لے جاؤ..... مینجر سے کہنا فوری طور پر یہ فون کر کے معلوم کرے..... ان کے اکاؤنٹ میں رقم ہے یا نہیں"۔

"یس سر"۔ اس نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی"۔ گنگ نے برا سا منہ بنایا۔

"میں کاروباری معاملات میں کسی پر اعتبار نہیں کرتا"۔

"اچھی بات ہے..... کر لیں اطمینان..... لیکن اس کا ایک اور طریقہ ہے..... وقت بچ جائے گا"۔

"اور وہ کیا مسٹر گنگ"۔

"اپنے بنک مینجر کو فون کریں..... اسے میرے بنک کا نام اور اکاؤنٹ نمبر بتائیں اور کہیں کہ اس اکاؤنٹ سے کوئی شخص پانچ کروڑ کا چیک دے رہا ہے..... وہ کیش ہو گا یا نہیں"۔

"میرا خیال ہے..... یہ واقعی بہتر ترکیب ہے..... یہ کہ کر اس نے موبائل فون نکالا اور بنک سے بات کی..... تین منٹ بعد ہی تصدیق ہو گئی کہ چیک کیش ہو جائے گا"۔

"اب معاملے کی بات ہو جائے.... آپ مجھے کل والا پورا میچ دکھائیں گے"۔

"بالکل دکھاؤں گا.... آیئے"۔

وہ ساحل پر بنے ایک ہٹ میں اسے لے آیا.... اس کا ملازم وہاں موجود تھا.... اور وہاں ٹی وی' وی سی آر سیٹ پہلے سے تیار رکھا تھا.... نوجوان نے اپنی جیب سے کیسٹ نکالی اور اس میں لگا دی.... فلم شروع ہو گئی.... اور میچ نظر آنے لگا۔

وہ پورے میچ کے نوٹ لیتا چلا گیا.... آخر میچ ختم ہو گیا۔

"تو.... کیا واقعی.... کل بالکل یہی میچ ہو گا"۔

"ہاں! آپ پہلے ہی تجربہ کر چکے ہیں.... اگرچہ وہ پورا میچ نہیں تھا.... لیکن جہاں تک آپ نے دیکھا تھا.... وہاں تک تو بالکل اسی طرح ہوا تھا نا"۔

"بے شک.... سوال یہ ہے کہ آپ یہ کیسے کر لیتے ہیں؟"

"یہ ایک راز ہے.... اور اس راز کی قیمت آپ نہیں دے سکتے"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب.... یعنی اگر میں آپ کو آپ کی طلب کردہ قیمت دے دوں تو آپ یہ راز مجھے دے سکتے ہیں"۔ کنگ نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"اس صورت میں بھی نہیں دیں گے"۔

"یہ بات نہیں.... آپ وہ قیمت دے نہیں سکتے"۔

"آخر کتنی"۔

"سو کھرب"۔

"دماغ خراب ہے تمہارا"۔

یک دم نوجوان کا چہرہ سرخ ہو گیا.... اس کا ہاتھ اٹھا اور اس کے سر پر لگا.... کنگ دھپ سے گرا.... اور ساکت ہو گیا۔

"ٹومی.... اسے ہوش میں لاؤ"۔ یک لخت وہ مسکرانے لگا.... چہرے پر آجانے والی سرخی پھر فوراً غائب ہو گئی تھی۔

اس کے ملازم نے کنگ کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کی.... آخر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم.... تم نے.... مجھے کیوں ہاتھ مارا.... لل.... لیکن.... اس کے چہرے پر حیرت نظر آئی۔

"لیکن کیا؟"

"سوال یہ ہے کہ میں ایک ہاتھ لگنے سے بے ہوش کیوں ہو گیا؟"

"کیوں.... کیا تم ایک ہاتھ لگنے سے بے ہوش نہیں ہو سکتے"۔

"نہیں.... میں خود ایک اچھا لڑاکا ہوں.... اور ایسے ان گنت ہاتھ کھا کر بھی بے ہوش نہیں ہوتا.... پھر میں اس وقت بے ہوش کیسے

ہو گیا؟"

"اسے تم میری کاری گری کہہ سکتے ہو۔۔۔ یہ گر بھی میں تمہیں سکھا سکتا ہوں اور اس کا معاوضہ زیادہ نہیں لوں گا۔۔۔ صرف ایک لاکھ روپے"۔ وہ مسکرایا۔

کنگ اسے گھور کر رہ گیا۔۔۔ پھر اس نے کہا۔

"لیکن تم نے مجھے مارا کیوں؟"

"تم نے مجھے کہا تھا۔۔۔ تمہارا دماغ خراب ہے۔۔۔ یہ میری شان میں۔۔۔ میرے دماغ کی شان میں گستاخی تھی۔۔۔ سو میں غصے میں آ گیا اور جب میں غصے میں آ جاتا ہوں تو دوسروں کو ایک ہاتھ مارے بغیر نہیں رہتا اور اگر میں ایک ہاتھ دوسرے کو نہ ماروں تو پھر میرے غصے میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔۔۔ پھر معاملہ ایک ہاتھ پر ختم نہیں ہوتا۔۔۔ کئی ہاتھ پر ختم ہوتا ہے"۔

"او اچھا۔۔۔ کیا میں بھی تمہیں ایک ہاتھ رسید کر سکتا ہوں؟"

"شوق سے۔۔۔ میرا سر حاضر ہے۔۔۔ پورا جسم حاضر ہے۔۔۔ جہاں بھی آپ ہاتھ رسید کرنا پسند کریں"۔

کنگ آگے بڑھا۔۔۔ اسے اپنی باکسنگ پر بہت ناز تھا اور اسی بات پر وہ حیران تھا کہ صرف ایک ہاتھ کھا کر وہ بے ہوش کس طرح ہو گیا۔

اس نے آگے بڑھ کر ایک بھرپور ہاتھ اس کے سر پر دیا۔۔۔ دوسرا لمحہ اس کے لیے چکرا دینے والا تھا۔۔۔ نوجوان اپنی جگہ سے بال

تک نہیں۔۔۔ بس مسکراتا رہا۔۔۔ گویا اسے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"مزا نہیں آیا"۔ وہ بولا۔

"کیا مطلب؟" کنگ نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ کا مکا کھا کر مزا نہیں آیا۔۔۔ مجھے تو احساس تک نہ ہوا کہ کوئی چیز میرے سر پر لگی ہے۔۔۔ وہ لوہے کا راڈ کمرے کے کونے میں لگا نظر آ رہا ہے۔۔۔ اٹھا کر میرے سر پر ماریں"۔

"نن نہیں۔۔۔ میں کسی کا خون سر پر لینا پسند نہیں کرتا۔۔۔ جوا ضرور کھیلتا ہوں۔۔۔ خونی نہیں ہوں"۔

"اوہو۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں نا۔۔۔ ماریں۔۔۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا"۔

"یہ لوہے کا ہے۔۔۔ اور پھر بھی کچھ نہیں ہو گا"۔ کنگ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہی تو دکھانا چاہتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ تمہاری مرضی"۔

"یہ کہہ کر اس نے راڈ اٹھا لیا۔۔۔ اور پھر اس کے سر پر دے مارا۔۔۔ اس نے خود کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔ راڈ سر پر لگا۔۔۔ یوں محسوس ہوا جیسے لوہے سے لوہا ٹکرایا ہو۔

"آپ نے بہت آہستہ وار کیا۔۔۔ اب بھی مزا نہیں آیا"۔

"بس۔۔۔ اگر میں اس سے زیادہ زور سے ماروں گا تو تمہارا سر پھٹ جائے گا"۔

"نہیں پھٹے گا۔۔۔ زور سے وار کریں"۔

"دیکھ لیں۔۔۔ سوچ لیں۔۔۔ میں بھی باکسر ہوں"۔

"آپ جیسے باکسر میں نے ان گنت دیکھے ہیں"۔

کنگ کو غصہ آگیا۔۔۔ اس نے ایک بھرپور وار اس کے سر پر کیا۔۔۔ لیکن وہ جوں کا توں کھڑا رہا، البتہ اس نے کہا۔

"ہاں! اب محسوس ہوا ہے۔۔۔ کہ کسی نے کوئی چیز میرے سر پر آہستہ سے ماری ہو"۔

"حیرت ہے۔۔۔ ابھی تمہیں صرف اتنا محسوس ہوا ہے کہ کوئی چیز آہستہ سے سر پر ماری گئی ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"اچھا خیر۔۔۔ اب میں چلتا ہوں"۔

"آپ کی مرضی"۔

"اور اگر کل میچ اس طرح نہ ہوا؟"

"اس چیک پر تاریخ پرسوں کی اسی لیے ڈلوائی ہے میں نے۔۔۔ جب میچ اس طرح کا ہو جائے گا۔۔۔ اس وقت میں چیک جمع کراؤں گا"۔

"اوکے"۔ وہ بولا۔

اور پھر وہ شہر آگیا۔۔۔ اگر کسی کو وہ یہ بات بتاتا کہ اس نے کیا کیا ہے۔۔۔ پانچ کروڑ دے کر اس نے کیا چیز خریدی ہے تو سب اسے

پاگل کہتے۔۔۔ لیکن وہ ایک دن پہلے اپنی آنکھوں سے میچ کو بالکل اسی طرح شروع ہوتے دیکھ چکا تھا۔۔۔ جس طرح اس نے اس سے اگلے دن حقیقت میں ہوتے دیکھا تھا۔

اب اس نے اس میچ کے مطابق اپنی ساری دولت لگا دی۔۔۔ اس کے کاروباری دشمن سیٹھ جامد کو جب اس کا پتا چلا تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے اسے فون کیا۔

"ہیلو۔۔۔ کنگ۔۔۔ کیا اس میچ کے بعد کنگال ہونے کا ارادہ ہے؟"

"یہ تو کل کا سورج بتائے گا کہ کنگال کون ہونے والا ہے"۔

"پاگل ہو تم۔۔۔ دوسری ٹیم کے جیتنے کے امکانات اس قدر روشن ہیں کہ سب اس ٹیم پر رقمیں لگا رہے ہیں اور تم ہو کہ ہارنے والی ٹیم پر ساری دولت لگا بیٹھے ہو"۔

"تمہیں تو پھر خوش ہونا چاہیے۔۔۔ کل میری ساری دولت تمہاری ہونے والی ہے"۔ کنگ مسکرایا۔

"کیا تم اس نوجوان کے جال میں آگئے ہو"۔ سیٹھ جامد نے کہا۔

"ہاں!" اس کے منہ سے نکل گیا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا اس نے کل ہونے والا میچ تمہیں آج دکھا دیا ہے"۔

"ہاں!" اس نے کہا۔۔۔ اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔

اس کے منہ سے پہلے ہاں ہو نکل چکا تھا۔

"او کے۔۔۔ کنگ۔۔۔ کل سے تمہاری بربادی کا دن شروع ہو رہا ہے۔۔۔ مخالف ٹیم اس قدر طاقت ور ہے کہ وہ تو تمہارے والی ٹیم کو ٹکنے بھی نہیں دے گی"۔

"دیکھا جائے گا"۔

اور پھر دوسرے دن میچ شروع ہوا۔۔۔ جوں جوں کنگ میچ دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس کی حیرت اور خوشی بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ میچ بالکل اسی طرح ہو رہا تھا جیسے وہ ایک دن پہلے دیکھ چکا تھا۔۔۔ اور اس وقت مخالف ٹیم کا پلہ بہت بھاری تھی۔۔۔ اور جس ٹیم پہ اس نے رقمیں لگا رکھی تھیں۔۔۔ وہ گویا بالکل پٹتی جا رہی تھی۔۔۔ اب دوسری ٹیم کا جوئے کا ریٹ اور بڑھنے لگا لوگ اس پر بڑی بڑی رقمیں لگانے کے لیے پھر رہے تھے۔۔۔ اور کنگ کے ملازم سے یہ داؤ قبول کر رہے تھے۔۔۔ وہ بار بار اعلانات کر رہے تھے۔۔۔ ایک کے دس۔۔۔ ایک کے دس۔۔۔ اب جو ٹیم صاف جیتتی نظر آ رہی تھی۔۔۔ اس پر کون ایک نہ لگاتا۔۔۔ دس حاصل کرنے کے لیے۔۔۔ کسی نے ایک ہزار لگائے۔۔۔ کسی نے ایک لاکھ تو کسی نے ایک کروڑ۔۔۔ اور نصف میچ ہونے تک تو ریٹ اور بڑھ گیا۔۔۔ جب ک
کنگ والی ٹیم کا ریٹ اور گر گیا۔ کیونکہ مخالف ٹیم نے بہت اچھا سکو
کیا تھا۔۔۔ اور اب اس کی جیت بالکل صاف نظر آ رہی تھی۔۔۔ جب ک
کنگ ذرا بھی پریشان نہیں تھا۔۔۔ کیونکہ وہ یہ سب کچھ واضح طور پر د

چکا تھا۔۔۔ ایسے میں اسے سیٹھ جاد کا فون وصول ہوا۔

"کیا حال ہے کنگ۔۔۔ ہارٹ فیل ہو رہا ہے یا نہیں تمہارا"۔

"نہیں۔۔۔ میرے والی ٹیم جیتے گی۔۔۔ اس وقت تک کا میچ بھی بالکل اسی طرح ہوا ہے۔۔۔ جس طرح اس نے دکھایا تھا"۔

"کیا۔۔۔ نہیں!!!" سیٹھ جاد چلا اٹھا۔

"ہاں سیٹھ جاد۔۔۔ تم ڈوب گئے۔۔۔ تمہاری ٹیم آج ہار جائے گی"۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔۔۔ ساری دنیا جانتی ہے۔۔۔ یہ ٹیم ہرگز نہیں جیت سکتی۔۔۔ دیکھ نہیں رہے۔۔۔ سکور کتنا ہے اس کا۔۔۔ اس قدر کمزور ٹیم اتنا سکور تو کیا۔۔۔ اس سے نصف سکور بھی ہرگز نہیں کر سکتی"۔

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔۔۔ اب میچ ختم ہونے میں دیر کتنی لگے گی۔۔۔ قریباً چار گھنٹے۔۔۔ چار گھنٹے بعد بات کریں گے۔۔۔ اس وقت میں جناب کا مزاج پوچھوں گا۔۔۔ لیکن میرا خیال ہے۔۔۔ اس وقت آپ اپنا مزاج بتانے کے قابل نہیں رہ جائیں گے"۔

"نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ آج کی جیت میری ہے۔۔۔ جوئے کا بادشاہ تو میں پہلے ہی مانا جاتا ہوں۔۔۔ اور اب میں جوئے کا شہنشاہ بن جاؤں گا"۔

"جب ایسا ہو جائے تو مجھے ضرور خبر کریں"۔ کنگ ہنسا۔

"اوہ ضرور۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ میں اور آپ کو فون نہیں کروں گا۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"او کے۔۔۔ چار گھنٹے بعد بات ہو گی"۔

اور پھر میچ شروع ہوا۔۔۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔۔۔ کنگ کے چہرے پر رونق آتی گئی۔۔۔ کمزور ترین ٹیم آج نئے ریکارڈ قائم کر رہی تھی۔۔۔ وہ بے تحاشا سکور کر رہی تھی۔۔۔ اور ادھر سیٹھ جاحد جاحد ہوتے جا رہے تھے' ان کا رنگ ہی نہیں حواس تک اڑتے جا رہے تھے۔۔۔ اور میچ ختم ہونے سے کچھ دیر پہلے تو ان کی حالت غیر ہو گئی۔۔۔ انہیں یوں لگا جیسے دل کا دورہ انہیں اب پڑا کہ اب پڑا۔۔۔ انہوں نے فوراً" اپنے ڈاکٹر کو طلب کر لیا۔۔۔ میچ ختم ہونے میں ابھی آدھ گھنٹا باقی تھا۔۔۔ پہلی ٹیم کے مقابلے میں دوسری ٹیم کا سکور اب بہت قریب آگیا تھا۔۔۔ اور کوئی دم میں پورا ہونے والا تھا۔۔۔ تاہم اب بھی پہلی ٹیم جیت سکتی تھی اگر وہ دوسری ٹیم کے آخری کھلاڑی کو آؤٹ کر دیتی۔۔۔ اس وقت دوسری ٹیم کے بھی آخری کھلاڑی کھیل رہے تھے۔۔۔ لہٰذا وہ جیت بھی سکتے تھے۔۔۔ اور اس وقت مارے سسپنس کے اس کا برا حال تھا۔۔۔ جب کہ دوسری طرف کنگ کو پورا اطمینان تھا۔۔۔ کیونکہ یہ پورا میچ وہ اپنی آنکھوں سے ایک دن پہلے دیکھ چکا تھا۔۔۔ اور یہ بات اگر وہ دنیا کو بتاتا تو کوئی بھی اعتبار کرنے کو تیار نہ ہوتا۔۔۔ لیکن اب اسے کوئی غرض نہیں رہ گئی تھی۔۔۔ کہ کوئی اعتبار کرتا ہے یا نہیں۔۔۔ بلکہ وہ تو اس دنیا کو یہ

بات بتانا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔۔ اس کے ذہن میں تو اب بالکل نیا پلان آ رہا تھا۔۔۔ اور پھر میچ ختم ہو گیا۔۔۔ کنگ والی ٹیم جیت گئی۔۔۔ دوسری ٹیم پر لگی ہوئی تمام لوگوں کی رقمیں ڈوب گئیں۔۔۔ اور سب سے بڑی رقم لگائی تھی سیٹھ جاحد نے۔۔۔ اس کے پاس جو رقمیں لگائی گئی تھیں وہ الگ تھیں۔۔۔ وہ سب کے سب مارے گئے۔۔۔ سیٹھ جاحد کو ڈاکٹروں کی احتیاطی تدابیر کے باوجود دل کا دورہ پڑا۔۔۔ لیکن وہ بچ گیا۔۔۔ کچھ دیر بعد کنگ کا فون آیا تو ڈاکٹر نے بات کرنے کی اجازت نہ دی۔۔۔ وہ مسکرا پڑا اور اچانک اسے ایک خیال آیا۔۔۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"ارے۔۔۔ اب میں اس نوجوان کو کہاں تلاش کروں۔۔۔ اس نے مجھے اپنا پتا تک نہیں بتایا تھا۔۔۔ حد ہو گئی"۔

ایسے میں اسے اناوہ ساحل کا خیال آیا۔۔۔ وہ ہٹ اسے یاد آیا۔۔۔ اس نے گاڑی تیر کی طرح ساحل کی طرف چھوڑ دی۔۔۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ نوجوان ہٹ میں موجود تھا اور اس کا ملازم بھی وہاں موجود تھا۔

"اوہ! مسٹر کنگ آپ۔۔۔ کہیے۔۔۔ میرا دکھایا ہوا میچ غلط ثابت تو نہیں ہوا؟؟"

"سو فیصد درست ثابت ہوا۔۔۔ میں اس وقت کروڑوں کی جیت میں ہوں"۔

"اور سیٹھ جاحد"۔

اس پر دل کا دورہ پڑا ہے"۔

"واہ! یہ خوب رہی"۔

"لیکن مسٹر... مہربان... آپ کا نام کیا ہے؟"

"افسوس! میں اپنا نام نہیں بتا سکتا"۔

"لیکن مخاطب کرنے کے لیے کوئی تو نام ہو... چاہے کوئی فرضی نام ہی کیوں نہ ہو"۔

"فرضی نام آپ خود میرا رکھ دیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔

"بہت خوب... میں آپ کو ممی کہہ سکتا ہوں"۔

"ممی... چلیے ٹھیک ہے... کہہ لیں، آپ بھی کیا یاد کریں گے"۔

"اوہ ہاں مسٹر ممی... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"کون سی بات؟"

"آخر آپ یہ کیسے کر لیتے ہیں"۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں"۔

"تب پھر میں کیا کروں... مارے الجھن کے برا حال ہے"۔

"اس کا حل ایک ہی ہے"۔

"اور... وہ کیا؟"

"آپ یہ راز مجھ سے خرید لیں"۔

"جی... کیا کہا... کیا آپ یہ راز مجھے فروخت کر سکتے ہیں...

پہلے تو آپ نے کہا تھا"۔ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"میں نے ٹھیک کہا تھا... اب بھی وہی کہتا ہوں... میں تو آپ کی الجھن کا حل بتا رہا ہوں... آپ صرف ایک کھرب روپے دے کر یہ راز مجھ سے خرید سکتے ہیں"۔

"نن نہیں... اتنی رقم میرے پاس نہیں ہے... میں تو آج تک اتنی رقم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکا"۔

"بس تو پھر خاموشی اختیار کریں... اور کل کے میچ کا سودا اگر کرنا ہے تو کر لیں"۔

"ہاں! وہ تو کرنا ہو گا... کیونکہ ایسا کرنے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے"۔

"بس تو آپ کو میں کل کا میچ دکھا دیتا ہوں... آپ پانچ کروڑ ادا کر دیں"۔

"ہاں! ضرور! کیوں نہیں"۔

اسی طرح اس روز کا میچ بھی دکھایا گیا... دوسرے دن وہ پھر کروڑوں کی جیت میں رہا تھا سیٹھ جاند پر پھر دل کا دورہ پڑا... آخر اس نے کنگ کو ملاقات کے لیے بلایا... کنگ اس کے ہاں پہنچا تو وہ برسوں کا بیمار نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہوا دوست تم تو بالکل ہی جھک گئے"۔

"جھکوں نہ تو کیا ہو... میں تو تباہ ہو گیا... اس قدر بری بارے

میں کبھی زندگی میں دوچار نہیں ہوا..... اور میں سمجھتا ہوں..... یہ سب کچھ اس نوجوان کی وجہ سے ہو رہا ہے..... کیا کل پھر اس نے آپکو آج کا میچ دکھایا تھا؟"

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"وہ کہاں رہتا ہے؟"

"یہ کاروباری راز ہے"۔ کنگ مسکرایا۔

"اس نے ایک میچ کے آپ سے کتنے روپے لیے؟"

"پانچ کروڑ"۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے..... وہ دو دن میں آپ سے دس کروڑ لے چکا ہے"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"میرا خیال ہے..... ہم ایک کام کر لیتے ہیں..... اس طرح دونوں فائدے میں رہیں گے"۔

"اور وہ کیا؟"

"دونوں مل کر میچ دیکھ لیا کریں گے..... ایک دن آپ جوا کھیل لیا کریں..... دوسرے دن میں"۔

"لیکن مجھے ایسا کرنے سے کیا فائدہ؟"

"دونوں مل بانٹ کر کھائیں گے..... یہی فائدہ ہو گا"۔

"یہ فائدہ آپ کا ہوا' میرا نہیں..... میرا فائدہ بتائیں"۔

"آپ کا کاروبار ہر طرح محفوظ ہو گا..... جب ہماری آپس میں کوئی دشمنی ہی نہیں ہو گی..... تو دونوں فائدے میں رہیں گے"۔

"نہیں..... میں ایسا نہیں کر سکتا۔

"آپ کی مرضی..... آپ جا سکتے ہیں"۔ سیٹھ جاد نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تب پھر مجھے بلایا کیوں تھا" کنگ نے جھلا کر کہا۔

"میرا خیال تھا..... میری تجویز آپ منظور کر لیں گے"۔

"یہ بات نہیں ہے..... میں سمجھتا ہوں"۔ کنگ کے لہجے میں زمانے بھر کی نفرتیں سمٹ آئیں..... وہ بولا۔

"آپ نے مجھے صرف اس لیے بلایا تھا کہ باتوں باتوں میں اس کا پتا معلوم کر لیں..... لیکن میں اتنا سیدھا نہیں ہوں"۔

"معلوم ہو گیا کہ آپ اتنے سیدھے نہیں ہیں' لہٰذا آپ جا سکتے ہیں"۔

"جا رہا ہوں..... یہاں رہنے کے لیے نہیں آیا"۔

اور وہ غصے میں جلتا بھنتا اپنے گھر چلا آیا..... دوسرے دن وہ پھر ساحل اوناوا پر پہنچ گیا..... اور اس ہٹ میں داخل ہو گیا..... وہ دونوں وہاں موجود تھے..... انہوں نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔

"آیئے مسٹر..... آیئے..... گویا آج پھر آپ کو میچ دکھانا پڑے گا"۔

"وہ تو ہے"۔

"ضرور دکھائیں گے.... رقم کا چیک لائے ہیں؟"

"بالکل"۔ اس نے کہا۔

اس نے بنک مینیجر کو فون کیا.... اس نے تصدیق کی کہ چیک کیش ہو جائے گا.... اسکے بعد میچ شروع ہوا.... پورا میچ دیکھ کر تنگ وہاں سے چلا گیا.... اس کے جانے کے پندرہ منٹ بعد ممی نے کہا۔

"اب میں بھی گھر چلتا ہوں.... تم آرام کرو"۔

"او کے باس"۔

جونہی دروازہ کھلا.... پندرہ کے قریب آدمی ان دونوں پر ٹوٹ پڑے.... اور انہیں باندھ لیا۔

"ارے ارے.... کیا کر رہے ہو.... کون ہو تم لوگ؟"

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا.... اٹھا کر باہر لائے اور ایک بند گاڑی میں ڈال کر وہاں سے روانہ ہو گئے.... اب ان دونوں کے منہ بھی بند کر دیے گئے تھے.... پھر ایک عمارت کے اندر گاڑی رکی.... ان دونوں کو نکالا گیا.... ایک بڑے کمرے میں لایا گیا.... وہاں سیٹھ جاند ایک شاہانہ کرسی پر لیٹا تھا.... اس کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ تھی.... ان کا منہ کھولا گیا۔

"یہ کیا حرکت کی آپ نے؟"

"اب تم میچ مجھے دکھایا کرو گے.... تم میرے قیدی بن کر رہو

گے"۔

"اس صورت میں تو میچ نہیں دکھا سکوں گا"۔

"کیوں نہیں دکھا سکو گے.... ہم زبردستی دیکھیں گے"۔ سیٹھ جاند غرایا۔

"اوہو.... زبردستی بھی تو میں نہیں دکھا سکوں گا.... یہ کام صرف اس ہٹ میں ہو سکتا ہے جو یہاں نہیں ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے مجھے کیسٹ تیار کرنا پڑتی ہے.... یہاں وہ آلات کہاں جن پر میں ایک دن بعد ہونے والے واقعات دکھا سکتا ہوں"۔

"کوئی بات نہیں.... میں تمہیں اس ہٹ میں لے چلتا ہوں"۔

"لیکن یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے.... آپ مجھ سے معاملہ طے کر لیں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... لیکن اب تو معاملہ وہیں طے ہو گا"۔

"تو پھر چلئے.... وہیں چلتے ہیں"۔

انہیں اسی حالت میں پھر گاڑی پر لادا گیا.... اور ساحل کی طرف روانہ ہوئے.... اوناوا ساحل غیر آباد تھا.... اس طرف کوئی نہیں آتا تھا.... اور یہ بات مشہور تھی اس طرف سمندری چڑیلیں گھومتی پھرتی ہیں.... وہ انسانوں کو کچا چبا جاتی ہیں.... ایک دوسری بات یہ مشہور تھی کہ شام کے وقت جب سورج غروب ہونے لگتا ہے.... تو یہاں

شیطانوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں.... اور بہادر سے بہادر
انسان کا پتا بھی پانی ہو جاتا ہے.... لوگوں کے ہارٹ فیل ہو جاتے ہیں....
بہت سے لوگ جو ان آوازوں کو سننے کے لیے اس طرف آئے.... وہ
دوسرے روز ساحل پر مردہ پڑے ملے.... اس وجہ سے یہ ساحل بالکل
بے آباد رہتا تھا.... اور کوئی اس طرف کا رخ نہیں کرتا تھا۔

یہ ہٹ بھی اس زمانے سے پہلے کسی نے یہاں بنوائی تھی....
جب چڑیلوں والی بات مشہور نہیں ہوئی تھی.... جب یہ بات مشہور ہوئی
اور لوگوں کی لاشیں ملنے لگیں تو ہٹ کا مالک بھی اس طرف پھر کبھی نہ
آیا.... اس وقت سے یہ ہٹ خالی پڑی تھی.... یہاں تک کہ اس
نوجوان نے اس ہٹ کو آباد کر ڈالا۔

سیٹھ جاید اسے اٹھوا کر ہٹ میں لے آیا.... اور بولا۔

"اب وہ کیسٹ تیار کرو"۔

"کل کی کیسٹ تو میں کنگ کو دکھا چکا ہوں.... اب تو پرسوں
ہونے والے میچ کی کیسٹ تیار ہو گی.... لیکن وہ آج نہیں ہو گی.... کل
تیار ہو گی اور کل ہی دکھائی جا سکے گی"۔

"او کے.... یونہی سہی.... میرے آدمی یہاں موجود رہیں گے.... تم پر
کڑی نظر رکھیں گے.... میں اب کل یہاں آؤں گا.... اور کیسٹ
دیکھوں گا.... کیا تم سمجھ گئے؟"

"ہاں! میں سمجھ گیا.... لیکن کل تو مسٹر کنگ بھی یہاں آئیں

گے"۔

"اس سے ہم خود سمجھ لیں گے"۔

"وہ کیسے؟"

"تم دیکھ ہی لو گے"۔ اس نے خوفناک انداز میں کہا۔

"آپ کے ارادے تو ٹھیک ہیں؟"

"ہاں بالکل"۔ وہ بولا۔

اور پھر سیٹھ جاید وہاں سے چلا گیا.... اس کے ملازم ہٹ کے
چاروں طرف کھڑے ہو گئے.... چار اندر موجود رہے.... ان کے ہاتھوں
میں پستول تھے۔

"میں اب آرام کروں گا.... کام کل دن میں شروع ہو گا"۔

"ضرور آرام کرو.... روکا کس نے ہے.... ہمیں تو جاگ کر پہرا
دینا ہے.... اور یہ بات جان لو.... اگر تم نے اور تمہارے ملازم نے فرار
ہونے کی کوشش کی تو ہم تمہیں گولیوں سے بھون ڈالیں گے"۔ ان
میں سے ایک غرایا۔

"ایسا تو خیر آپ نہیں کریں گے"۔ نوجوان مسکرایا۔

"کیا مطلب.... کیوں ایسا نہیں کریں گے"۔

"اگر تم نے مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا تو کل ہونے والے میچ
کیسے دیکھو گے"۔

وہ خاموش رہ گئے.... کوئی جواب بن نہ پڑا.... اس کی بات

معقول تھی.... وہ اسے جان سے نہیں مار سکتے تھے.... چند لمحے بعد ایک
نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ ٹھیک ہے.... ہم تمہیں جان سے نہیں مار سکتے.... لیکن مار
مار کر تمہاری ہڈی پسلی ایک تو کر ہی دیں گے"۔

"تم ایسا بھی نہیں کر سکو گے"۔

"اور بھلا ہم ایسا کیوں نہیں کر سکیں گے"۔

"اس لیے کہ اس صورت میں بھی میں کیسٹ تیار نہیں کر
سکوں گا"۔

"اچھا بابا.... اب تم آرام کرو"۔

وہ واقعی سونے کے لیے لیٹ گئے.... اس طرح رات گزر گئی....
دوسرے دن اس نے کہا۔

"اب ہمارے ہاتھ پیر کھول دو"۔

"ہم ایسا نہیں کر سکتے"۔

"پھر میں کیسٹ نہیں تیار کر سکوں گا"۔

انہوں نے الجھن کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا' پھر
ایک نے کہا۔

"میرا خیال ہے.... سیٹھ جاد سے پوچھتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔

موبائل پر سیٹھ جاد سے رابطہ کیا گیا۔

"سر آپ کا خادم بات کر رہا ہوں"۔

"کیوں.... کیا وہ بھاگ نکلا"۔ سیٹھ جاد غرایا۔

"نہیں سر.... لیکن وہ مطالبہ کر رہا ہے کہ اس کے اور اس کے
ملازم کے ہاتھ پیر کھول دیے جائیں.... ورنہ وہ کیسٹ کس طرح تیار کر
سکے گا"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... تم چاروں پستول ہاتھوں میں لیے رہو اور ان
کے سروں پر موجود رہو.... انہیں کیسٹ تیار کرنے دو"۔

"اوکے سر"۔ وہ بولا۔

اس کے بعد انہوں نے دونوں کو کھول دیا۔

"اب پہلے ہم ناشتا کریں گے.... مار ڈالا ہم دونوں کو تم نے
بھوکا.... کم سے کم کھانا تو کھلا دیتے"۔

"ہماری کھلاتی ہے جوتی تمہیں کھانا"۔ ایک نے جل کر کہا۔

"اوکے.... آؤ بھئی.... ذرا باورچی خانے کی سیر کر آئیں"۔

نوجوان مسکرایا۔

"کیا کہا.... باورچی خانے کی سیر.... یہاں باورچی خانہ کہاں؟"

"ابھی تیار ہو جاتا ہے"۔

وہ ایک کونے میں چلے گئے.... وہاں الماری میں چولہا وغیرہ موجود
تھا' دونوں نے ناشتا تیار کیا اور کھانے لگے.... ادھر وہ چاروں اپنی
جیبوں سے تیار شدہ چیزیں نکال نکال کر کھا رہے تھے۔

ناشتے کے بعد وہ دوسری الماری کی طرف آئے... اس الماری سے نوجوان نے ایک کیسٹ نکالی... اس کو وی سی آر میں لگایا اور الماری میں لگے آلات کے بٹن دبانے اور آن کرنے لگا... چند منٹ تک وہ ان بٹنوں میں الجھا رہا... پھر وی سی آر میں کیسٹ چلتی نظر آئی۔

اب دونوں آرام کرسی میں گر کر اونگھنے لگے۔

"کیا کل ہونے والا میچ اس کیسٹ میں بھرا جا رہا ہے"۔ ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"لیکن کیسے... آخر یہ کیسے ممکن ہے؟"

"بس ہو گیا ممکن... مجھے اس تجربے میں دس سال لگانے پڑے ہیں... میں ایک سائنس دان ہوں"۔

"ہمارے خیال میں تو ایسا کرنا پچاس سال میں بھی ممکن نہیں"۔

"خیال اپنا اپنا"۔ وہ مسکرایا۔

تین گھنٹے تک کیسٹ چلتی رہی... پھر وی سی آر خود بخود بند ہو گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" ایک نے کہا۔

"کون سی بات پوچھ رہے ہیں؟" نوجوان نے منہ بنایا۔

"میچ تو قریباً ساڑھے سات گھنٹے تک جاری رہتا ہے... جب کہ

کیسٹ صرف تین گھنٹے چلی... اور میچ آپ سیٹھ صاحب کو دکھائیں گے ساڑھے سات گھنٹے تک"۔

"یہ کیسٹ سارے ساتھ گھنٹے تک چلے گی... بھرتے وقت اس کی رفتار دو گنا ہو جاتی ہے... یعنی ساڑھے سات گھنٹے کا میچ قریباً ساڑھے تین گھنٹے میں بھرا جاتا ہے"۔

"پتا نہیں کیا بات ہے... آنکھوں سے دیکھ کر بھی اس بات پر اب تک یقین نہیں آیا"۔

"آ جائے گا... فکر نہ کرو"۔

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے۔

"تو سیٹھ جلد آ گئے"۔ اس کا ایک ملازم بولا اور دروازہ کھول دیا... سیٹھ جلد مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"کیا رہا؟"

"کیسٹ بھری جا چکی ہے... آپ دیکھ سکتے ہیں"۔

"لے چلو انہیں بھی ہوٹل... یہ وہیں رہیں گے... کل پھر انہیں یہاں لے آئیں گے... جب کیسٹ بھرنے کا وقت ہو جائے گا"۔

"آپ کو اس طرح کوئی فائدہ نہیں ہو گا سیٹھ صاحب"۔ نوجوان مسکرایا۔

"فکر نہ کرو... ہو جائے گا فائدہ"۔

پھر ایسا ہی کیا گیا.... لیکن جونہی وہ سیٹھ جابد کے ہوٹل پہنچے.... پولیس نے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیا.... سیٹھ جابد کو ہوٹل کی تلاشی کے وارنٹ دکھائے.... اور پھر پولیس کے ساتھ کنگ اندر داخل ہوا.... اس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔

"سیٹھ صاحب.... وہ نوجوان اور اس کا ملازم کہاں ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم"۔

"ایسے جان نہیں چھوڑیں گے سیٹھ صاحب.... ہٹ سے آپ کی انگلیوں کے نشانات مل گئے ہیں.... آپ نے ان دونوں کو اغوا کیا ہے.... اور اغوا کرنا جرم ہے.... کیوں ڈی ایس پی صاحب؟"

"بالکل.... ہوٹل کی تلاشی لی جائے گی"۔

یہ کہہ کر تلاشی شروع ہوئی.... اور پھر جلد ہی نوجوان اور اس کے ملازم کو تلاش کر لیا گیا.... کنگ انہیں دیکھ کر چلا اٹھا۔

"یہی ہیں وہ دونوں.... یہ خود گواہی دیں گے کہ سیٹھ جابد نے انہیں اغوا کیا ہے"۔

"اس میں شک نہیں"۔ نوجوان مسکرایا۔

"گرفتار کر لیا جائے سیٹھ جابد کو"۔

اس طرح وہ آزاد ہوئے.... اور واپس اپنے ہٹ پر پہنچے.... لیکن اس سارے قصے میں اصل خرابی یہ ہوئی کہ جب پولیس نے سیٹھ جابد سے اغوا کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے غصے میں آ کر ساری کہانی

دی.... اخباری نمائندے یہ کہانی لے اڑے.... دوسرے دن کے اخبارات میں اس کہانی کو خوب اچھالا گیا.... جس نے بھی یہ کہانی پڑھی.... وہ حیرت زدہ رہ گیا.... کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا.... ایسا ہو سکتا ہے.... آخر ایک دن بعد ہونے والا میچ ایک دن پہلے کس طرح دیکھا جا سکتا ہے.... یہ خبریں اونچی سطح پر بھی پہنچیں.... یہاں تک کہ ملک کے صدر نے اس نوجوان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی.... نوجوان کو صدر کے پاس لایا گیا۔

صدر صاحب نے حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"نوجوان! آپ ایسا کس طرح کر لیتے ہیں؟"

"یہ ایک راز ہے.... جو میں کسی کو نہیں بتا سکتا"۔

"اور کیا تم صرف میچ دکھا سکتے یا کچھ اور بھی؟"

"جی نہیں.... اگر آپ چاہیں تو میں یہ بھی دکھا سکتا ہوں کہ آئندہ ہونے والے انتخابات میں کیا ہو گا.... کون سی پارٹی جیتے گی.... آپ کی یا آپ کے مخالفوں کی"۔

"کیا.... نہیں"۔ صدر چلائے۔

"آپ چاہیں تو میں تجربہ کرا دیتا ہوں"۔

"تجربہ.... کیا مطلب؟"

"الیکشن کی جھلکیاں"۔

"پورا الیکشن کیوں نہیں؟" صدر بے تاب ہو گئے۔

"آپ چاہیں تو پورا الیکشن بھی دکھا سکتا ہوں"۔

"بہت خوب! پورا الیکشن دکھانے کا انتظام کریں"۔

"لیکن سر... میرے معاوضے کا کیا ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

صدر صاحب زور سے اچھلے۔

○☆○
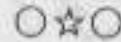
معاوضہ

صدر صاحب چند لمحے تک اس سے گھورتے رہے۔

"کیا آپ مجھ سے اس بات کا معاوضہ وصول کریں گے؟"

"یس سر... اس لیے کہ میں نے زندگی کے دس سال اس تجربے پر لگائے ہیں... میں، میرے گھر والے اور میرا یہ ملازم دس سال تک روکھی سوکھی کھاتے رہے... اپنی کمائی ساری کی ساری اس تجربے پر لگاتے رہے... آج آپ مفت میں اس تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"میں سمجھ گیا... اس کا کتنا معاوضہ ہو گا۔

"ایک ارب روپے"۔

"کیا کہا... ایک ارب روپے"۔

"ہاں بالکل... اس سے کم نہیں لوں گا"۔

"اور اگر ہم زبردستی کریں"۔ صدر صاحب بولے۔

"ملک کے صدر کو قانون توڑنا زیب نہیں دیتا... پھر کون قانون کی پاس داری کرے گا؟"

"اس میں شک نہیں.... میں تو جاننا چاہتا تھا، آپ اس بات کا کیا جواب دیتے ہیں؟"

"شکریہ سر.... اگر آپ مجھے ایک ارب نہیں دے سکتے تو میں الیکشن نہیں دکھا سکوں گا.... یوں بھی الیکشن دیکھنے سے آپ کو فائدہ کیا ہو سکتا ہے.... وہ تو جو ہونا ہے.... ہو کر رہے گا.... پہلے سے اطلاع تو جوئے بازوں کے لیے مفید رہتی ہے"۔

"اور کیا یہ کام غیر قانونی نہیں ہے؟" صدر صاحب مسکرائے۔

نوجوان دھک سے رہ گیا، سوچ میں ڈوب گیا کہ اس سوال کا کیا جواب دے.... سوال بہت زوردار تھا.... اور اسے کوئی جواب سوجھ نہیں رہا تھا.... آخر کافی دیر سوچ کر اس نے کہا۔

"شاید یہ بھی غیر قانونی ہے.... لیکن اگر ہمارے ملک کا قانون اس جوئے سے لوگوں کو نہیں روک سکتا تو پھر مجھ پر کیا فرد جرم لگائے گا.... کس دفعہ کے تحت مجھے گرفتار کیا جائے گا؟"

"یہ بھی ٹھیک ہے.... ہم سمجھوتہ کیوں نہ کر لیں"۔

"سمجھوتہ.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کچھ لو کچھ دو.... آپ مجھے انتخابات دکھا دیں.... میں حکومت میں آپ کو ایک اچھا عہدہ دینے کا وعدہ کرتا ہوں"۔

"جی نہیں.... مجھے عہدے کی طلب نہیں"۔

"تب کچھ رعایت کریں.... میں آپ کو ایک کروڑ دے دیتا

ہوں"۔

"کیا بات کرتے ہیں صاحب صدر.... دس کروڑ تو میں نے صرف دو میچوں میں حاصل کر لیے ہیں.... ملک کے صدر کا انتخاب تو بہت دور کی بات ہوتی ہے.... جتنے امیدوار ہیں.... سب کے سب یہ الیکشن وقت سے پہلے دیکھنا چاہیں گے.... اگر میں ان سب کو جمع کر کے رقم وصول کروں.... تو ذرا خود سوچیے.... میرے پاس آن کی آن میں کتنی دولت جمع ہو جائے گی"۔

صدر صاحب کانپ گئے.... اور جان گئے.... وہ اس نوجوان کو چکر نہیں دے سکتے.... ہو ہو سکتا ہے.... وہ خود اس کے چکر میں آ جائیں.... یہ سوچ کر انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے.... آپ سے بات میرا ایک آدمی طے کرے گا.... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں"۔

"اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟"

"شکریہ! میں آپ کی ابھی اس سے ملاقات کراتا ہوں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔

صدر صاحب اٹھ کر باہر آ گئے.... وہ وہیں بیٹھا رہ گیا.... باہر آ کر انہوں نے خفیہ فون کے ذریعے انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے.... فوراً" ان کی آواز سنائی دی۔

"جمشید! کتنی دیر میں میرے پاس آ سکتے ہو؟"

"پندرہ منٹ میں"۔
"بس ٹھیک ہے... سولہواں منٹ نہ ہو"۔
"یس سر"۔
انسپکٹر جمشید ٹھیک پندرہ منٹ میں ان کے سامنے موجود تھے... اور وہ اس نوجوان کی کہانی سن رہے تھے... انسپکٹر جمشید کہانی سن
ہوئے حیرت زدہ تھے... آخر صدر خاموش ہو گئے۔
"ہم نے اخبارات میں یہ خبریں دیکھی ضرور تھیں... لیک
چونکہ ہم اس قسم کی خبروں کو عام طور پر فراڈ خیال کرتے ہیں... ا
لیے پڑھا نہیں تھا... اب آپ کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ خبریں غلط نہ
تھیں... یہ تو خیر ہوا... سوال یہ ہے کہ آپ کو اس میں کیا دلچ
ہے"۔
"کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی جمشید... آخر وہ کل
ہونے والی بات کس طرح بتا دیتا ہے"۔
"ہاں... حیرت ہے... اس بارے میں ہم پروفیسر صاحب
بات کریں گے... آپ کیا چاہتے ہیں؟"
"میں... سچ بات یہ ہے جمشید... اگلے ماہ الیکشن ہو رہے ہیں
صدارتی الیکشن... میں جاننا چاہتا ہوں' ان میں کون جیتے گا... ملک
صورت حال اس وقت بہت نازک ہے... سازشی لوگ سازشیں
رہے ہیں... ان حالات میں اگر مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ کون جیت

ہے تو کئی اچھے کام ملک کے لیے میں کر گزروں گا... یعنی اگر یہ معلوم
ہو جائے کہ میں صدر نہیں بن سکوں گا... تو اس ایک ماہ میں بھی ملک
کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں... جس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں
گے... اور جو حکومت بھی آئے گی... اسے بھی ان کاموں کے مطابق
چلنا ہو گا"۔
"آپ کی نیت ٹھیک ہے... لہٰذا آپ اس سے بات کر لیں...
میں نہیں جانتا... وہ ایسا کیسے کر لیتا ہے... یا ایسا ہونا کس طرح ممکن
ہے... اگر وہ اس کے لیے کوئی ناجائز ذریعہ اختیار کرتا ہے... تب تو
آپ کے لیے اس سے اس سلسلے میں مدد لینا درست نہیں... اور اگر
جائز ذریعے سے یہ کام کرتا ہے تو آپ اس سے مدد لے سکتے ہیں...
لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں... جائز ذریعے سے ایسی باتیں ہو
نہیں سکتیں... اللہ کے پیغمبر ضرور غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ سے پا کر اپنی
امت کو بتاتے رہے ہیں... انہیں خود غیب کا علم نہیں ہوتا... ان کے
بعد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو بھی کبھی کبھی آئندہ ہونے والی کسی
بات کا اشارہ دے دیا جاتا ہے... لیکن اس طرح ہونا کہ کل ہونے
والے میچ کو کیسٹ پر چلا کر دکھا دیا جائے... میرے خیال میں یہ ناممکن
ہے"۔
"لیکن جمشید ایسا ہوا ہے"۔
"اخبارات میں ایسا آیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تمہارا مطلب ہے... اخبارات میں غلط شائع ہوا ہے"۔

"یہی بات ہے... اخبار والوں کو بھی بعض اوقات چکر دیا جا سکتا ہے... اور ایسا کرنا بہت آسان ہے... بیان تو صرف سیٹھ جامد یا کنگ کا ہو گا نا اس بارے میں... اور اگر ان میں سے کوئی ایک اس بیان کی تصدیق کر دے تو سمجھ لیں... بات سکہ بند ہو گئی... لیکن آپ ذرا سوچیں... اگر یہ سب اس نوجوان اور سیٹھ جامد یا کنگ کی ملی بھگت ہو... اور وہ مل کر کوئی لمبا چکر چلا رہے ہوں... یعنی اس وقت تک یہ ایک ڈرامہ ہو... لیکن آئندہ بات مشہور ہونے کی بنیاد پر لوگ اس طرف زیادہ سے زیادہ رقم لگائیں گے جس طرف کنگ لگا رہا ہو گا... لیکن اچانک کنگ ہار جائے گا اور اس کے ساتھ دوسرے بھی ہار جائیں گے... ان سب کی رقمیں ڈوب جائیں گے اور سیٹھ جامد اور کنگ ساری رقم آپس میں تقسیم کر لیں گے"۔

"اور نوجوان؟"

"نوجوان کو اپنا حصہ مل جائے گا... اسی طرح وہ آپ سے آپ کے اسمبلی ممبران سے رقم وصول کر سکتا ہے... لہٰذا میں تو کہوں گا کہ آپ اس خیال کو ہی دل سے نکال دیں... دین، ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے کام کرتے رہیں... اللہ کو منظور ہوا تو آپ کے مخالفین ناکام ہو جائیں گے۔

"لیکن جمشید... ذرا سوچو... یہ کس قدر عجیب ہے"۔

"میں سوچ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں... لیکن آپ بھی غور کریں"۔

"میں غور کر چکا ہوں... بس تم اس نوجوان سے بات کرو اور اندازہ لگاؤ... وہ سچا ہے یا جھوٹا... اس پر کس حد تک اعتبار کیا جا سکتا ہے"۔

"جی بہت بہتر... وہ آپ سے کتنا معاوضہ طلب کرتا ہے"۔

"اتنا کہ میں کسی طرح بھی نہیں دے سکتا... اس لیے کہ اس قدر بڑی رقم میں سرکاری خزانے سے اپنے کام کے لیے تو لے ہی نہیں سکتا... ادھر ادھر سے کرنا ہو گی... لیکن نہیں ہو سکتی"۔

"آخر کتنی بڑی رقم؟"

"ایک کھرب روپے"۔

"ارے باپ رے"۔ وہ گھبرا گئے، پھر بولے۔

"آپ اس خیال کو ذہن سے نکال دیں"۔

"اچھی بات ہے جمشید... لیکن کیا خان رحمان کے پاس بھی اتنی رقم نہیں ہو گی؟"

"ان کے پاس... میرے پاس اور پروفیسر صاحب کے پاس ملا کر بھی اتنا نہیں ہو گا"۔

"لیکن ہم اپنے کچھ سرمایہ دار دوستوں سے اس بارے میں بات کر سکتے ہیں"۔

"اوہ اچھا... خیر... پہلے تو اس نوجوان سے بات کر لی جائے"۔

"آؤ... اسی لیے تو تمہیں بلایا ہے"۔

یہ کہہ کر صدر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں اس کمرے میں لائے جس میں نوجوان موجود تھا۔

جونہی وہ اندر داخل ہوئے... دھک سے رہ گئے۔

○☆○

خوفناک

اندر نوجوان نہیں تھا۔

"وہ... وہ کہاں گیا؟" صدر صاحب نے دروازے پر موجود پہرے داروں سے کہا۔

"کک... کون سر؟"

"وہ نوجوان... جس سے میں باتیں کرتا رہا ہوں"۔

"آپ نکل کر گئے تھے... آپ کے بعد کوئی نہیں نکلا کمرے سے۔"

"کیا کہتے ہو؟" وہ غرائے۔

"آپ ان سے پوچھ لیں"۔ اس نے باقی تین کی طرف اشارہ کیا... دروازے پر چار نگران موجود تھے۔

"یس سر... یہ بالکل ٹھیک بات ہے... کوئی باہر نہیں نکلا"۔

"تب پھر اس نوجوان کو زمین کھا گئی' یا آسمان نگل گیا۔

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں سر"۔

"تم سن رہے ہو جمشید"۔ صدر صاحب نے منہ بنایا۔

"اس میں ان کا کوئی قصور نہیں سر... وہ ہے ہی پراسرار نوجوان... اگر وہ کل ہونے والا میچ آج دکھا سکتا ہے... ایک ماہ بعد ہونے والا الیکشن آج دکھا سکتا ہے... تو کمرے سے غائب ہو جانا اس کے لیے کیا مشکل ہے بھلا"۔

"ہوں اچھا خیر... کہیں وہ اندرونی کمرے میں یا بیت الخلاء میں نہ چلا گیا ہو"۔ صدر صاحب نے بے چینی کے عالم میں کہا۔ پھر اندر انہوں نے ہر طرف دیکھا... لیکن وہاں نوجوان نہیں تھا۔

"اب تم کیا کہتے ہو جمشید؟"

"سر... کیا اس نے آپ کے ساتھ کچھ کھایا پیا تھا؟" انہوں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"نہیں... بالکل نہیں... نہ مجھے خیال آیا... نہ اس نے کوئی چیز مانگی... میں تو دراصل اس کی باتوں میں گم ہو گیا تھا"۔

"ارے... ذرا میں اس کمرے میں اپنا کام کر لوں... آپ آرام کریں"۔

"نہیں جمشید... میں یہیں موجود رہوں گا"۔

"اوکے سر"۔

انہوں نے عدسہ نکالا اور اس کے ذریعے انگلیوں کے نشانات وغیرہ تلاش کرنے کا کام شروع کیا... لیکن وہاں انہیں کوئی نشانات نظر نہ آئے۔

"اب مجھے کنگ سے ملنا پڑے گا... اس کا اس وقت تک اصل رابطہ کنگ سے رہا ہے"۔

"تو جاؤ جمشید... اسے تلاش کرو... اگر مل جائے تو اس سے کہنا ہم ایک کھرب کا انتظام کسی نہ کسی طرح کر لیں گے"۔

"بہت بہتر سر... میں اس سے یہ کہہ دوں گا... لیکن آپ سے بھی ایک بات کہنا چاہوں گا"۔

"ہاں جمشید... ضرور کہو"۔ وہ مسکرائے۔

آپ اپنے سرمایہ دار دوستوں اور ہم جیسوں سے وصول کر کے ایک کھرب اسے دے تو دیں گے... لیکن یہ بات چھپی نہیں رہے گی"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"جس طرح کنگ کی بات آپ تک پہنچ گئی... آپ کی بات آپ کے اسمبلی ممبران تک ضرور پہنچے گی اور کل اگر آپ حکومت میں نہ رہے... تو آپ سے سوال کیا جائے گا... آپ نے ایک کھرب کی رقم کہاں سے لی تھی؟"

"میں ان لوگوں کے نام بتا دوں گا... جن سے لی ہو گی"۔

انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ہم تو یہ بیان دے دیں گے... کہ ہم تینوں نے اتنی اتنی رقم دی تھی... لیکن آپ کے سرمایہ دار دوست اس وقت اس کے دوست

ہوں گے... جو صدر ہو گا... نہ کہ آپ کے... وہ اس وقت آپ کے
دوست اس وجہ سے ہیں کہ آپ صدر ہیں"۔ انہوں نے جذباتی آواز
میں کہا... صدر صاحب کو ایک جھٹکا لگا۔
وہ گہری سوچ میں گم ہو گئے اور پھر بولے۔
"تم نے ٹھیک کہا جمشید... مجھے افسوس ہے... میں اتنی سی بات
آج تک نہیں سمجھ سکا... خیر... ہم اس سے سودا نہیں کر سکتے...
لیکن تم اسے تلاش تو کرو... یہ تو معلوم کرو... یہ شخص کیا ہے... یہ
کیسے کر لیتا ہے... اور اس کے آئندہ زمانے میں کیا ارادے ہیں...
کہیں یہ ہمارے لیے کوئی خطرہ نہ بن جائے"۔
"صرف آپ کے لیے نہیں سر... پوری دنیا کے لیے"۔ وہ
مسکرائے۔
"کیا... کیا مطلب؟" صدر زور سے اچھلے۔
"میں خیال کرتا ہوں... یہ نوجوان شاید پوری دنیا کے لیے
الجھن بن جائے گا... اور الجھن کے بعد خطرہ"۔
"نہیں جمشید نہیں... اگر ایسا ہے تب تو تم فوراً اسے تلاش
کرو... اور اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دو"۔
"اب آپ دوسری بات سوچنے لگے"۔
"دوسری... کیا مطلب؟"
"اب آپ کے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ اسے قید میں ڈا

کر زبردستی اس سے الیکشن والی فلم دیکھی جائے... لیکن میرا خیال
ہے... ہم ایسا بھی نہیں کر سکیں گے"۔
"لیکن کیوں جمشید؟" صدر بولے۔
"ابھی تک میں اس نوجوان سے نہیں ملا، جب تک مل نہ لوں،
فی الحال کوئی درست اندازہ نہیں لگا سکتا، لیکن اتنا کہہ سکتا ہوں... اس
پر قابو پانا آسان نہیں ہو گا... وہ اگر آپ کے کمرے سے غائب ہو سکتا
ہے تو جیل سے کیوں غائب نہیں ہو سکتا... اول تو میرے خیال میں
اسے گرفتار کرنا ہی ممکن نہیں ہو گا شاید"۔
"یہ تم کہہ رہے ہو جمشید... جس نے اتنے بڑے بڑے مجرموں
کو ناکوں چنے چبوا دیے ہیں"۔
"لیکن ایسے شخص سے میرا واسطہ آج تک نہیں پڑا... ویسے تو
میرا خیال ہے... وہ میرا سامنا کرنے سے خود بھی گھبرا رہا ہے... اسے
غالباً اندازہ ہو گیا... ویسے ہو سکتا ہے یہ بات نہ ہو، یہ صرف میرا
اندازہ ہو... جو بالکل غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے"۔
"نہیں جمشید... میں نے تمہارے اندازے بہت کم غلط ہوتے
دیکھے ہیں"۔
"خیر چھوڑیے... اس بات کو... میں فی الحال کنگ سے ملنے جا رہا
ہوں... آپ انتظار فرمائیں"۔
"اچھی بات ہے"۔

"اور میں چاہتا ہوں۔۔۔ آپ الیکشن سے پہلے ہی دیکھ لینے کا خیال دل سے نکال دیں گے۔۔۔ آپ اسے ایک کھرب نہیں دے سکتے۔۔۔ ہم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔۔۔ کیونکہ فی الحال اس نے ایسا کوئی کام نہیں کیا کہ ہم اسے گرفتار کر سکیں۔۔۔ ذرا سوچیں، گرفتار کرنے کے فوراً بعد اس کا چالان کرنا ہو گا۔۔۔ اس پر جرم کی دفعہ لگانا ہو گی۔۔۔ ہم کون سی دفعہ لگائیں گے اس پر۔۔۔ اس کا وکیل کیا ہم سے یہ نہیں پوچھے گا۔۔۔ کہ اس کے موکل کو کس جرم کے تحت گرفتار کیا گیا ہے"۔

"ہاں جمشید۔۔۔ یہ بات بھی ہے"۔

"اور پھر ہمیں شرمندہ ہونا پڑے گا۔۔۔ اسے رہا کرنا پڑے گا۔۔۔ سوائے شرمندگی کے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔۔۔ اس کا حل یہی ہے کہ میں اس سے پہلے ملاقات کروں۔۔۔ لیکن"۔ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اب تم ایک اور لیکن لے آئے جمشید"۔ انھوں نے برا سا منہ بنایا۔

"میں کیا کروں۔۔۔ سر۔۔۔ اس نوجوان کی کہانی مجھے بار بار چکرا رہی ہے۔۔۔ ہم تو ایک منٹ بعد کیا ہو گا۔۔۔ یہ نہیں بتا سکتے۔۔۔ آخر وہ کس طرح کل ہونے والی باتیں بتا دیتا ہے"۔

"تمھارا دماغ اس بارے میں کیا کہتا ہے؟"

"صرف اور صرف ایک بات"۔

"اور وہ کیا جمشید"۔

"اس کے قبضے میں کوئی پراسرار طاقت ہے۔۔۔ لیکن وہ طاقت۔۔۔ خیر میں اس کی وضاحت پھر کسی وقت کروں گا۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔ آپ میرے لیے دعا کریں"۔

"اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ ویسے یہ بھی عجیب ترین بات ہے"۔ انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"کنگ۔۔۔ کون سی بات سر؟"

"تم نے اس وقت جو یہ کہا ہے۔۔۔ خدا حافظ سر۔۔۔ میرے لیے دعا کریں۔۔۔ تم نے آج تک ایسے نہیں کہا تھا"۔

"شاید میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔۔۔ اور کوئی بات نہیں سر"۔

"اچھا۔۔۔ اللہ کرے۔۔۔ اور کوئی بات نہ ہو"۔

اور پھر وہ فوراً کنگ کی کوٹھی پہنچے۔۔۔ کنگ نے حیران ہو کر انھیں دیکھا۔۔۔ وہ انھیں اچھی طرح جانتا تھا۔

"میں نے آج تک کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا جناب۔۔۔ ویسے آپ کو میرے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔۔۔ سیدھے میرے وکیل کے پاس جاتے۔۔۔ جو بات کرنی ہے۔۔۔ ان سے کریں۔۔۔ میرے وکیل نے مجھے منع کر رکھا ہے۔۔۔ کہ میں پولیس کو کوئی بیان از خود نہ دوں۔۔۔ ان کی مجھے ہدایت ہے۔۔۔ کہ میں جو کہوں۔۔۔ ان کی موجودگی میں کہوں۔۔۔

اور ان کا کہنا ہے کہ یہ میرا قانونی حق ہے... کیونکہ عام انسان کو قانونی معاملات کا پتا نہیں ہوتا... اور مجھے واقعی قانونی معاملات کا پتا نہیں ہے"۔

"آپ جلد ہی گھبرا جاتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"میں جانتا ہوں... آپ اور سیٹھ جالد اور آپ جیسے دوسرے... جو جوا کھیلتے ہیں وہ قانونی جوا ہے... آپ لوگوں نے عدالتوں سے اس جوئے کو قانونی بنوا لیا ہے... عدالتوں میں بھی آج کل رشوت چلنے لگی ہے... لہٰذا ایسے اجازت نامے مل جاتے ہیں... میں تو اس وقت ایسے کسی سلسلے میں آیا ہی نہیں... مجھے تو بس آپ اس نوجوان کے بارے میں بتائیں... جو کل ہونے والا میچ آج دکھا دیتا ہے"۔

"اوہ... اوہ"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"اوہ سے تو کام نہیں چلے گا"۔

"میں اس کے بارے میں بالکل کچھ نہیں جانتا"۔

"خیر یہ بات تو نہیں ہے"۔

"کیا مطلب؟" اس نے کہا۔

"اس کے بارے میں آپ بہت کچھ بتا سکتے ہیں"۔

"جو کچھ مجھے علم ہے... وہ میں بتا دیتا ہوں"۔

"چلیے یہی کافی ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"تو پھر پوچھیے... اور یہ بات یاد رکھیے... کہ میرا وقت بہت قیمتی ہے"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں... آپ کو جوئے کے معاملات سے فرصت نہیں ہے"۔

"قانونی جوا کہئے جناب"۔ وہ مسکرایا۔

"یہی سہی... اس نوجوان کا حلیہ کیا ہے؟"

"وہ دبلا پتلا' شریف صورت انسان ہے... اس کے چہرے پر ہر وقت ایک سادہ سی مسکراہٹ رہتی ہے... سیاہ آنکھیں' سیاہ بال... پتلی سی ناک... پتلے پتلے ہونٹ... دیکھنے میں وہ بالکل بے ضرر جان پڑتا ہے... عام طور پر سفید لباس میں رہتا ہے"۔

"اس کا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ساحل سمندر اناڈا پر ایک ہٹ میں میری اس سے ملاقات ہوتی رہتی ہے... وہاں اس کا ایک ملازم بھی ہوتا ہے"۔

"مہربانی فرما کر مجھے اسے ہٹ تک لے چلیں"۔

"میں ساتھ کیوں جاؤں... کیا میں نے آپ کو بتایا نہیں کہ میرا وقت"۔

"اوہ ہاں! میں بھول گیا... آپ کا وقت... خیر... آپ ذرا مجھے بتا دیں... اوناڈا ساحل پر وہ ہٹ کہاں ہے"۔

"اوٹاوا سے اگر ہم مغرب کی طرف چلیں تو پیدل پندرہ منٹ کا سفر ہے"۔

"شکریہ.... آخری بار آپ کی اس سے کب ملاقات ہوئی تھی"۔

"پرسوں"۔ اس نے کہا۔

"گویا کل ہونے والا میچ بھی آپ جیت چکے ہیں"۔

"میں نہیں.... ٹیم"۔ وہ ہنسا۔

"میرا مطلب ہے.... اس میچ پر لگائی جانے والی رقمیں"۔

"وہ ایک الگ معاملہ ہے.... ہار جیت ہوتی رہتی ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے"۔

اب وہ اپنی جیپ میں ہٹ تک پہنچے.... لیکن ہٹ بالکل خالی
تھا.... وہاں کوئی نہ تھا.... نہ وہاں ٹی وی وی سی آر تھا.... نہ کوئی اور چیز
یوں لگتا تھا جیسے پورے ہٹ کو بہت احتیاط سے خالی کیا گیا ہے"۔

"دھت تیرے کی.... وہ تو یہاں بھی نہیں ہے.... گویا اب
اسے تلاش نہیں کر سکتا"۔

وہ تھکے ہارے گھر پہنچے.... محمود نے جونہی دروازہ کھولا....

دیا۔

"یہ مسکراہٹ کیوں؟"

"آپ کہیں سے بری طرح ناکام چلے آ رہے ہیں"۔

"اندازہ درست ہے"۔ وہ بولے اور اندر داخل ہو گئے۔

"اور آپ ساحل پر گئے تھے"۔ فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"یہ اندازہ بھی درست ہے.... کپڑے قدرے نم ہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"بال بھی تو بہت زیادہ بکھرے ہوئے ہیں.... اس قدر بال ساحل پر ہی بکھر سکتے ہیں"۔ فاروق کی شوخ آواز سنائی دی۔

"میں تم تینوں کی سراغ رسانی کو پہلے ہی مانتا ہوں.... لہٰذا رعب جھاڑنے کی ضرورت نہیں"۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔

"لیکن ابھی ہم کچھ اور باتیں بھی بتا سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... بتاؤ پھر"۔

وہ صحن میں بچھی کرسیوں پر بیٹھ گئے.... بیگم جمشید بھی وہیں آ گئیں.... ایسے موقعوں پر وہ باورچی خانے کو بھول جاتی تھیں.... یعنی جب ان کے اندازے شروع ہوتے تھے.... انہیں ان کے اندازے بہت دلچسپ لگتے تھے، بلکہ وہ خود بھی اندازے لگانے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔

"آپ کو صدر صاحب نے بلایا تھا"۔

"بہت خوب! یہ اندازہ کس طرح لگایا؟"

"صدر صاحب کا دو مرتبہ فون آ چکا ہے"۔ محمود ہنسا۔

"دھت تیرے کی"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"محمود آپ نہیں... میں ہوں"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"اور آپ اس نوجوان کی تلاش میں گئے تھے... جو کل ہونے والی کوئی بات آج دکھا دیتا ہے"۔

"حد ہو گئی... اس قدر معلومات... کمال ہے"۔

"آپ کو اس نوجوان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے پہلے کنگ کے پاس جانا پڑا تھا... اس نے آپ کو ساحل کا پ بتایا"۔

"حد ہو گئی... تو کنگ نے بھی فون کیا تھا؟"

"جی ہاں! وہ بھی بہت بے چینی محسوس کر رہا ہے"۔

"ایک منٹ پہلے میں صدر صاحب کو فون کر لوں"۔

"ضرور کریں... لیکن... ہم نے یہ اندازے خود لگائے ہیں۔ کنگ نے ہمیں کچھ نہیں بتایا تھا"۔

"اچھا... ٹھیک ہے... تمہارے اندازوں کی داد نہ دینا کنجوسی گی"۔

"تو دے دیں... اور کنجوسی سے بال بال بچ جائیں"۔

"دی تمہیں داد"۔ وہ ہنسے۔

عین اس وقت صدر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں جمشید... کیا رہا؟"

"اب اس کا کہیں کوئی پتا نہیں سر"۔

"اب... اب کیا ہو گا؟"

"اسے بھول جائیں"۔

"تم نہیں جانتے جمشید"۔ صدر صاحب کی آواز میں حد درجے گھبراہٹ تھی۔

"اور میں کیا نہیں جانتا سر"۔

"یہ کہ جب میرے مخالفوں کو اس نوجوان کے بارے میں پتا چلے گا تو وہ اس سے ایک ماہ بعد ہونے والا الیکشن دیکھنے کا سودا ضرور کر لیں گے... ان کے پاس کھربوں کی دولت ہے"۔

"اوہ نہیں"۔

وہ چلا ئے۔

○☆○

خیال سوجھا

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔
"اب تمہیں کیا ہوا جمشید؟" آخر صدر کی آواز ابھری۔
"میرا دھیان اس پہلو کی طرف نہیں گیا تھا"۔
"تب پھر... اب کیا ہو گا"۔
"فی الحال تو سر... یہ صرف ہمارا خیال ہے... ہو سکتا ہے' اس نوجوان کو یہ خیال آئے تک نہ"۔
"کیا نظر نہیں آتا؟"
"کیا مطلب؟"
"میرا خیال ہے... وہ اب تک ان سے رابطہ کر چکا ہو گا... کیونکہ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں اسے ایک کھرب نہیں دے سکتا"۔
"ہوں... سوال وہی ہے سر... اس سے آپ کو کیا فرق پڑ جائے گا؟"
"یہ حکومتی معاملات بہت عجیب ہوتے ہیں جمشید... اب تم

تمہیں کس طرح سمجھاؤں"۔
"آپ جو چاہتے ہیں صرف اتنا بتا دیں"۔
"بس میں چاہتا ہوں... تم اسے تلاش کر لو... اور میری اس سے ملاقات کرا دو"۔
"آپ کے خیال میں کون اس سے یہ معاملہ طے کر سکتا ہے... کون ہمارے ملک میں اتنا دولت مند ہے؟"
"نوشاہی آغا"۔ وہ بولے۔
"شکریہ آپ فکر نہ کریں... میں اس کا سراغ لگانے اور آپ سے ملاقات کرانے کی پوری پوری کوشش کروں گا"۔
"بہت خوب"۔
یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... اب انہوں نے کنگ کو فون کیا... ان کی آواز سن کر وہ بے تابانہ بولا۔
"وہ نوجوان آپ کو ملا یا نہیں"۔
"نہیں... ہٹ بالکل خالی پڑا ہے"۔
"اوہ... اوہ... یہ اچھا نہیں ہوا... ہم اس نوجوان سے بے تحاشا فائدہ اٹھا سکتے تھے"۔
"میں اس کی تلاش میں ہوں... اگر مل گیا تو ضرور آپ کو بتاؤں گا"۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" کنگ نے حیران ہو کر کہا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ کہ آپ کو اگر وہ مل گیا تو آپ مجھے اس کے بارے میں بتا دیں گے... گویا آپ مجھے جوئے میں جیتنے کا موقع فراہم کریں گے"۔

"جی نہیں! یہ بات ہرگز نہیں ہے.... آپ کو بتا دینے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس سے ملاقات بھی کر سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے... ایک بار وہ مل جائے... پھر بتاؤں گا"۔

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... اب انہوں نے پروفیسر داؤد کو فون کیا... وہ ان کی آواز سن کر چہکے۔

"آہا جمشید... یہ تم ہو... آج کل کہاں رہتے ہو بھئی؟"

"جی بس.... کیا بتاؤں"۔ وہ گڑبڑا گئے۔

"اچھا خیر... کچھ نہ بتاؤ.... صرف یہ بتاؤ.... فون کرنے کی کیسے کوشش کر ڈالی"۔ انہوں نے جل کر کہا۔

وہ مسکرا دیے... پھر بولے۔

"آپ نے اخبارات میں وہ خبریں پڑھیں"۔

"اس نوجوان والی؟" وہ ہنسے۔

"جی ہاں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"یار وہ کوئی فراڈ ہے... زبردست فراڈ"۔

"سوال یہ ہے... وہ ایسا کر کیسے لیتا ہے"۔

"میرا خیال ہے... وہ وی سی آر میں کوئی عام کیسٹ لگا دیتا

ہیں... اور پھر ہپناٹزم کے ذریعے اپنے موکل کو ایک دن بعد ہونے والا میچ دکھا دیتا ہے"۔

"وہ دکھا تو اسی وقت سکتا ہے نا... جب واقعی ایسا ہوتا ہے"۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"میرا خیال ہے... آپ یہیں آ جائیں... یا میں آپ کے ہاں آ جاتا ہوں"۔

"میرا خیال ہے جمشید... تم ہی یہاں آ جاؤ... کیونکہ تھوڑی دیر پہلے خان رحمان کا بھی فون آیا تھا... وہ مجھے اپنے گھر بلا رہے تھے... میں نے انہیں یہاں آنے کا کہہ دیا... اب اگر میں تمہاری طرف آتا ہوں... تو وہ ادھر آ جائیں گے"۔

"خیر اس مسئلے کا حل تو موبائل فون کے ذریعے ممکن ہے... لیکن نہیں... میں آ جاتا ہوں"۔

"او کے"۔

فون بند کر کے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تب پھر ہم بھی کیوں نہ چلیں"۔

"ضرورت تو نہیں ہے... چاہو تو چلو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ اسی وقت تجربہ گاہ پہنچ گئے... خان رحمان ان سے پہلے پہنچ چکے تھے... اور پروفیسر داؤد انہیں اس نوجوان کے بارے میں بتا چکے

تھے۔

"یہ معاملہ تو حد درجے پراسرار ہے جمشید"۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں! بالکل... لیکن اس میں پریشان ہونے والی ذرا بھی کوئی بات نہیں ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"کل کو تو ہو سکتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کل کو... کیا مطلب؟"

"مستقبل قریب میں"۔

"وہ کیسے... اور کیا؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"صدر صاحب کا خیال ہے کہ وہ نوجوان اگر ان کے مخالفین سے رابطہ کرے گا... اور ایک ماہ بعد ہونے والے الیکشن انہیں دکھا دے تو وہ حکومت کو ختم کر دیں گے... اور نئی حکومت جو بنے گی... وہ ان کے لیے اور ملک کے لیے پریشانی کا سبب بنے گی"۔

"یہ ایک نئی بات سامنے آئی ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"حیرت ہے... یہ نوجوان کس قدر جلد اتنے اہم لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا"۔ خان رحمان بولے۔

"ابھی کیا ہے... میرے خیال میں تو یہ اور زیادہ خطرناک ثابت"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"لیجیے... آ گیا اس نوجوان کا فون"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"تم یہ بات کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"اس نے پہلے گھر فون کیا ہو گا... امی جان نے اسے یہاں کا نمبر دے دیا ہو گا"۔

"یہ ضروری نہیں... تاہم خیال یہی ہے کہ فون اسی کا ہو"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا لیا۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہے ہیں"۔ ادھر سے کھنک دار آواز سنائی دی۔

"اور آپ وہ نوجوان ہیں... جو کل ہونے والے میچ دکھا دیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"آپ کو شاید ایسا کرنا برا لگا ہے"۔

"تو کیا اچھا لگے گا... ارے بھائی... اس معاملے نے بہت سے لوگوں کو الجھن میں مبتلا کر دیا ہے... اور کئی لوگ آپ کی تلاش میں ہیں... اور آپ ہیں کہ اس طرح غائب ہو گئے... جیسے گدھے کے سر سینگ"۔

"آپ لوگوں کے ارادے نیک نہیں رہے تھے... اس لیے مجھے ایوان صدر سے نکل آنا پڑا"۔

"کیا مطلب... یہ کیا بات کہی آپ نے؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں.... صدر صاحب مجھ سے بات کر رہے تھے....
لیکن پھر اچانک کہنے لگے کہ اب مجھ سے بات چیت ان کا ایک آدمی
کرے گا.... مجھے یہ بات معلوم ہے کہ ایسے موقعوں پر وہ سوائے آپ
کے اور کسی کو نہیں بلاتے.... اندر میں نے اس وقت خوف محسوس
کیا.... اور وہاں سے نکل آیا"۔

"لیکن کیسے بھئی.... محافظوں نے آپ کو وہاں سے نکلتے نہیں
دیکھا"۔

"اوہ! یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں.... ایسا تو آپ بھی کر سکتے
ہیں"۔ وہ ہنسا۔

"کیا مطلب.... میں سمجھا نہیں"۔ انسپکٹر جمشید دھک سے رہ
گئے۔

"بس سمجھ جائیے.... اچھا تو میں وہاں سے نکل آیا.... اب یار
لوگ.... میرا مطلب ہے جواری لوگ تو مجھے ڈھونڈ ہی رہے ہیں....
حکومتی لوگ بھی میری تلاش میں ہیں.... صدر کے مخالف جتنے لوگ
ہیں.... انھیں میری زیادہ ضرورت ہے"۔

"ہاں! میں یہ بات سمجھ رہا ہوں.... لیکن آپ کو اس کام سے
فائدہ کیا ہو گا.... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"فائدہ.... حیرت ہے.... آپ فائدے کی بات کرتے ہیں....
صرف چند میچ دکھا دینے سے مجھے بیس کروڑ کا فائدہ ہو گیا ہے.... ابھی تو

نہ جانے کتنے میچ رہتے ہیں.... آپ خود سوچیں"۔

"میں سوچ رہا ہوں.... آپ فکر نہ کریں"۔ انھوں نے برا سا
منہ بنایا۔

"اوہ اچھا.... خیر.... کوئی بات نہیں"۔

"کیا آپ کے صدر مجھے ایک کھرب دینے کے لیے تیار ہیں....
یا میں ان کے مخالفین کو الیکشن دکھا دوں"۔

"اگر آپ نے مخالفین کو الیکشن دکھا دیا تو پھر کام ہمارے لیے
آسان ہو جائے گا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھا۔

"مطلب یہ کہ اس صورت میں آپ کو گرفتار کرنے کا جواز
ہمارے پاس ہو گا.... ہم آپ کو حکومت کے خلاف غداری کرنے کے
جرم میں گرفتار کر لیں گے"۔

"اوہ نہیں! آپ ایسا نہیں کر سکیں گے.... ویسے میں جانتا ہوں،
آپ میرے خلاف کچھ نہ کچھ کریں گے ضرور.... اسی لیے میں غائب ہو
گیا ہوں اور میرا دعویٰ ہے کہ آپ مجھے تلاش نہیں کر سکتے.... لگا کر
دکھا دیں میرا سراغ.... گرفتاری میں خود دے دوں گا.... اور ساری
زندگی کے لیے آپ کا غلام بے دام بن جاؤں گا"۔

"بہت خوب! اب تو آپ کو تلاش کرنا ہی ہو گا"۔

"ہاہاہا.... آپ اور مجھے تلاش کریں گے.... یہ بھی ایک ہی

رہی"۔

"اچھی بات ہے.... ہم آ رہے ہیں"۔

"آپ کا انتظار کرتے کرتے تو شاید میں بوڑھا ہو جاؤں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر.... کیا کیا جائے.... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"مقابلہ"۔ اس نے کہا۔

"کیا کہا.... مقابلہ"۔

"ہاں! مقابلہ"۔

"آخر کیسا مقابلہ.... پتا تو چلے"۔

"بہت زبردست مقابلہ.... آپ ساحل اونادا پر آ جائیں"۔

"میں وہاں گیا تھا.... آپ نہیں ملے"۔

"اس وقت سامان سمیٹنے کا مسئلہ تھا.... اب ہم اس کام سے فارغ ہو چکے ہیں تو میں ایک بار پھر ہٹ میں موجود ہوں"۔

"اگر یہ بات ہے تو میں آ رہا ہوں.... اس لیے کہ آپ سے دو ہاتھ کرنا اب میرے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے"۔

"لیکن آپ مجھ سے وہ دو ہاتھ کس قانون کے تحت کریں گے"۔

"پہلے یہ واقعی ہمارے لیے ایک سوال تھا.... اب نہیں رہا"۔

"کیوں.... کیا وجہ.... اب مجھ سے کیا جرم سرزد ہو گیا ہے"۔

"آپ وقت کے حاکم کے خلاف کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں.... اگر حکومت کے مخالفین آپ کو ایک کھرب روپے دے دیں تو کیا آپ انہیں ایک ماہ بعد ہونے والا الیکشن اسی وقت دکھا دینے کا دعویٰ نہیں کر رہے ہیں"۔

"ہاں! کر رہا ہوں"۔

"تو آپ کا ایسا کرنا حکومت وقت کے خلاف ایک قدم ہو گا.... اور صدر ابھی حکومت میں ہیں.... وہ آپ کی گرفتاری کا حکم دے سکتے ہیں"۔

"تب پھر آپ میری گرفتاری کا حکم دے دیں.... میں عدالت میں دیکھ لوں گا"۔

"یہ کام میں خود کرنا پسند کروں گا.... ہٹ پر آ رہا ہوں.... وہاں موجود رہیں"۔

"او کے.... آپ فکر نہ کریں.... میں موجود رہوں گا"۔

وہ پانچوں کو ساتھ لیے اسی وقت ہٹ کی طرف روانہ ہو گئے.... ہٹ کا دروازہ بند تھا.... محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی۔

"دروازہ کھلا ہے.... آپ اندر آ جائیں"۔ ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... پھر وہ اندر داخل ہو گئے.... وہاں وہ نوجوان واقعی موجود تھا۔

"انسپکٹر صاحب.... خوش آمدید.... آپ بہت بڑے انسپکٹر ہیں....

بہت اونچے۔۔۔ آدمی ہیں، آپ کی بہت شہرت ہے۔۔۔ یہ سب کچھ
ہے۔۔۔ آپ کے خیال دلانے پر واقعی میں نے محسوس کیا کہ میں
حکومت کے خلاف لوگوں کو الیکشن دکھا کر حکومت کے خلاف کام کرنے
والا ثابت ہو جاؤں گا، لہٰذا میں نے اپنا یہ ارادہ بالکل بدل دیا ہے اور
اب میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔۔۔ اگر میں نے کبھی ایسا کیا تو آپ
ضرور مجھے گرفتار کرنے کے لیے آ جائیے گا۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں
ہو گا، باقی رہی یہ بات کہ میں ایوان صدر سے کس طرح نکل آیا تو میں
ہپناٹزم کا ماہر ہوں اور اگر میرا وہاں سے اس طرح نکل آنا جرم ہے تو
مجھے گرفتار کر لیں اور سزا دلوا دیں۔۔۔ میں وہ سزا کاٹنے کے لیے تیار
ہوں"۔

وہ حیرت زدہ سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔ اور صاف طور
پر محسوس کر رہے تھے کہ وہ اس اقرار کے بعد اسے ہرگز گرفتار نہیں کر
سکتے۔۔۔ عدالت زیادہ سے زیادہ اس سے معافی مانگنے کا کہے گی۔۔۔ وہ
یہیں معافی مانگ رہا تھا۔۔۔ اور اس پر کوئی دفعہ جرم کی نہیں لگ سکتی
تھی۔

ان لمحات میں انہوں نے حد درجے بے بسی محسوس کی۔۔۔ ان
کے خیال میں ایک بہت بڑا اور بہت خطرناک مجرم ان کے سامنے تھا
لیکن۔۔۔ وہ اسے گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ اچانک انہیں ایک خیال
سوجھا۔

دروازہ بند ہے

"میں نے ارادہ بدل دیا ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"ہم آپ کو گرفتار نہیں کر رہے"۔

"میرا بھی یہی خیال تھا"۔ وہ مسکرایا۔

"آپ ایسا کس طرح کر لیتے ہیں۔۔۔ یہ تو آپ بتائیں گے
نہیں۔۔۔ لیکن آپ اپنی اس طاقت کے ذریعے ملک اور قوم کو بہت
بڑے بڑے فائدے پہنچا سکتے ہیں۔۔۔ مثلاً" کوئی خوفناک طوفان آنے والا
ہے۔۔۔ یا سیلاب آنے والا ہے۔۔۔ اب ان آفات سے جن جن جگہوں
پر بے تحاشا تباہی مچنے والی ہے۔۔۔ آپ وقت سے پہلے ان پر اس طاقت
کے ذریعے وہ دیکھ کر اللہ کی مخلوق کو بچا سکتے ہیں۔۔۔ لوگ وقت سے
پہلے محفوظ مقامات پر جا سکتے ہیں۔۔۔ آپ ایسے کام کیوں نہیں کرتے۔۔۔
میری مانیں۔۔۔ آپ حکومت میں شامل ہو جائیں۔۔۔ حکومت آپ کو
معقول معاوضہ دے گی۔۔۔ بس آپ اس قسم کے بھلائی کے کام کیا
کریں۔۔۔ پھر دیکھیں گے۔۔۔ آپ قوم کے ہیرو بن جائیں گے"۔

"مجھے قوم کا ہیرو بننے کا کوئی شوق نہیں ہے.... مجھے تو بس
دولت کمانے کا شوق ہے.... اس قدر دولت کمانے کا شوق ہے کہ
میرے مقابلے میں کوئی کما نہ سکے.... میں ابھی اس حد تک نہیں
پہنچا.... لیکن بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے.... جب میں کم سے کم
وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت کمانے لگوں گا اتنی کہ میرے مقابلے
میں کوئی نہ کما سکے.... ابھی میں اس حد تک نہیں پہنچا.... لیک بہت جل
وہ وقت آنے والا ہے جب میں دنیا بھر میں سب سے کم وقت میں سب
سے زیادہ دولت کمانے والا بن جاؤں گا.... ابھی تو میں صرف اپنے ا
ملک میں تھوڑی سی شہرت حاصل کر سکا ہوں.... لیکن ذرا سوچئے
میری شہرت تو پر لگا کر اڑنے والی ہے.... جب یہ بات دوسرے مل
تک پہنچے گی.... تو کون میرے پیچھے نہیں دوڑے گا"۔

وہ دھک سے رہ گئے.... واقعی اگر اس کا یہ پروگرام تھا تو
شخص تو دنیا کو دیوانہ بنانے والا تھا.... بڑے بڑے بادشاہ اور حکمران ا
کے دروازے پر لائن میں لگ سکتے تھے۔

"آخر آپ اس قدر دولت کما کر کریں گے کیا"۔ انسپکٹر جم
نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! یہ سوال کیا ہے آپ نے کام کا.... یہ جو دنیا میں کھر
لوگ ہیں.... یا اس سے بھی زیادہ دولت مند ہیں.... یہ کیا کرتے
دولت کا؟"

"بس اس سے عیش کرتے ہیں.... دنیا کی ہر عیش خریدتے
ہیں.... جو بھی ان کے گمان میں ہو سکتی ہے.... اور بس.... اس سے
زیادہ دولت ان کے کسی کام نہیں آتی.... لیکن جب وہ اس دنیا سے
رخصت ہونے لگتے ہیں.... تو دنیا بھر کی دولت بھی ان کے کسی کام
نہیں آتی.... وہ ہر قسم کا عیش چھوڑ کر مٹی کے نیچے دفن کر دیے جاتے
ہیں.... وہاں سے انہیں اب قیامت کے دن اٹھنا ہو گا.... اور اس
دولت کا حساب کتاب دینا ہو گا.... وہ بھی اس صورت میں کہ آدمی
مسلمان ہو اور اگر اسلام لایا بھی نہ ہو.... تب تو اس سے دولت کا
حساب کتاب بھی نہیں لیا جائے گا.... اسلام نہ لانا ہی اس کا سب سے
بڑا جرم ہو جائے گا.... اور اسے سیدھا جہنم میں بھیج دیا جائے گا....
وہاں یہ دولت اس کے کام نہیں آئے گی.... یہ دولت اگر کام کر سکتی
ہے.... تو صرف ایک صورت میں.... یہ کہ آدمی پکا سچا مسلمان ہو....
اور اپنی دولت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہا ہو.... اور بس....
ورنہ کوئی دوسری صورت نہیں"۔

"میں ان باتوں کو نہیں مانتا"۔

"کیوں.... کیا آپ مسلمان نہیں؟"

"میں مسلمان ہوں"۔

"تب آپ کیسے مسلمان ہیں.... مسلمان تو جب تک آخرت پر
یقین نہ رکھے.... مسلمان ہو ہی نہیں سکتا"۔

"میں ماڈرن مسلمان ہوں"۔ وہ مسکرایا۔
"گویا آپ یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں
ہے"؟"۔
"ہاں بالکل.... مر کر سب مٹی ہو جاتے ہیں"۔
"اسلام نے اس کے بالکل الٹ بات بتائی ہے.... یہ کہ تمہارا
پروردگار ایک دن تم سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور حساب کتاب لے
گا"۔
"میں نے کہا نا.... میں ان باتوں کو نہیں مانتا"۔
"خیر.... آپ کی مرضی.... جب آپ مریں گے تو آپ کو پ
چل جائے گا' لیکن اس وقت پتا چل جانے کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہ
گا.... اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا"۔
"میں ان باتوں کو نہیں مانتا"۔
"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا.... کہ آپ ان باتوں کو نہیں
مانتے"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"بس آپ اب یہاں سے جائیں.... گرفتار تو آپ مجھے کر نہیں
رہے.... آپ کی پیشکش میں مان نہیں رہا.... اب آپ یہاں ٹھہر کر
کریں گے بھی کیا؟"
"او کے.... ہم جا رہے ہیں.... لیکن اتنا یاد رکھیں.... جس د
بھی آپ نے کوئی غیر قانونی قدم اٹھایا.... میں آپ کو گرفتار کرنے

جاؤں گا"۔
"اور میرے خیال میں.... ایسا دن آئے گا ہی نہیں"۔ وہ
مسکرایا۔
"جب کہ میرا اندازہ ہے.... ایسا دن آ کر رہے گا.... دولت کی
خواہش آپ کو ضرور غلط راستے پر لگائے گی.... آؤ بھئی چلیں"۔
یہ کہتے ہوئے' وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... وہ انہیں جاتے ہوئے
دیکھتا رہا' منہ سے کچھ نہ بولا۔
"یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا جمشید"۔
"اب ہم اس کے خلاف کر بھی کیا سکتے ہیں"۔
"پروفیسر صاحب! آپ کچھ بتائیں.... یہ شخص آخر کل ہونے
والی بات کس طرح بتا دیتا ہے.... جب کہ قرآن کریم کہتا ہے.... کوئی
نہیں جانتا.... کل کیا ہو گا"۔
"ہاں! یہ بالکل درست ہے.... کوئی نہیں جانتا.... کل کیا ہو
گا.... اس پر ہمارا ایمان ہے"۔
"تب پھر.... یہ کیسے دکھا دیتا ہے"۔
"اس کی میں ایک مثال دے سکتا ہوں' فی الحال میں یہ نہیں
جانتا کہ وہ کس طرح ایسا کرتا ہے"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔
"چلیے پھر.... مثال ہی دے دیں"۔ خان رحمان مسکرائے۔
"اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں.... کوئی نہیں جانتا ماؤں

کے پیٹ میں کیا ہے' یعنی لڑکا ہے یا لڑکی.... ایک بچہ ہے یا دو.... لیکن آج کے دور میں ایسے آلات بنا لیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے ڈاکٹر لوگ دیکھ لیتے ہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی.... تو کیا اس کا مطلب نعوذ باللہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی بات   ہو گئی.... نہیں بالکل نہیں"۔

"تب پھر وہ کیسے دیکھ لیتے ہیں؟"

"وہ اس وقت دیکھ لیتے ہیں.... جب اعضا بن جاتے ہیں.... اس وقت تو عام دائیاں تک بتا دیتی ہیں.... یعنی بغیر آلات کے.... اب مطلب یہ ہوا کہ اعضا بننے سے پہلے کوئی بتا سکا ہے.... نہیں.... ہرگز نہیں.... دوسرے یہ کہ آلات کا بتایا ہوا بھی اکثر   ثابت ہو جاتا ہے"۔

"اس مثال سے اس نوجوان والی بات کیسے واضح ہوئی انکل"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ سو فیصد وہی بات نہیں بتا سکتا.... جو کل ہونے والی ہے.... یعنی اس میں کچھ نہ کچھ   ہو گا.... مثلاً کل بارش ہو گی.... لیکن بالکل ٹھیک کس وقت ہو گی.... اور کتنی ہو گی.... یا کہاں کتنی ہو گی اور کہاں کتنی ہو اور کہاں نہیں ہو گی.... یہ باتیں بالکل سو فیصد درست یہ نہیں بتا سکے گا.... ہاں! ان کے آس پاس باتیں ضرور بتا سکے گا.... اپنے علم کے ذریعے حساب کتاب لگا کر یا پھر اس قوت کے ذریعے.... جو اس کے قبضے میں ہے.... ویسے میرا زیادہ خیال یہی ہے کہ کوئی پراسرار طاقت

اس کے قبضے میں ہے.... اس لیے کہ میں نے اس کی آنکھوں میں کوئی خوف نہیں دیکھا.... وہ مجھ سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھا"۔

"تب پھر.... ایوان صدر سے وہ کیوں نکل آیا تھا انکل؟" فرزانہ نے اعتراض کیا۔

"بعض کام انسان سوچے سمجھے بغیر کر گزرتا ہے.... ان کی کوئی وجہ نہیں ہوتی.... ہو سکتا ہے.... وہ بلاوجہ ہی چلا آیا ہو"۔

"خیر.... سوال پھر وہیں کا وہیں رہا.... کہ آخر وہ ایسا کس طرح کر لیتا ہے"۔

"اس پر میں کام کروں گا.... اور ان شاء اللہ میں جلد بتاؤں گا کہ وہ ایسا کس طرح کر لیتا ہے"۔

"گویا اب ہم گھر چل رہے ہیں اور فی الحال ہمارے لیے کوئی کام نہیں ہے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"نظر یہی آتا ہے.... لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔

پھر جونہی وہ گھر پہنچے.... انہیں ایک حیرت انگیز خبر ملی اور خبر تھی صدر صاحب کی طرف سے.... وہ کہہ رہے تھے۔

"جمشید.... اس نوجوان کی اہمیت ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے"۔

"جی.... کیا مطلب"۔ وہ چونکے۔

"دنیا کا ہر ملک اسے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہا ہے"۔

"جی.... کیا فرمایا.... دنیا کا ہر ملک.... گویا اس کے بارے میں دنیا

کو معلوم ہو گیا ہے"۔
"ہاں! آخر ہمارے ملک کے تمام اخبارات نے اس کے بار...
میں خبریں شائع کی ہیں.... غیر ملکی نمائندے بھی ملک میں ہوتے ہیں
انہوں نے اس نوجوان سے ملاقاتیں بھی کی ہوں گی.... کنگ اور ...
جلد سے بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی.... تو ...
انہیں پتا نہ چلتا.... اس کی خبر تو اب آندھی اور طوفان کی طرح
جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہی ہے"۔
"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔
"اور جمشید.... ہر ملک کی یہ کوشش ہے کہ وہ ان کے ہاں
آئے.... اس کے لیے.... اسے بڑی سے بڑی پیشکشیں کر رہے ہیں"
"تب پھر.... اس نے کس کی بات مانی؟"
"کسی کی بھی نہیں.... اس کا بیان ہے.... وہ ابھی غور کر...
اور پھر اپنا فیصلہ سنائے گا"۔
"اس کا مطلب ہے.... اب یہ کیس ہمارے ہاتھ سے نکل گیا
وہ اب ہمارے کام کا نہیں رہا.... اب تو بڑے بڑے ملک اس سے...
لیں گے.... اور ظاہر ہے سر.... آپ تو اسے ایک کھرب روپے
دے سکتے.... وہ لوگ کھربوں دے سکتے ہیں"۔
"ہاں جمشید.... لیکن.... وہ دنیا کے لیے خطرہ بننے والا ہے
میری یہ بات لکھ لو"

"جی کیا فرمایا.... دنیا کے لیے خطرہ.... وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید نے
چونک کر کہا۔
"یہ میرا احساس ہے.... وہ دنیا کے لیے کیسے خطرہ بنتا ہے.... یہ
مجھے نہیں معلوم.... شاید پروفیسر داؤد بتا سکیں"۔
"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں سر"۔ پروفیسر داؤد نے فوراً
کہا۔
"تب پھر.... ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" صدر بولے۔
"ابھی وہ ہمارے ملک میں ہے.... فوری طور پر اس کی گرفتاری
کے احکامات جاری کر دیے جائیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔
"تو فرد جرم کیا لگائی جائے گی.... دوسرے یہ کہ دنیا کے ممالک
کو ہم کیا سمجھائیں گے"۔
انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔
"یہ سب بعد کی باتیں ہیں جمشید.... اس کی گرفتاری سے زیادہ
ضروری کام اب کوئی نہیں ہے.... جلدی کرو.... اسے گرفتار کر لو"۔
صدر نے سخت لہجے میں حکم دیا۔
"بہتر سر.... اگر آپ کا حکم یہی ہے تو کر لیتے ہیں اسے گرفتار....
ہمارا کیا جاتا ہے"۔
انسپکٹر جمشید نے اسی وقت اکرام اور اس کے عملے کو حکم دیا کہ
وہ اس نوجوان کو گرفتار کر لائیں۔

آدھ گھنٹے بعد اکرام کا فون انھیں ملا۔

وہ کہہ رہا تھا۔

"سر... ہٹ کا دروازہ اندر سے بند ہے اور وہ کھول نہیں رہا"۔

○☆○
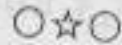
ایک سوال

چند سیکنڈ تک انسپکٹر جمشید سوچتے رہے، پھر بولے۔

"وہ کیا کہتا ہے؟"

"اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا سر"۔

"دروازہ توڑ دو... لیکن اس سے پہلے پوزیشن لے لی جائے... ایسا نہ ہو... دروازہ توڑنے والے اس کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں"۔

"بہت بہتر سر"۔ اکرام نے کہا۔

"اور مجھ سے موبائل پر رابطہ رکھو... فون بند نہ کرو"۔

"بہت اچھا سر"۔

پھر وہ دروازہ توڑے جانے کی آوازیں سنتے رہے... آخر اکرام کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ... یہ... یہ کیا سر"۔

"کیا ہوا اکرام؟" وہ فوراً بولا۔

"وہ اندر نہیں ہے سر... نہ اس کا ملازم اندر ہے... باقی سامان جوں کا توں موجود ہے"۔

"کیا ہٹ سے نکلنے کا کوئی اور راستا ہے؟"

"نہیں سر... بالکل نہیں"۔

"تب پھر دروازہ اندر سے بند کیسے تھا... اگر وہ اندر نہیں تھا"۔

"اسی بات پر تو حیرت ہے سر"۔

"وہیں ٹھہرو اکرام... میں آ رہا ہوں"۔

"اور انگلیوں کے نشانات اٹھوا لو"۔

"بہت بہتر سر"۔

وہ اسی وقت وہاں پہنچے... ہٹ کا اچھی طرح جائزہ لیا گیا... اس سے نکلنے کا کوئی اور راستا نظر نہ آیا... نہ کوئی خفیہ راستا انہیں ملا۔

"اس کا مطلب ہے... اس روز وہ ایوان صدر سے بھی اندر ہی اندر غائب ہوا تھا... وہ دروازے کے راستے تو نکلا ہی نہیں تھا اور اس کی ہپناٹزم والی بات جھوٹ تھی"۔

"ہاں! اب میں ایک بات سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں"۔

"اور وہ کیا ابا جان" فرزانہ نے تیزی سے کہا۔

"یا تو وہ انسان نہیں ہے... کوئی شیطان ہے... یا پھر اس دنیا کا انسان نہیں ہے... کسی دوسری دنیا کا انسان ہے... کسی اور سیارے کی مخلوق... میرا مطلب ہے... کسی اور زمین کی مخلوق"۔

"کیا... نہیں" وہ چلائے۔

"اور شیطان ایسے کام نہیں دکھا سکتا... وہ کل ہونے والی باتوں

کو نہیں دکھا سکتے... ان میں یہ طاقت نہیں ہے... کیونکہ غیب کی باتیں صرف اللہ تعالٰی کو معلوم ہیں... انسانوں، جنوں اور شیطانوں کو ہرگز معلوم نہیں ہیں... گویا وہ کسی دوسری دنیا کا آدمی ہے... اور اس دنیا میں بالکل ہماری زمین کی طرح لوگ آباد ہیں... لیکن"۔ وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"لیکن کیا جمشید؟" پروفیسر داؤد بوکھلا کر بولے۔

"لیکن... ان کی زمین پر وقت ہماری زمین سے کچھ آگے ہے... مطلب یہ کہ ہماری دنیا میں جو آج ہوتا ہے... وہاں چند دن پہلے ہو چکا ہے... اور یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں آج ہونے والا واقعہ ایک دن پہلے دکھا دیتا ہے... کیونکہ وہ اہم واقعات ریکارڈ کر کے لایا ہے... یا پھر کسی ذریعے سے اسے یہ ریکارڈنگ ساتھ ساتھ مل رہی ہے"۔

"کک... کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"اور اب یہ مخلوق ہماری زمین کے لیے بہت بڑا خطرہ بننے والی ہے"۔

"لل... لیکن ابا جان"۔

"اب یہ لیکن کہاں سے ٹپک پڑا؟"

"وہ تو ہماری طرح اردو بول لیتا ہے"۔

"تو کیا ہوا... کیا اس سیارے میں اردو بولنے والے نہیں ہو

سکتے"۔

"اردو.... اس سیارے میں"۔ فاروق بوکھلا اٹھا۔

"بالکل ہم جیسے کھلاڑی اگر وہاں میچ کھیل سکتے ہیں.... تو کیا اردو نہیں بول سکتے"۔

"مم پ.... پتا نہیں نہ.... کیا بات ہے.... ان باتوں پر یقین نہیں آ رہا"۔

"یقین مجھے بھی نہیں آیا.... لیکن میں نے جب سے اس نوجوان کے بارے سنا ہے.... اس وقت سے میں یہی سوچ جا رہا تھا کہ آخر وہ ایسا کس طرح کر لیتا ہے' بس یہی ایک بات ذہن میں آتی ہے.... لیکن...." وہ یہاں تک کہہ کر رک گئے۔

"لیکن کیا جمشید.... تمہاری باتوں نے تو مجھے دنگ کر دیا ہے۔ اگرچہ میں ایک سائنس دان ہوں اور تم سائنس دان نہیں ہو"۔

"حد ہو گئی.... پروفیسر صاحب.... آپ بھی دنگ رہ گئے"۔ خان رحمان نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"ارے وہ لیکن رہ گیا؟" محمود نے گویا یاد دلایا۔

"ان لیکنوں میں بس یہی تو بری بات ہے کہ جب دیکھو.... بس رہ جاتے ہیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"توبہ ہے تم سے"۔

"وہ تو مجھ سے ہے ہی خیر.... یہ کوئی نئی بات نہیں"۔

"میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ لیکن ضروری نہیں کہ بات یہی ہو.... ہو سکتا ہے بات کوئی اور ہو"۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا"۔

"اور وہ کیا پروفیسر صاحب"۔

"یہ کہ بات یہ نہیں ہے.... وہ اسی دنیا کا آدمی ہے.... ہمارے معاشرے کا.... بس اس نے کوئی تجربہ کیا ہے.... اور وہ ضرور کوئی سائنس دان ہو گا.... اس تجربے کی بنیاد پر وہ کسی طرح ایک دن ہونے والے میچ یا کسی واقعے کی ریکارڈنگ کر لیتا ہے.... بس بات صرف اتنی سی ہے"۔

"آپ.... آپ اس طرح کی بات کو اتنی سی بات کہہ رہے ہیں"۔ خان رحمان دھک سے رہ گئے۔

"تو میں اور کیا کروں"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا یہ کوئی چھوٹا موٹا تجربہ رہا ہو گا"۔

"ہاں! بس اتفاق سے یہ تجربہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو گا.... یا شاید اچانک.... میرا خیال ہے.... وہ تجربہ کچھ اور کر رہا ہو گا.... ہو گیا یہ.... اور اس نے اس تجربے کے ذریعے دنیا کی دولت سمیٹنے کی تیاری کر لی"۔

"اب اگر دوسرے ملکوں کی حکومتیں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں تو کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا... وہ یہاں سے چلا جائے... ہماری بلا سے... ہمارے ملک کو تو اس سارے معاملے سے نجات مل جائے گی"۔

"گویا ایک لحاظ سے یہ معاملہ ہمارے لیے ختم ہو جائے گا"۔

"ہاں اور کیا... ہماری چھٹی ہو جائے گی"۔

لیکن ان کا یہ خیال غلط نکلا... جونہی وہ گھر پہنچے... صدر صاحب کا پیغام انہیں ملا... انہوں نے پیغام چھوڑا تھا کہ جونہی یہ لوگ آئیں... انہیں فون کر لیں... انہوں نے فون کیا... آواز سنتے ہی صدر صاحب بولے۔

"جمشید... فوراً سے پہلے اس نوجوان کو تلاش کرو... اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے... اس قدر کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"جی... کیا مطلب؟"

"ہر ملک نے اپنے اپنے ایجنٹوں کو اس کام پر لگا دیا ہے کہ وہ اس نوجوان کو پکڑ کر ان کے ملک میں لے آئیں... اس سلسلے میں بہت بڑے بڑے انعامات رکھے گئے ہیں... اس قدر بڑے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"تو پھر انہیں لڑنے مرنے دیں... ہم کیوں اس آگ میں کودیں"۔

"نہیں جمشید... وہ نوجوان جتنا اہم ان لوگوں کے لیے ہے... اتنا ہی ہمارے لیے ہو گیا ہے"۔

"آخر کیسے سر"۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہر حکومت اسے حاصل کرنے کے لیے بری طرح بے چین ہے... وہ دنیا کا انوکھا انسان ثابت ہو گیا ہے... خاص طور پر بڑے بڑے لوگ اس سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں... اور سچ یہ ہے کہ اس سوال کا جواب دنیا کا ہر انسان جاننا چاہتا ہے"۔

"آخر وہ کیا سوال ہے سر"۔

"حیرت ہے جمشید... تم مجھ سے یہ پوچھ رہے ہو... حالانکہ تم خود اس سے یہ پوچھنا پسند کرو گے"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ وہ کب مرے گا؟"

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

○☆○

جلدی آئیے

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... پھر صدر صاحب کی آواز
ابھری۔

"ہاں جمشید... اب تم کیا کہتے ہو"۔

"یہ ٹھیک ہے... قدرتی طور پر آدمی جانا چاہتا ہے... کہ اس
کی موت کب ہو گی... لیکن یہ نہ جاننا ہی اس کے لیے بہتر ہے... اللہ
تعالیٰ کی اتنی بڑی عنایت ہے... کہ ہمیں معلوم نہیں، کس دن مریں
گے... جس آدمی کو معلوم ہو جائے گا... وہ تو سب بھول جائے گا...
ہر دم اسے اس دن کی آمد کا خوف سوار رہے گا... لہٰذا کم از کم میں
نہیں جاننا چاہوں گا یہ بات"۔

"لیکن جمشید... اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر لوگ اس
سے سوال پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"اور وہ کیا؟" انھوں نے اس وقت شدید بے چینی معلوم کی۔

"یہ کہ مرنے کے بعد ان پر کیا گزرنے والی ہے... قبر میں ان
کے ساتھ کیا ہونے والا ہے... وہ اپنی آنکھوں سے زندگی میں دیکھنا

چاہتے ہیں... اور غیر مسلم تو یہ بات اور زیادہ شدت سے دیکھنا چاہتے
ہیں... کیونکہ ان کے خیال میں تو قبر میں عذاب ہو گا ہی نہیں... بس
مرنے کے بعد سب مٹی ہو جائیں گے... کچھ لوگ اگر مرنے کے بعد
ثواب اور عذاب کا عقیدہ رکھتے بھی ہیں تو ان کے مذہبی رہنما انھیں یہ
دھوکا دیتے ہیں کہ وہ ان کے گناہ دنیا میں بخشوا دیتے ہیں... لہٰذا انھیں
فکر کرنے کی ضرورت نہیں... بس ان کے پیٹ بھرتے رہو... اس چیز
نے انھیں آخرت کی فکر سے بے فکر کر دیا ہے... لیکن ہمارے ہاں تو
ایسا نہیں ہے... ہر مسلمان... چاہے کتنا ہی کمزور مسلمان ہو... جانتا
ہے... مرنے کے بعد قبر کا عذاب تو ہے ہی... اس کے بعد قیامت کے
دن بھی جنت دوزخ کے فیصلے ہونے ہیں... بہرحال... وہ نوجوان اس
وقت مسلم دنیا سے کہیں زیادہ غیر مسلم دنیا کے لیے اہمیت اختیار کر گیا
ہے... ہر کوئی اسے حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گیا ہے... اور ان کے
ایجنٹ ہمارے ملک میں حرکت میں آ گئے ہیں... دوسری طرف تمہارا
یقین ہے کہ نوجوان اس طرح غائب ہے... جیسے گدھے کے سر سے
سینگ"۔ صدر صاحب نے گویا تقریر جھاڑ دی۔

"یس سر... لیکن اب اسے تلاش کرنا ضروری ہو گیا... ہم اسے
غیر مسلم دنیا کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے... اس سے پوری دنیا میں
خون خرابہ شروع ہو جائے گا... وہ نوجوان اگر ایک ملک کے ہاتھ لگ
گیا تو دوسرا ملک اس سے اسے چھیننے کی کوشش کرے گا... وہ

چھین لے گا تو کوئی دوسرا اس سے چھیننے کی کوشش کرے گا اور اس
طرح کبھی نہ ختم ہونے والا چکر شروع ہو جائے گا.... لہٰذا اس کا ایک
ہی حل ہے"۔ یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ اس نوجوان کو صرف اور صرف ہم حاصل کر لیں"۔

"بہت خوب جمشید.... یہی تو میں چاہتا ہوں.... بتا ہے....
نے کیا سوچا ہے"۔ صدر صاحب لہک کر بولے۔

انسپکٹر جمشید زور سے چونکے.... ان کی آنکھیں مارے حیرت
پھیل گئیں۔

"کیا آپ نے یہ سوچا ہے.... ہم اس نوجوان کے ذریعے کو
کما سکتے ہیں"۔

"ہاں.... کیوں نہیں.... اس میں کیا برائی ہے.... دنیا کے
اگر اس سے کوئی سوال پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ قلم کی صورت میں
کے سوالات کے جوابات دے سکتا ہے.... اور اس طرح ہم
معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے"۔

"پتا نہیں سر.... یہ تو علمائے دین بتائیں گے.... اس میں
ہے یا نہیں.... میرے خیال میں تو کل کی بات کوئی نہیں بتا سکتا
نوجوان اگر بتا دیتا ہے تو بہت الجھن کی بات ہے"۔

"اس کا حل یہی ہے کہ تم اسے تلاش کرو.... پہلے تو ہم

سے یہ پوچھیں گے کہ وہ یہ کر کیسے لیتا ہے؟"

"اگر آپ کہتے ہیں تو میں آج ہی سے اس کی تلاش شروع کر
دیتا ہوں"۔ انہوں نے تھکے ہارے انداز میں کہا۔

"اور کل تک تلاش کر لو گے"۔ صدر صاحب ہنسے۔

"آپ بہت لطف رہے ہیں.... خیر تو ہے"۔

"بس جمشید.... کیا بتاؤں کیسی کیسی عجیب و غریب پیشکشیں آ
رہی ہیں"

"کیا مطلب سر میں سمجھا نہیں"۔

"میرے منہ سے نکل گئی یہ بات میں بتانا نہیں چاہتا تھا"۔

"اوہ.... جلدی بتائیں.... مارے بے چینی کے ہمارا برا حال
ہے"۔

"ایک ملک کہہ رہا ہے کہ اگر ہم وہ نوجوان تلاش کر کے اس
کے حوالے کر دیں تو وہ ہمیں تین کھرب ڈالر دینے کو تیار ہے.... بنگال
کے صدر کا پیغام پانچ کھرب ڈالر کا ہے.... اس طرح انشارجہ تو دس تک
پہنچ چکا ہے.... جمشید یار میرے منہ میں پانی آ رہا ہے.... ہم اپنے ملک
کو بے مثال ترقی دے سکتے ہیں.... یہ ہمارے لیے نادر موقع ہے"۔

"کیا مطلب.... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں.... اگر وہ نوجوان
ہمارے ہاتھ لگ گیا.... تو آپ دس کھرب ڈالر کے بدلے اسے انشارجہ
کے حوالے کر دیں گے"۔

"انشارجہ کے نہیں.... جو زیادہ سے زیادہ رقم دے گا"۔ صدر
بولے۔

"لیکن آپ ایک جیتے جاگتے انسان کو کسی ملک کے حوالے کس
طرح کر سکتے ہیں سر"۔ انسپکٹر جمشید نے جھنجلا کر کہا۔

"کیوں نہیں جمشید.... اس میں کیا حرج ہے.... اگر ایک نوجوان
کے بدلے ہمیں دس کھرب ڈالر مل سکتے ہیں.... تو کیا ملک کے لیے ہم
اس نوجوان کی قربانی نہیں دے سکتے.... کیا اس سے پہلے ہمارے ان
گنت نوجوان دوسرے ملکوں میں جاسوسی نہیں کر رہے ہیں اور ان میں
سے اکثر ان کی گرفت میں آ کر موت کے گھاٹ نہیں اتار دیے
جاتے.... وہ بھی تو ملک اور قوم کے لیے مارے جاتے ہیں.... یہ تو
زندہ انسان، زندہ حالت میں ان کے حوالے کریں گے.... یہ جانتے
ہوئے کہ وہ اسے ہلاک نہیں کریں گے.... بلکہ وہ تو اسے زندہ رکھیں
گے.... اس کی حفاظت کریں گے"۔

"یہ ایک انوکھی صورت حال ہے سر.... اس سلسلے میں ہمیں
علمائے کرام سے مشورہ لینا پڑے گا"۔

"وہ ہوتا رہے گا.... جب تک علمائے کرام اجازت نہیں دیں
گے.... ہم اسے کسی ملک کے حوالے نہیں کریں گے.... پہلا کام تو
اسے تلاش کرنے کا ہے.... ہم اسے کسی ملک کے حوالے نہ کریں۔
تب بھی وہ کھربوں کا نوجوان ہے"۔

"یہ نوجوان پوری دنیا کے لیے انوکھا انسان ثابت ہو گیا ہے....
پوری دنیا میں ہل چل مچ جائے گی.... اسے حاصل کرنے کے لیے
طوفان ہمارے ملک کا رخ کرنے والے ہیں اور سر میں خوف محسوس کر
رہا ہوں"۔

"کرتے رہو جمشید.... مجھے مزا آ رہا ہے.... بس ایک احتیاط
کرنا.... کوئی ملک اسے ایسے ہی نہ لے اڑے.... اگر ایسا ہوا تو مجھے تمام
زندگی افسوس رہے گا.... اور میں تم سے ہمیشہ کے لیے نفرت کرنے
لگوں گا"۔

"ارے باپ رے"۔ وہ گھبرا گئے۔

"بس تو جمشید.... فوراً حرکت میں آ جاؤ"۔

"جی بہتر"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا.... اور صدر صاحب نے فون
بند کر دیا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید حرکت میں آ گئے.... پہلے انہوں نے ان
تینوں کو حکم دیا۔

"جلدی جلدی اس نوجوان کی تصویر بنا ڈالو.... بالکل اس نے
نقوش والی تصویر.... پھر ہم اس کی کاپیاں بنا کر اپنی خفیہ فورس کو دیں
گے"۔

انہیں یہ ہدایت دینے کے بعد انہوں نے خفیہ فورس کے
انچارج کو فون کیا.... اور جلدی جلدی تمام ہدایات دیں.... اس کے بعد

اکرام کو فون کیا.... وہ اسے ہدایات دیں.... اتنی دیر میں تصویر بن چکی تھی.... بس کی کاپیاں نکال کر خفیہ فورس کو اور اکرام کو بھیجیں.... اس کے بعد وہ ان سے بولے۔

"اب ملک سے باہر جانے والے ہر راستے پر اس کی تصویر لیے ہماری خفیہ فورس کے آدمی موجود ہیں یا اکرام کے ماتحت.... لہٰذا ان راستوں سے کوئی اسے نہیں لے جا سکتا.... ہر بحری جہاز.... اور ہوائی جہاز اور سڑک کے راستے جانے والی گاڑیوں کی پوری چیکنگ ہوگی"۔

"لیکن ہمارے لیے کرنے کا کیا کام رہ گیا ہے"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی.... جونہی انہوں نے بٹن دبایا۔

ایک خوف میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

"انسپکٹر صاحب.... جلدی آیئے.... جلدی"۔

ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا.... انہوں نے اس کی آواز کو فوراً پہچان لیا.... وہ بلا کی رفتار سے باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

○☆○
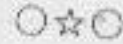
اب آئے گا مزا

گنگ کے ہوٹل میں زندگی معمول پر تھی.... وہاں انہیں کوئی گڑبڑ نظر نہ آئی.... وہ سیدھے کاؤنٹر پر پہنچے.... اور بولے۔

"گنگ کہاں ہے؟"

"اوپر اپنے رہائشی حصے میں"۔

"ہمیں فوراً وہاں تک لے چلیں.... وہ خطرے میں ہیں"۔

"کیا کہا.... خطرے میں"۔

"ہاں بالکل"۔ انہوں نے ہمیں فون کیا تھا.... جلدی کریں"۔

"آیئے"۔ وہ لفٹ کی طرف دوڑ پڑا.... وہ اس کے پیچھے بھاگے۔

اوپر پہنچے تو رہائشی حصے کا دروازہ بند ملا.... ملازم نے بے تابانہ انداز میں دستک دی.... فوراً جواب میں ایک خوفناک آواز ابھری۔

"ٹھہرو.... دروازے پر دستک نہ دو.... اور نہ دروازہ توڑنے کی کوشش کرو.... ورنہ ہم گنگ کو جان سے مار دیں گے.... یقین نہیں تو پوچھ لو اس سے"۔

"مسٹر گنگ.... آپ.... آپ کس حال میں ہیں؟" ملازم چلا

اٹھا۔

"ہم.... میں.... میں عجیب و غریب مصیبت میں ہوں"۔

"اوہ.... اوہ.... ہم آپ کے لیے کیا کریں.... ہم کیا کر سکتے ہیں.... یہ بتائیں آپ"۔

"کیا میری مدد کو باہر سے کوئی نہیں آیا؟"

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں"۔ ملازم نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"انسپکٹر جمشید کو فون کیا تھا میں نے.... اس وقت اگر کوئی مجھے بچا سکتا ہے تو انسپکٹر جمشید"۔

"بالکل غلط"۔ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"اوہ تو آپ آ گئے"۔

"ہاں! بالکل آ گیا.... لیکن آپ نے بالکل غلط بات کہی"۔

"کک.... کون سی بات؟"

"اس وقت اگر کوئی آپ کو بچا سکتا ہے تو وہ میں ہوں.... یہ بات آپ نے غلط کہی.... اس وقت بھی اور ہر وقت اگر آپ کو کوئی بچا سکتا ہے تو وہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات"۔

"اوہ.... اوہ"۔ کنگ کے منہ سے نکلا۔

"خیر.... آپ کچھ بتائیں بھی تو.... اندر کیا مسئلہ ہے"۔

"اندر میرے کمرے میں پانچ آدمی موجود ہیں.... ان کے ہاتھوں

میں عجیب و غریب ہتھیار ہیں.... میں نے ایسے ہتھیار آج تک نہیں دیکھے.... ہو سکتا ہے.... پستول ہوں.... بہرحال میں پوری طرح ان کے قبضے میں ہوں"۔

"یہ آپ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ مجھ سے اس نوجوان کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں.... ان کا خیال ہے کہ اسے میں نے کہیں چھپایا ہے.... جب کہ یہ بات غلط ہے"۔

"اچھی بات ہے.... سوال یہ ہے کہ ان حالات میں ہم آپ کے لیے کیا کریں؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا.... یہ آپ کا کام ہے"۔

"اچھی بات ہے.... ہمیں سوچنے دیں"۔

"کسی نے بھی ہمارے معاملے میں دخل دینے کی کوشش کی.... اس کی خیر نہیں"۔ اندر سے غرا کر کہا گیا۔

"ارے باپ رے.... یہ تو دھمکیوں پر اتر آئے"۔ محمود گھبرا گیا۔

"ہاں! حالانکہ اس غرض کے لیے یہ سیڑھی استعمال کر سکتے تھے"۔

"دھت تیرے کی"۔

انسپکٹر جمشید نے آنکھوں سے انہیں اشارہ کیا.... وہ اس رہائش

حصے کا جائزہ لینے کے لیے اس کا ایک چکر لگانے لگے اور جلد ہی ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے.... ایسے میں گنگ کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی.... جیسے اسے سخت چوٹ پہنچائی گئی ہو۔ وہ کانپ گئے... اور پھر تو گنگ کی چیخیں مسلسل سنائی دینے لگیں۔

”اب اس کے سوائی کوئی چارہ نہیں کہ ہم دروازہ توڑ دیں“۔

انسپکٹر جمشید گرجے۔

”اگر مرنے کا شوق ہے تو توڑ دو دروازہ.... یہ پستول ایسے ہیں کہ ایک وقت میں ایک فائر سو آدمیوں کے لیے کافی ہو جائے“۔

ایک بار پھر وہ ہل کر رہ گئے.... عین اس وقت دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی.... اور ایک فائر ہوا.... وہ گرتے چلے گئے۔

ہوش آیا تو جوں کے توں پڑے تھے... فائر کی آواز بہت ہی سنائی دی تھی... اور یہ حصہ ہوٹل کا سب سے اوپر والا حصہ تھا... ہوٹل کے مالک کی رہائش ہونے کی وجہ سے کوئی اس طرف نہیں تھا... ان حالات میں کون ان کی مدد کرتا آ کر۔

”ارے باپ رے.... آدھ گھنٹے تک بے ہوش رہے ہیں ہم“

انسپکٹر جمشید بولے۔

”اور وہ گنگ؟“

وہ اندر کی طرف لپکے.... اور پھر ان کی آنکھیں خوف سے

گئیں.... اندر گنگ مردہ پڑا تھا.... اس کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا.... گلا گھونٹا گیا تھا... شاید گیس پستول سے فائر کر کے اس کا کام تمام کیا گیا تھا۔

انہوں نے پولیس اسٹیشن کو فون کر کے صورت حال بتائی.... پھر وہاں ان کا اپنا عملہ بھی پہنچ گیا... انہوں نے ان کی ہدایات کے مطابق کام شروع کیا... انگلیوں کے نشانات اٹھا لیے گئے... لاش کی تصاویر لی گئیں... وہ ابھی یہاں پوری طرح فارغ نہیں ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔

انسپکٹر جمشید نے فوراً ریسیور اٹھا لیا... ایک خوفناک آواز سنائی دی۔

”اب ہم سیٹھ جابد کے ہوٹل میں موجود ہیں.... یہاں آنے کا شوق بھی پورا کر لیں... اگر ان صاحب نے اس نوجوان کا پتا بتا دیا... تو ٹھیک... ورنہ یہ بھی گئے کام سے.... آپ انھیں بچا سکتے ہیں تو بچا لیں“۔

”جی نہیں“۔

اب وہ پھر دوڑ لگانے پر مجبور تھے... بھاگم بھاگ سیٹھ جابد کے ہوٹل پہنچے... وہاں بھی وہی معاملہ تھا... وہ اپنے رہائشی حصے میں تھے.... دروازہ اندر سے بند تھا۔

”سیٹھ جابد.... آپ کس حال میں ہیں؟“

"ہم۔۔۔ میں۔۔۔ میں بہت بڑی مصیبت میں ہوں"۔

"ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں"۔

"دروازہ توڑ دیں۔۔۔ اور مجھے ان سے بچائیں۔۔۔ ان جلادوں

ہے"۔

"انسپکٹر جمشید اگر آپ نے دخل اندازی کی۔۔۔ تو سیٹھ جا

بھی وہی حشر ہو گا۔۔۔ جو کنگ کا ہوا ہے۔۔۔ اور تم لوگ بھی باہر

ہوش پڑے ہو گے۔۔۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔۔۔ ہمیں سیٹھ جا

سے دو دو باتیں کر لینے دیں"۔

"آپ دو دو باتیں ضرور کریں۔۔۔ لیکن ان پر سختی نہ کریں"۔

"سختی نہ کریں گے تو یہ سچ نہیں اگلیں گے"۔

"آپ ان سے اس نوجوان کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔ اندر سے کہا گیا۔

"انہیں اس کے بارے میں بالکل کچھ معلوم نہیں۔۔۔ ان

پہلے اگر معلوم ہوتا تو کنگ کو ہو سکتا تھا۔۔۔ لیکن وہ بھی صرف

والے پتے سے واقف ہے۔۔۔ اور بس"

"آپ اپنی ٹانگ نہ اڑائیں۔۔۔ ہمیں اپنے طریقے سے کام

دیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ انہوں نے بے چارگی کے عالم میں ہے

ادھر محمود، فاروق اور فرزانہ اپنا کام شروع کر چکے تھے۔۔۔

ایک روشن دان تک پہنچ گیا تھا۔۔۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔۔۔ اس نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"او کے۔۔۔ محمود۔۔۔ انہیں نشانہ بنا ڈالو۔۔۔ یہ سیٹھ جامد کو ویسے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔ انہوں نے اشارہ کیا۔

اور پھر محمود کے پستول سے بہت تیزی سے گولیاں نکلیں۔

اندر چیخوں کا بازار گرم ہو گیا۔۔۔ محمود اس وقت تک نہ رکا۔۔۔ جب تک اس کا پستول خالی نہ ہو گیا۔۔۔ پستول خالی ہونے کے بعد اس نے اندر کا جائزہ لیا۔۔۔ ابھی اندر دھواں تھا۔۔۔ لہٰذا وہ صاف طور پر دیکھ نہیں سکتا تھا۔۔۔ آخر خدا خدا کر کے دھواں چھٹا۔۔۔ تمام حملہ آور لیٹے نظر آئے۔۔۔ اور سیٹھ جامد کرسی میں بت بنا بیٹھا تھا۔۔۔ شاید اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔ پھر دروازہ توڑا گیا۔۔۔ لاشوں کا جائزہ لیا گیا۔

"خدا کا شکر ادا کریں سیٹھ جامد۔۔۔ آپ بچ گئے۔۔۔ جب کہ کنگ کو ہلاک کر دیا گیا ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"انہی لوگوں نے کنگ کو ہلاک کیا ہے۔۔۔ پہلے یہ اس کی طرف گئے تھے۔۔۔ ادھر سے ادھر آئے تھے۔۔۔ کیا آپ کو اس نوجوان کے بارے میں کچھ معلوم ہے"۔

"نن نہیں۔۔۔ بالکل نہیں"۔

"اگر معلوم ہے تو بتا دیں۔۔۔ ورنہ ہمارا ملک ایک خوفناک ہنگامے کی لپیٹ میں آ جائے گا۔۔۔ تمام بڑے ممالک اس نوجوان کو ہر حال میں حاصل کرنے پر تل گئے ہیں"۔

افسوس! مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔۔۔ معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔۔۔ اپنی جان سے زیادہ قیمتی تو نہیں ہے میرے لیے نوجوان"۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ آپ آرام کریں اور اپنی حفاظت کے انتظامات کر لیں۔۔۔ تنگ کے بعد صرف آپ کے بارے میں ہی یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس نوجوان کے بارے میں آپ ضرور جانتے ہیں۔۔۔ لہٰذا اس کو پا لینے کی کوشش میں مصروف لوگ آپ کی طرف ضرور آئیں گے"۔

"ارے باپ رے۔۔۔ مارا گیا پھر میں تو۔۔۔ آخر میں کب تک ان حالات میں پھنسا رہوں گا۔۔۔ آپ میرے لیے کچھ کریں"۔

"صرف اور صرف ایک شرط پر"۔

"اور وہ کیا؟" اس نے فوراً کہا۔

"آپ یہ جوئے کا کاروبار بالکل چھوڑ دیں۔۔۔ جائز کاروبار کریں"۔

"یہ کاروبار بھی جائز ہے۔۔۔ کیا اس کی اجازت حکومت سے نہیں لے رکھی ہم نے"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"میں نہیں جانتا۔۔۔ حکومت سے آپ لوگوں نے کس طرح منظوری لے رکھی ہے۔۔۔ لیکن میرے نزدیک یہ کاروبار بالکل ناجائز ہے۔۔۔ حرام ہے"۔

"آپ اس چکر میں نہ پڑیں"۔

"تب میں آپ کی حفاظت کے چکر میں بھی کیوں پڑوں۔۔۔ آپ کے پاس دولت ہے۔۔۔ اثر و رسوخ ہے۔۔۔ آپ اپنی حفاظت کے لیے انتظامات۔۔۔ بلکہ ان گنت انتظامات کر سکتے ہیں"۔

"او کے! میں کر لوں گا۔۔۔ یہ کاروبار نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔ اس لیے کہ زندگی گزر گئی ہے اس میں۔۔۔ اب کیا کروں گا چھوڑ کر۔۔۔ کیسے اپنے اخراجات پورے کروں گا۔۔۔ اخراجات جو بادشاہوں جیسے ہیں میرے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"بادشاہوں جیسے اخراجات کم کیے جا سکتے ہیں۔۔۔ آپ کے پاس ہوٹل موجود ہے۔۔۔ اس ہوٹل سے بھی تو کافی آمدنی ہو جاتی ہو گی"۔

"ہاں! لیکن میرے لیے ناکافی ہے"۔

"خیر۔۔۔ یہ آپ کا مسئلہ ہے۔۔۔ میں ذاتی طور پر آپ کی حفاظت کا انتظام اسی وقت کر سکتا ہوں۔۔۔ جب آپ یہ کاروبار چھوڑنے کا وعدہ کریں۔۔۔ ورنہ نہیں۔۔۔ اگر سرکاری طور پر مجھے ایسا کوئی حکم ملا تو میں سرکاری سطح پر آپ کی حفاظت کا انتظام کر دوں گا۔۔۔ اور بس"۔

"مجھے آپ سے اپنی حفاظت کا انتظام نہیں کرانا۔۔۔ میرے پاس

اور بہت سے ذرائع ہیں"۔

"بالکل ہیں.... میں تو خود یہ بات کہ چکا ہوں"۔

اور وہ وہاں سے چلے آئے.... لاشوں کا انتظام اکرام کے سپرد کر
آئے.... گھر پہنچے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی.... انہوں نے ریسیور
اٹھایا تو دوسری طرف سے اس نوجوان کی چہکتی آواز سنائی دی۔

"آہا! انسپکٹر صاحب.... کیا حال ہے آپ کا"۔

وہ یک دم سیدھے ہو گئے.... ایکس چینج والا بٹن بھی دبا دیا...
تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس نمبر سے بات کی جا رہی ہے.... ساتھ ہی
انہوں نے محمود کو اشارہ کیا" اس نے فوراً" دوسرے فون سے ایکسچینج
کے نمبر ڈائل کیے۔

"کس نمبر سے بات ہو رہی ہے"۔

"نہیں معلوم سر.... اس طرف نمبر نہیں آ رہا.... فون کرنے
والے نے آلہ لگا رکھا ہے"۔

"اوہ اچھا خیر"۔

ادھر انسپکٹر جمشید خاموش تھے.... اور وہ بار بار انہیں مخاطب کر
رہا تھا.... طنزیہ انداز میں کہ رہا تھا۔

"میری آواز سنتے ہی آپ کی سٹی تو گم نہیں ہو گئی انسپکٹر
صاحب.... آپ کی تو بہت شہرت ہے.... سنا ہے.... جبرال جیسے لوگ
آپ کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں"۔

"نہیں.... میری سٹی گم نہیں ہوئی.... میں کچھ سوچنے لگ گیا
تھا"۔ وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"اوہو اچھا.... آپ کیا سوچنے لگ گئے تھے.... ذرا میں بھی تو
سنوں"۔

"یہ کہ تمہارے لیے کیسا چوہے دان تیار کروں کہ تم اس میں
پھنس جاؤ"۔

"اوہ! تو آپ مجھے پھانسنے کے چکر میں ہیں.... کیا آپ مجھے
گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں! اب تو یہ کرنا ہی ہو گا.... اس لیے کہ تمہاری وجہ سے
میرے ملک کا امن تہ و بالا ہوتا نظر آ رہا ہے"۔

"صرف امن.... آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا.... کیا کچھ تہ و بالا
نہیں ہو گا"۔ وہ ہنس کر بولا۔

"لیکن میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا.... تمہیں
پکڑ لوں گا"۔

"ایسا نہیں ہو گا.... میں آپ کی پہنچ سے باہر ہوں.... بہت دور
ہوں.... آپ تو بس منہ تکتے رہ جائیں گے.... بلکہ اپنا سا منہ لے کر رہ
جائیں گے.... اور شاید منہ لپیٹ کر رہ جائیں.... کیونکہ میرے ہاتھوں
آپ کو منہ کی کھانا پڑے گی اور میں فخر کے انداز میں کہ سکوں گا....
چلے تھے مجھ سے مقابلہ کرنے.... یہ منہ اور مسور کی دال.... اب شاید

آپ کہ انھیں.... کہ میں اپنے منہ میاں مٹھوں بن رہا ہوں.... لیکن
اس بات کی تو آپ بھی داد دیں گے.... کیا کبھی آپ کے بچوں نے بھی
ایک پیرے میں ایک لفظ کے تحت اتنے محاورے بولے ہیں؟"

"میں نے حساب نہیں لگایا"۔ وہ بولے۔

"اچھا کیا کہ حساب نہیں لگایا.... سنا ہے، رنگ رنگ کے
محاورے بولتے رہتے ہیں وہ لوگ بھی مجھ سے مقابلہ ہوا تو دیکھوں گا....
انھیں بھی"۔

"کیا مطلب.... کیا تم ان سے اردو کے محاورات میں مقابلہ کرو
گے"۔ انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! پہلے محاورات میں مقابلہ ہو گا.... پھر زندگی اور موت
مقابلہ ہو گا"۔

"چھوڑیں.... یہ سب بعد کی باتیں ہیں.... مجھے تو بس اتنا
دو.... کیا تم اس دنیا کے انسان ہو؟"

"افسوس!" اس نے کہا۔

"یہ کیا کہا.... افسوس.... آگے بھی تو بولو"۔ انھوں نے بھنا
کہا۔

"افسوس.... میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہ بات بس اتنی ہی ہے کہ میں اس سوال کا جواب نہیں دے
سکتا"۔

"گویا تم اس دنیا کی مخلوق نہیں ہو"۔

"یہ اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے"۔

"تو پھر تم اس دنیا کے ہی انسان ہو"۔

"یہ اندازہ بھی غلط ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی.... ارے بھائی تو پھر تم کیا ہو؟"

"آپ کے لیے ایک سوال.... آپ کے لیے ہی نہیں.... اس
پوری دنیا کے لیے.... ہے کوئی جو مجھے حل کر سکے"۔ اس نے گویا چیلنج
کیا۔

"کیا تم حساب کے کوئی سوال ہو؟" فاروق نے بھنا کر کہا۔

وہ ہنس دیے.... ادھر اس نے چونک کر کہا۔

"اوہ! تو یہ لوگ بھی کون سن رہے ہیں"۔

"ہاں! بالکل سن رہے ہیں"۔

"میرا ان سے ملنے کو بہت جی چاہ رہا ہے.... مہربانی فرما کر انھیں
ڈی کوزا ہال میں بھیج دیں"۔

"کیا مطلب.... ڈی کوزا ہال"۔

"کیوں! کیا ہوا.... اگر آپ کو وہاں کوئی خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

تو میں کسی اور ہال کا نام بتانے کے لیے تیار ہوں"۔

"یہ بات نہیں"۔ انہوں نے پر سکون آواز میں کہا۔

"تب پھر؟" وہ بولا۔

"اس میں تمہاری کوئی چال لگتی ہے"۔

"ارے نہیں.... تم لوگوں کے خلاف کوئی چال چلنے کی
ضرورت نہیں.... ایسی ضرورت تو اس وقت ہو سکتی ہے.... جب
آپ لوگوں سے کوئی خطرہ ہو.... جب مجھے آپ لوگوں سے کوئی خطرہ
نہیں ہے.... تو میں کیوں آپ لوگوں کے لیے کوئی جال بچھاؤں
بھلا.... آپ اور آپ کی دونوں ساتھی پارٹیاں مل کر بھی میرا کچھ
بگاڑ سکتیں.... مجھ جیسا کوئی مقابل آپ کو آج تک نہیں ملا ہو گا
یقین نہیں تو تجربہ کر لیں"۔

"اچھی بات ہے.... میں انہیں ڈی کوڈا ہال میں بھیج رہا ہوں
لیکن خیال رہے.... اپنے وعدے پر کاربند رہنا ہو گا"۔

"فکر نہ کریں.... میری بھی ایک شرط ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"آپ خود ان کے ساتھ نہیں آئیں گے.... نہ تعاقب
ہوئے یہاں تک پہنچیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

"یہ جواب واضح نہیں ہے"۔

"میں نہیں آؤں گا.... گھر میں رہ کر انتظار کروں گا"۔

"یہ آپ بہت اچھا کریں گے.... اس طرح آپ انہیں خطرے
سے بچا لیں گے اور اگر آپ آئے تو پھر یہ خطرے میں گھر جائیں
گے"۔

"بے فکر رہیں.... میں نہیں آؤں گا"۔

"شکریہ! اب آئے گا مزا"۔

اس کی طنزیہ آواز سنائی دی.... اور ساتھ ہی اس نے فون بند کر
دیا.... عین اس لمحے ایک عجیب بات ہوئی.... اور وہ یہ کہ فرزانہ بہت
زور سے اچھلی۔

○☆○
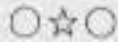
الٹ پلٹ

انہوں نے دیکھا.... فرزانہ کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی اور خوف ہی خوف تھا۔

"خیر تو ہے فرزانہ.... کیا ہوا؟"

"مجھے ایک عجیب و غریب خیال آیا ہے.... اور وہ حد درجے خوفناک بھی ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... اب تم ہمیں بھی خوف میں مبتلا کرو گی"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا کیا جائے.... مجبوری ہے"۔

"اچھا تو پھر ذرا مجھے باہر چلا جانے دو"۔ فاروق نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب.... باہر کیوں جانا چاہتے ہو"۔

"کم از کم میں خوف زدہ ہونے سے بال بال بچ جاؤں گا"۔

"ارے ہاں.... بال بال بچ جانے پر یاد آیا.... اب ذرا محاورے بھی یاد کرنا شروع کر دو.... اس نے تمہیں محاورات کا بھی چیلنج دیا

ہے"۔

"وہ تو بعد کی بات ہے ابا جان.... فرزانہ کی خوفناک بات تو سن لیں"۔ محمود بولا۔

"اوہ ہاں.... جلدی بتاؤ فرزانہ"۔

مین اس وقت فاروق واقعی باہر نکل گیا.... صرف کمرے سے نہیں.... گھر سے بھی باہر نکل گیا.... وہ ہنس پڑے۔

"بزدل کہیں کا"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"خیر.... فاروق بزدل تو ہرگز نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بنتا تو ہے نا ابا جان"۔

"یہ اس کی عادت ہے.... ارے ہم نے اب تک اس کیس میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو شامل نہیں کیا.... میرے خیال میں یہ کیس بہت خاص کیس ہے.... اور انہیں شامل کرنا ہی ہو گا"۔

"تب تو انہیں فون کر دیں.... بلکہ میں تو کہتی ہوں ابا جان.... انکل کامران مرزا اور شوکی برادرز کو بھی فون کر دیں"۔

"نہیں.... فی الحال انہیں فون کرنے کی ضرورت نہیں.... آخر انہیں ملک کے دوسرے حصوں سے آنا پڑتا ہے.... نہ جانے اس وقت ان کی کیا مصروفیات ہوں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے خان رحمان کے نمبر ڈائل کیے.... جونہی سلسلہ ملا.... خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"ظہور کے بچے... دیکھو دروازے پر کون ہے... گھنٹی بج رہی ہے"۔

"سرکار فون کی گھنٹی ہے"۔ ظہور کی آواز سنائی دی۔

"فون کا ریسیور تو میں نے اٹھایا ہوا ہے۔۔۔ خان رحمان چلائے۔

"ہائیں... تب پھر اس گھنٹی کو کیا ہوا... فون کی گھنٹی کے انداز میں کیوں بج رہی ہے"۔

"جا کر دیکھو... گھنٹی کو بعد میں دیکھنا"۔ وہ چلائے۔

"جی بہتر یہ گیا... اور یہ آیا"۔

انھوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی... اسی وقت خان رحمان ریسیور میں بولے۔

"ہالو... ہم... میرا مطلب ہے... السلام علیکم... کون صاحب ہیں؟"

"یہ کیا طریقہ ہوا... ریسیور اٹھا کر پہلے ظہور سے باتیں کرتے رہے... اب مجھ سے بات شروع کر دی"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"او یار جمشید... معاف کرنا... دونوں گھنٹیاں ایک ساتھ بج اٹھی تھیں"۔

"اچھا خیر... معاف کیا... تم فوراً ادھر آ جاؤ"۔

"افسوس"۔ خان رحمان بولے۔

"افسوس کیسا؟"

"میں فوراً نہیں آ سکتا... اس لیے کہ آج بیگم نے میرے لیے ایک خاص ڈش تیار کی ہے"۔

"حد ہو گئی... میں تمہیں بلا رہا ہوں... اور تم ڈش کی بات کر رہے ہو... آج کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جونہی ڈش تیار ہو گی... میں کھانے کے لیے بیٹھ جاؤں گا... اور کھانے کے فوراً بعد تمہاری طرف روانہ ہو جاؤں گا... یار جمشید بس اتنی مہلت دے دو"۔

"آج ہو کیا گیا ہے... تمہیں"۔ ان کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت سمٹ آئی کیونکہ خان رحمان تو ان کی آواز سنتے ہی دوڑ پڑتے تھے۔

"کچھ نہیں... بس مجھے آج ڈش ہو گئی ہے... ڈش"۔

"میں تو خود اس ڈش کے ہاتھوں بہت تنگ ہوں"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"تم... تم کون سی ڈش سے تنگ ہو جمشید"۔ وہ چونک کر بولے۔

"وہ ڈش... جس کے ذریعے ٹی وی پر دنیا بھر کے سٹیشن لگتے ہیں اور ہماری قوم بس ڈش کے پروگرام دیکھتی رہتی ہے... سکول اور کالج کے بچوں نے اب پڑھنے لکھنے کا شوق ایک طرف رکھ دیا ہے...

بس ہر وقت ڈش کو گلے لگائے رکھتے ہیں"۔

"ہوں اچھا خیر.... مطلب یہ کہ تم ڈش کھائے بغیر نہیں آؤ گے"۔

"ہرگز نہیں جمشید.... اس بات کو لکھ لو"۔ وہ چہکے۔

"یار تمہاری دماغی حالت تو ٹھیک ہے آج"۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

"ہاں بالکل.... ابھی ابھی تو ڈاکٹر صاحب گئے ہیں.... ڈاکٹر فاضل صاحب"۔ انہوں نے بتایا۔

"وہ کس سلسلے میں آئے تھے؟"

"میری بیگم کا بھی وہی خیال تھا.... جو تم نے قائم کیا ہے.... یہ کہ آج میری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے.... کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا ہے.... لہٰذا مجھے ڈاکٹر سے چیک اپ کرا لینا چاہیے.... چنانچہ میں نے ان کے مشورے پر ڈاکٹر فاضل صاحب کو فون کیا.... وہ فوراً پہنچ گئے اور مجھے اچھی طرح چیک کیا.... یار جمشید.... جانتے ہو.... انہوں نے کیا کہا ہے؟"

"کیا کہا ہے؟"

"یہ کہ کوئی بات ہے ضرور.... لیکن کیا.... یہ وہ بھی نہیں سمجھ سکے.... لہٰذا وہ واپس چلے گئے.... یہ کہہ کر کہ میں کسی ماہر نفسیات سے مشورہ کروں.... اب تم بھی یہی بات کر رہے ہو تو مجھے کسی ماہر نفسیات

سے مشورہ کرنا ہی پڑے گا"۔

"تم یہیں آ جاؤ.... ماہر نفسیات کو یہیں بلا لیں گے"۔

"لل.... لیکن.... وہ ڈش"۔

"اچھا بابا.... ڈش کھا کر آ جانا"۔

"بہت بہت شکریہ.... تم کتنے اچھے دوست ہو جمشید.... تمہارا جواب نہیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... بس جلدی آنے کی کوشش کرو"۔ انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

عین اس وقت فاروق اندر داخل ہوا اور چونک کر بولا۔

"ہائیں.... آپ میں سے کوئی بھی خوف زدہ نظر نہیں آ رہا"۔

"ابھی ہم نے فرزانہ سے بات نہیں پوچھی.... میں خان رحمان کو فون کرنے لگ گیا تھا اور اب پروفیسر داؤد کو کرنے لگا ہوں"۔

"لیکن پہلے آپ فرزانہ کی بات تو سن لیتے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی سن لیں گے.... بات کہیں بھاگی نہیں جا رہی"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا.... اور پھر پروفیسر داؤد کے نمبر ڈائل کیے۔

"کک.... کون؟" انہوں نے ایسے انداز میں کہا.... جیسے دروازے پر دستک ہونے پر کوئی پوچھتا ہے۔

"انسپکٹر جمشید"۔

"تو باہر کیا کر رہے ہو.... اندر آ جاؤ"۔

"حد ہو گئی"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اس میں کوئی شک بھی نہیں"۔ وہ فوراً بولے۔

"کس میں کوئی شک نہیں"۔

"اس میں کہ حد ہو گئی ہے.... آج صبح سے جمشید نہ جانے کیا ہو رہا ہے.... گھنٹی بجتی ہے.... فون کی اور میں ریسیور اٹھا کر اس طرح بات کرنے لگتا ہوں.... جیسے دروازے کی گھنٹی بجی ہو اور میں نے دروازے پر جا کر پوچھتا ہوں.... باہر کون ہے.... یا دستک ہوتی ہے تو دروازے پر جا کر یہ خیال کرتا ہوں کہ فون کی گھنٹی بجی ہے.... لہٰذا ریسیور اٹھا کر کہنے لگتا ہوں.... السلام علیکم.... کون صاحب بات کر رہے ہیں.... یہ تو اگر گھر میں شائستہ نہ ہوتی تو.... تو اس وقت تک شاید میں پاگل ہو جاتا"۔

"آپ ایسا کریں کہ یہاں آ جائیں.... ہم یہاں آپ کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... لیکن بھئی میں نے ڈاکٹر کو فون کر رکھا ہے...."

"آتے ہی ہوں گے.... آتے ہی ہوں گے نہیں.... بلکہ آ چکا ہوں"۔

انہوں نے ایک آواز سنی.... اس آواز کو سن کر وہ نہ جانے کیوں چونکے.... کیونکہ یہ آواز اسی نوجوان کی تھی.... جس کی وجہ سے یہ سارا ہنگامہ مچا ہوا تھا.... انہیں اپنی سانس گم ہوتی محسوس ہوئی۔

"آپ.... آپ کون ہیں؟"

پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی.... ادھر انسپکٹر جمشید نے بیرونی دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔

جب تک وہ تینوں باہر آتے.... ان کی کار ہوا ہو چکی تھی.... اب وہ اپنی کار کی طرف دوڑے.... جلد ہی وہ اس میں بیٹھ کر تجربہ گاہ کی طرف اڑے جا رہے تھے۔

انسپکٹر جمشید تجربہ گاہ کے سامنے پہنچ کر کار سے اترے اور دوڑ پڑے.... صدر دروازے کے تمام محافظ بالکل مردوں کی طرح پڑے ہوئے تھے.... ان کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ دیکھتے.... وہ صرف بے ہوش ہیں' یا مر چکے ہیں.... انہوں نے دروازے پر ہاتھ مارے.... وہ اندر سے بند تھا.... انہوں نے زور لگایا.... لیکن دروازہ نہ کھلا.... وہ مضبوط بھی بہت تھا.... اب انہوں نے پچھلی طرف دوڑ لگا دی.... لوہے کا ایک پائپ چھت تک جا رہا تھا.... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... جوتے اتار کر اس پر چڑھتے چلے گئے.... آج وہ فاروق کو بھی مات دے رہے تھے.... اس سے زیادہ تیزی سے اوپر چڑھ رہے تھے.... اور اس بات کا اندازہ انہیں فارق کی آواز سن کر ہوا.... وہ تینوں اس وقت پائپ کے نیچے تھے.... فاروق انہیں اس تیزی سے اوپر چڑھتا دیکھ کر پکار اٹھا۔

"حد ہو گئی.... آج تو آپ نے مجھے بھی پیچھے چھوڑ دیا"۔

ساتھ ہی وہ تینوں بھی اوپر چڑھنے لگے.... جب وہ چھت پر پہنچے۔ انسپکٹر جمشید ایک خفیہ راستے سے نیچے اتر چکے تھے.... اس خفیہ راستے کا صرف انہیں اور خان رحمان کو علم تھا.... پروفیسر داؤد نے ان کے علاوہ اور کسی کو نہیں بتایا تھا.... اگر اس وقت انہیں اس راستے کا علم نہ ہوتا تو وہ نیچے نہیں اتر سکتے تھے.... اس لیے کہ زینہ ہمیشہ دوسری طرف سے بند رہتا تھا اور یہ دیواریں اس قدر اونچی تھیں کہ رسی کی سیڑھی وغیرہ کے بغیر تجربہ گاہ کے صحن میں اترنا ممکن نہیں تھا.... اس طرح وہ فوراً" پروفیسر داؤد کے کمرے تک پہنچ گئے.... لیکن یہ دروازہ بھی اندر سے بند تھا.... ادھر انہوں نے دروازے پر دستک دی.... ادھر محمود، فاروق اور فرزانہ اس راستے سے نکل کر ان کی طرف بڑھے۔

"باہر کون ہے؟"

انہوں نے اس نوجوان کی آواز سنی۔

○☆○
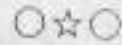
دماغ لے گیا

"آپ کو باہر کس کے ہونے کی امید ہے"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"اوہ! تو یہ آپ ہیں.... بہت جلد آپ نے دروازے توڑ ڈالے.... امید نہیں تھی کہ اس قدر جلد آپ یہاں آ جائیں گے"۔

"اب تو آ گئے جناب.... اب کیا ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اپنے پروفیسر سے کہیں.... آپ کے لیے اس کمرے کا دروازہ کھول دیں"۔

"کیوں! کیا تم یہ کام نہیں کر سکتے؟"

"نہیں! میں تو یہاں ہوں ہی نہیں.... صرف میری آواز یہاں سنائی دے رہی ہے.... اور آپ دوڑ پڑے.... کہ موقع اچھا ہے.... اب اس نوجوان کو گرفتار کر ہی لیں گے.... اب کریں میری آواز کو گرفتار.... ویسے انسپکٹر جمشید زندگی میں ایک بار یہ تجربہ بھی سہی"۔

"کون سا تجربہ؟"

"یہی.... آواز کو گرفتار کرنے والا.... اگلے دن اخبارات میں یہ خبر آپ کی تعریف میں لگے گی.... انسپکٹر جمشید نے مجرم کی آواز کو گرفتار کر لیا.... اور پھر آپ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ایک کر دیے جائیں گے"۔

"پروفیسر صاحب.... کیا آپ دروازہ کھولنے کی پوزیشن میں ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے اچانک پروفیسر داؤد سے پوچھا۔

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا.... پھر اسی کی آواز سنائی دی۔

"ایک بات تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گی انسپکٹر جمشید"۔

"اور وہ کیا؟" وہ اب بھی پرسکون انداز میں بولے۔

"یہ کہ مجھ جیسا دشمن آپ کو آج تک نہیں ملا ہو گا.... کیوں ہے نا یہی بات؟"

"ہاں شاید"۔ وہ بولے۔

"شاید نہیں.... یقیناً"۔ وہ ہنسا۔

"پروفیسر صاحب؟" وہ چلائے۔

"ان کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں.... خیریت سے ہیں.... لیکن آپ کی بات کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں.... یہ بات نہیں کہ میں نے ان کا منہ بند کر دیا ہے.... یا کان بند کر دیے ہیں.... نہیں.... وہ ہوش میں ہیں.... سن سکتے ہیں.... دیکھ سکتے ہیں....

لیکن بول نہیں سکتے"۔

"نن نہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اب میں ہر بار اس سوال کا جواب تو دینے سے رہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"ہوں.... اچھا.... تم چاہتے کیا ہو؟" انہوں نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"بہت جلد ہار مان گئے.... آپ مجھے کیا دے سکتے ہیں.... آپ تو خود میرے آگے مجبور ہیں.... میں اب اس پوزیشن میں ہوں کہ پورے ملک میں جو چاہوں، کر لوں"۔

"میرے خیال میں تو ایسی کوئی بات نہیں"۔

"یہ آپ کا خیال ہے.... میرا نہیں"۔

"اچھی بات ہے.... اس وقت آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"جو چاہتا تھا.... حاصل کر لیا.... اب جا رہا ہوں"۔

"آخر کیا حاصل کر لیا"۔

"دماغ.... پروفیسر داؤد کا دماغ"۔

"کیا کہا.... دماغ.... حاصل کر لیا.... کک.... کیسے؟" وہ بری طرح اچھلے۔

"جب آپ اندر آئیں گے.... تو دیکھ ہی لیں گے.... جونہی میں یہاں سے رخصت ہوں گا.... میرا مطلب ہے.... جونہی میری آواز

یہاں سے رخصت ہو گی میں چلا جاؤں گا اور دروازہ خود بخود کھل
جائے گا"۔

"سوال یہ ہے کہ آپ کو پروفیسر صاحب کے دماغ کی کیا
ضرورت پیش آ گئی ابھی ابھی تو انہوں نے مجھ سے فون پر بات کی
تھی اس قدر جلد تم نے ان کا دماغ کس طرح حاصل کر لیا"۔

"بس! دیکھ لیں' اسی کو کاری گری کہتے ہیں"۔

"او کے اب میں کیا کر سکتا ہوں نہ تو تم میرے سامنے
ہو' نہ اس کمرے کا دروازہ کھول رہے ہو"۔ انہوں نے بے چارگی کے
عالم میں کہا۔

"اور مجھے تمہارے سامنے آنے کی ضرورت بھی کیا ہے ویسے
اس بار آپ کو آئیں گے چکر پر چکر خیر یہ سوال آپ کے سامنے
آئے گا کہ مجھے گرفتار کیسے کیا جائے اچھا میں چلا"۔

آواز بند ہو گئی اس کے چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا وہ اندر
داخل ہوئے پروفیسر صاحب بت بنے بیٹھے تھے یوں لگتا تھا جیسے
انہیں سکتہ ہو گیا ہو۔

"السلام علیکم انکل آپ ٹھیک تو ہیں"۔

"اوہ تم لوگ وعلیکم السلام میں بالکل ٹھیک ہوں"۔ وہ
اچھل پڑے۔

"کیا کہا آپ بالکل ٹھیک ہیں"۔

"ہاں کیوں.... کیا تم چاہتے ہو.... میں ٹھیک نہ رہوں"۔

"یہ بات نہیں.... ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں اندر کیا ہوا تھا'
آپ سے کون باتیں کر رہا تھا؟"

"کوئی بھی نہیں تھا.... نہ مجھ سے کوئی باتیں کر رہا تھا"۔

"حیرت ہے.... اور دروازہ اندر سے کیوں بند تھا؟"

"دروازہ اندر سے بند نہیں تھا.... تم نے جونہی دروازے کو ہاتھ
لگایا کھل گیا.... تو اندر سے بند کیسے ہو گیا؟"

"اس کا مطلب ہے.... آپ کو کچھ معلوم نہیں"۔

"کیا معلوم نہیں؟"

"آئیے.... ہم آپ کو دکھاتے ہیں"۔

وہ انہیں باہر لے آئے.... بیرونی دروازے پر سب محافظ اب
تک بالکل بے ہوش پڑے تھے۔

"ارے.... انہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"یہی ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں"۔

"اچھا یہ بتائیں.... میں نے تھوڑی دیر پہلے آپ کو فون کیا
تھا.... وہ فون آپ کو یاد ہے"۔

"ہاں بالکل یاد ہے.... لیکن تم نے فون درمیان میں ہی بند کر دیا
تھا.... بات کرتے کرتے اچانک بند کر دیا تھا.... اور میں ہیلو ہیلو کرتا

رہ گیا"۔

"اوہ... اوہ"۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"یہ سارا معاملہ سمجھ سے باہر ہے... پروفیسر صاحب کیا آپ یقین کریں گے کہ آپ کا دروازہ اندر سے بند تھا اور ہم نے دباؤ ڈال کر اس کو کھولنے کی کوشش کی تھی... لیکن وہ نہیں کھلا تھا"۔

انہوں نے دوسرے رخ سے بات کی۔

"نہیں... یہ غلط ہے"۔

"جب ہم یہاں پہنچے تو یہ محافظ اسی طرح بے ہوش ملے تھے۔ تجربہ گاہ کے دروازے اندر سے بند تھے... ہم خفیہ راستے سے اندر داخل ہوئے... اور آپ کے کمرے تک پہنچے... وہ بھی اندر سے بند تھا... لیکن پھر وہ کھل گیا تھا... آپ کہتے ہیں... وہ اندر سے بند نہیں تھا"۔

"میں وہی بات کہہ رہا ہوں... جو کہا ہے"۔

"ہوں... اچھا چھوڑیں... آئیں چلیں... میں آپ سے بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں... اسی سلسلے میں وہ فون کیا تھا... خان رحمان تو میرے ہاں پہنچ چکے ہوں گے... اور شاید ادھر کا رخ کر چکے ہوں گے... کیونکہ ہم وہاں سے بہت افراتفری کے عالم میں بھاگے تھے"۔

"اور تم نے ایسا کیوں کیا تھا جمشید؟" انہوں نے حیران ہو کر

اچھا۔

"اس کی وضاحت ہم گھر چل کر کریں گے... یہاں مناسب نہیں"۔

"کک... کیوں... کیا اب میری تجربہ گاہ بھی غیر محفوظ ہو چکی ہے"۔

"جی ہاں! خیال یہی ہے"۔

"او کے چلو پھر"۔

وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے... خان رحمان راستے میں ملے... انہیں دیکھ کر انہوں نے بھی کار موڑ لی... اب سب گھر پہنچے... صحن میں کرسیوں پر بیٹھ گئے... بیگم جمشید نے چائے اور دوسری چیزیں سامنے رکھ دیں"۔

"اب کیا کیا جائے"۔ انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھا۔

"پہلے انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل کو سارے حالات سنا دیں... اس کے بعد مل کر یہ سوال اٹھائیں گے کہ اب کیا کیا جائے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہ اچھا"۔ انہوں نے کہا اور تمام حالات تفصیل سے سنا دیے... وہ غور سے سنتے رہے... پھر انہوں نے کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں... پروفیسر صاحب... خاص طور پر میں یہ سوال آپ سے کر رہا ہوں... آپ بتائیں... اب ہم کیا

کریں؟"

"تمام حالات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئے"۔ انہوں نے

پیشانی مسلی۔

"ارے"۔ محمود زور سے اچھلا۔

"کیا ہوا بھائی.... بچھو نے کاٹ لیا کیا؟"

"کتنی بار کہا ہے.... ہمارے گھر میں بچھو نہیں ہیں"۔

"اوہ.... تو پھر کس چیز نے کاٹا؟" فاروق کے لہجے میں حیر

تھی۔

"یار تم چپ رہو"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"اچھی بات ہے"۔ فاروق نے کہا اور مضبوطی سے ہونٹ

لیے.... اس طرح اس کا چہرہ بہت عجیب سا لگنے لگا.... وہ ہنس پڑے۔

"ہاں! کیا بات تھی.... کس بات پر چونکے تھے تم؟" انسپکٹر ج

اس کی طرف مڑے۔

"فرزانہ کا خیال ہم ابھی سن نہیں سکے تھے کہ آپ انکل

رحمان کو فون کرنے لگ گئے.... پھر پروفیسر انکل کو فون کرنے لگے

اور اس کے بعد ہم دوڑ پڑے.... میرا مطلب ہے.... اس بھاگ

میں ہم بھول گئے.... فرزانہ کو کوئی حد درجے خوفناک بات

تھی"۔

"ارے ہاں واقعی"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور ایسے میں ا

نظریں فرزانہ پر جم گئیں۔

"یہ کیا معاملہ ہے.... پہلے اس کی وضاحت ہو جائے"۔ پروفیسر
داؤد بولے۔

"وضاحت ہی تو کی تھی انکل"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا.... یہ وضاحت تھی.... تب تو ٹھیک ہے"۔ انہوں نے
کہا۔

ب نے حیرت بھری نظروں سے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا....
یسے پوچھنا چاہتے ہوں.... آپ کو یہ ہو کیا گیا ہے.... پھر اچانک فرزانہ
نے چونک کر کہا۔

"ارے باپ رے"۔

"اب کیا ہوا.... ابھی تو ہم نے پہلے والی بات بھی نہیں سنی"۔

"اس نے.... اس نے کہا تھا.... وہ ان کا دماغ لے جا رہا ہے"۔

"دماغ.... لے جا رہا ہے.... کس کا؟" پروفیسر بوکھلا اٹھے۔

"آپ کا"۔ اس نے کہا۔ اگرچہ یہ بات انسپکٹر جمشید ان سے
یں کرنا چاہتے تھے.... لیکن محمود ایسا کر بیٹھا۔

"کیا کہا.... میرا دماغ"۔ انہوں نے فوراً سر کو ٹٹولا.... اور پھر
کر بولے۔

"نہیں تو.... میرا سر تو بالکل خیریت سے ہے"۔

"لیکن انکل.... دماغ تو سر کے اندر ہوتا ہے"۔ فرزانہ نے بوکھلا

کر کہا۔

"اور کسی کا دماغ نکالنے کے لیے سر کو کاٹنا پڑتا ہے.... جب
میرا سر بالکل درست حالت میں ہے"۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... لیکن کیوں نہ پہلے ہم آلات کے ذ
آپ کا دماغ دیکھ لیں"۔

"دیکھ لیں.... اگر وہ میرا دماغ نکال کر لے جاتا تو میں زند
رہ سکتا تھا.... میں تو اسی وقت مر جاتا"۔

"دیکھ لینے میں کیا حرج ہے انکل"۔ فاروق نے کھوئے ک
انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... اب جو تم کہو گے.... میں وہی کروں
لیکن لگتا ہے.... وہ میرا نہیں.... تم لوگوں کا دماغ نکال کر
ہے"۔

"لگے ہاتھوں ہم بھی اپنے دماغ کو آلات کے ذریعے د
گے"۔ وہ بولے۔

"اچھا بھائی چلو"۔

ہسپتال میں دماغ دیکھے گئے.... سب کے دماغ سروں
محفوظ تھے۔

"اب جمشید.... اب تم کیا کہتے ہو؟"

"اس کا مطلب تو پھر یہی ہے کہ یہ اس نے مذاق کیا تھا"

"ارے نہیں.... اس کا مطلب شاید کچھ اور تھا"۔ فرزانہ چلائی۔

"کیا.... نہیں"۔ پروفیسر پوری قوت سے چلائے۔

وہ تجربہ گاہ کی طرف دوڑ پڑے.... ان کے ہوش اڑے جا رہے تھے.... آخر وہ وہاں پہنچ گئے.... اس وقت تک محافظ ہوش میں آ چکے تھے.... اکرام، اس کے ماتحت اور ہسپتال کا عملہ بھاری تعداد میں وہاں موجود تھے۔

"ان لوگوں نے کچھ بتایا؟"

"جی نہیں.... ان کا کہنا ہے کہ اچانک ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی اور بس"۔

"ہوں اچھا.... خیر"۔

اب وہ اندر کی طرف لپکے.... پروفیسر صاحب نے فارمولوں والا سیف کھولا.... اس سیف کو ان کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا تھا.... اور پھر وہ دھک سے رہ گئے۔

○☆○

خوف
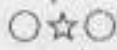
فارمولوں کی تمام فائلیں جوں کی توں موجود تھیں..... لیکن جب
ان کو کھول کر دیکھا گیا تو وہ بالکل سفید کاغذ بن چکی تھیں.... مطلب یہ
کہ ان کاغذات سے حروف گویا پر لگا کر اڑ چکے تھے..... وہ پھٹی پھٹی
آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے..... پروفیسر داؤد تو اس وق
اپنے جسم میں سے جان نکلتی محسوس کر رہے تھے۔
"یہ..... یہ اس نے کیسے کر ڈالا..... ان تمام فائلوں سے حروف
اڑا دینا کوئی چھوٹا کام نہیں تھا.... نہ یہ کوئی آسان کام تھا.... پھر
نہیں اس نے ایسا کس طرح کیا ہو گا؟"
"اب اس بات سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا بھلا.... کہ یہ اس
کس طرح کیا ہو گا.... سوال یہ ہے کہ اس انوکھے ترین مجرم کو ہم
طرح پکڑیں.... ورنہ یہ تو اس قسم کے کام کر کے ہمارا نکال دے
دیوالیہ.... ہم تو کہیں کے نہیں رہ جائیں گے"۔
"ہمیں سب سے پہلے فرزانہ کا خیال معلوم کرنا چاہیے....
میں محمود کو کچھ خیال آیا۔

"اوہ ہاں.... چلو فرزانہ.... بتاؤ"۔
"ہم.... مجھے.... بتاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے"۔
"ہائیں.... بتاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے.... تو کیا سنتے
ہوئے ہمیں خوف محسوس نہیں ہو گا"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔
ان حالات میں بھی وہ مسکرا دیے۔
"ہاں! سننے والوں کو بھی خوف کا احساس ہو گا"۔
"خدا کا شکر ہے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔
"کس بات پر خدا کا شکر ادا کیا؟"
"خدا کا شکر تو ہر بات پر ادا کرنا چاہیے"۔ اس نے چٹ سے
کہا۔
"لیکن.... بات یہ کہی گئی تھی کہ خوف کا احساس ہو گا.... اس پر
تم نے کہا، خدا کا شکر ہے"۔ خان رحمان نے اسے گھورا
"ہاں انکل.... خدا کا شکر ہے کہ ہمیں صرف خوف کا احساس ہو
گا.... گویا ہم پوری طرح خوف زدہ نہیں ہوں گے.... جب کہ فرزانہ
پوری طرح خوف زدہ دکھائی دے رہی ہے"۔
"حد ہو گئی"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔
"اب پہلے فرزانہ کی بات سن لی جائے.... پہلے ہی بہت دیر ہو
گئی.... جب بھی سننے لگتے ہیں.... کوئی بات شروع ہو جاتی ہے"۔
محمود نے کہا۔

"بالکل ٹھیک"۔ فاروق مسکرایا۔

"میں اس بات سے خوف زدہ ہوئی تھی کہ آج تک جتنے مجرموں
ے بھی ہمارا واسطہ پڑا ہے.... چاہے وہ کتنے ہی بڑے ' خوفناک ' طاقت
ور اور ذہین کیوں نہیں تھے.... ہم نے ان پر قابو پالیا.... انھیں شکست
دے ڈالی.... شکست پر شکست دی.... اکثر موت کے گھاٹ اتر گئے....
لیکن ان سب مجرموں کو.... یہ معلوم نہیں تھا.... کہ کل کیا ہو گا.... میرا
مطلب ہے.... ہمارے مقابلے میں کیا حالات پیش آئیں گے.... انھیں
معلوم نہیں تھا.... ہم کیا چال چلیں گے.... یا ان کی چال کے جواب میں
ہم کیا جوابی چال چلیں گے.... کیا کارروائی کریں گے.... لیکن اس بار
مجرم آپ لوگ خود سوچیں.... وہ کل ہونے والا میچ دکھا سکتا ہے.... تو
کیا ہم سے ہونے والا مقابلہ وہ پہلے سے نہیں دیکھ لے گا.... اور جب
کہ اسے پہلے سے معلوم ہو گا کہ مقابلے میں کیا ہوتا ہے.... تو.... میرا
مطلب ہے.... اس صورت میں وہ کس طرح قابو میں آئے گا بھلا"۔

"اف مالک! یہ تو واقعی حد درجے خوفناک بات ہے"۔ محمود
کانپ گیا۔

"میرے تو ہوش اڑ گئے"۔ فاروق نے کہا۔

"اور میرے اوسان خطا ہو گئے"۔ خان رحمان نے فوراً کہا۔

"مجھے تو کچھ پتا ہی نہیں چل رہا کہ یہ ہو کیا رہا ہے"۔ پروفیسر
داؤد نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر ہم اس سے مقابلہ کس طرح کر سکیں گے.... یہ واقعی
ایک سوال ہے.... خوفناک سوال"۔

"اس سوال نے مجھے بھی چکرا دیا ہے.... لیکن اس کا مطلب یہ
نہیں کہ ہم بس اسی میں چکرا کر رہ جائیں.... نہیں.... اس کی کوئی
ضرورت نہیں"۔

"تب پھر.... کس کی ضرورت ہے"۔

"خدا پر بھروسہ رکھنے کی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"چلیے ٹھیک ہے.... ہمیں اپنے خالق پر بھروسہ ہے.... اب ہم
کریں کیا؟"

"میرا خیال ہے.... یہ کیس باقی دو پارٹیوں کو بھی بلانے کا اشارہ
دے رہا ہے مجھے.... کیا خیال ہے.... بلا لیں انھیں؟"۔

"بالکل بلانا ہو گا"۔

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا کے نمبر ملائے....
لیکن ادھر سے شہناز بیگم نے بتایا کہ وہ کسی مہم پر نکلے ہوئے ہیں....
اب انھوں نے شوکی برادرز کے نمبر ملائے.... وہ بھی نہیں ملے۔

"اب کیا کریں؟" انھوں نے منہ بنایا۔

"صبر"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں.... واقعی.... ہمیں صبر کرنا ہو گا"۔

"آپ کہتے ہیں تو کر لیتے ہیں صبر"۔

"جی میں نہیں.... یہ تو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں.... اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ صبر کرو.... اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں"۔

"بالکل بالکل"۔ پروفیسر فوراً بولے۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا.... بلکہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان معاملات میں جو اب تک ہمیں پیش آ چکے ہیں.... ہمیں صبر سے کام لینا ہو گا.... بے صبری سے ہم کام خراب کر بیٹھیں گے.... ہمارے دشمن کے پاس ہم سے زیادہ.... بہت زیادہ وسائل ہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہے.... اور ابھی تک تو ہم یہ بھی معلوم نہیں کر سکے کہ.... وہ کل ہونے والا میچ کس طرح دکھا دیتا ہے"۔

"یہ سوال بھی ہے.... اور جونہی یہ سوال حل ہو گا.... یہ کیس اور اس کا مجرم گھاس کے ایک تنکے کی طرح اڑ جائیں گے"۔

"خدا کرے وہ وقت جلدی آئے.... میں تو اس کیس کے مجرم کو پکڑنے کے لیے بہت بری طرح بے چین ہو گیا ہوں"۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بجی.... انداز بالکل انجانا تھا.... انہوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... پھر محمود اٹھ کر دروازے کی طرف چلا گیا۔

"پہلے پوچھ لینا محمود"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

اس نے سر ہلایا اور دروازے پر پہنچ کر بولا۔

"کون صاحب؟"

"جی یہ میں ہوں.... باہر سے ایک مسکین سی آواز آئی۔

"میں کون؟"

"حیرت ہے.... آپ نے پہچانا نہیں"۔

اس بار آواز جانی پہچانی تھی.... محمود چونکا.... اندر موجود لوگ بھی اچھلے.... اور ادھر محمود نے کہا۔

"تک.... کیا مطلب.... وہی نوجوان؟"

"ہاں! ٹھیک سمجھے"۔

محمود نے فوراً دروازہ کھول دیا.... لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔

"یہ.... یہ کیا.... کیا ہمارے کان بجے تھے؟"

"نہیں.... کان نہیں بجے تھے.... خیر دیکھتے ہیں"۔

اور پھر انہوں نے باہر نکل کر اچھی طرح جائزہ لیا۔

"تت.... تو کیا اس کی آواز نے دستک دی تھی؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... آواز سنائی تو ضرور دے سکتی ہے.... لیکن دستک نہیں دے سکتی"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"تب پھر.... کیا وہ ہمارے دروازے تک آیا تھا اور دستک دے کر چلا گیا.... بھلا اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"حد ہے.... اس شخص کی کوئی بات بھی تو سمجھ میں نہیں

آتی"۔ فاروق بولا۔

"شاید یہ کیس ہمارے دماغوں کی چولیں ہلا دے گا"۔

"اور میرا دماغ تو وہ ویسے ہی نکال لے گیا ہے"۔

"ادھر دوسری دونوں پارٹیوں کا کہیں نشان نہیں مل رہا"۔

"گویا کریں تو کیا کریں.... جائیں تو کہاں جائیں"۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی.... فون کا بٹن دبانے پر اسی کی آواز سنائی دی۔

"آپ شاید اس وقت یہ سوچ رہے ہیں کہ میرے مقابلے پر آخر کریں تو کیا؟"

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"تو یہ بات آپ لوگ مجھ سے پوچھ لیں"۔

"بتائیں پھر"۔

"آپ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں.... حالانکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا"۔

"یہ کیا کہا تم نے.... تم نے کوئی جرم نہیں کیا' اب تک ان گنت جرائم کر چکے ہو.... کیا پروفیسر کی تجربہ گاہ کے محافظوں کو تم نے بے ہوش نہیں کیا.... غیر قانونی طور پر اندر داخل نہیں ہوئے.... وہاں اپنی من مانی نہیں کرتے رہے.... ان کے فارمولے تم نے نہیں چرائے؟"

"ہاہاہا.... لیکن میرے محترم.... ہوشیار ترین سراغرساں صاحب اور وکیل صاحب.... آپ میرے خلاف ثبوت کیا پیش کریں گے.... اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کیسے ثابت کریں گے کہ جس شخص کو آپ نے گرفتار کیا ہے.... وہ وہی ہے.... جس پر آپ یہ سارا الزام لگا رہے ہیں"۔

اس کی یہ بات سن کر انہیں چکر آگیا.... واقعی وہ یہ بات عدالت میں ثابت نہیں کر سکتے تھے.... ایسے میں اس کی آواز پھر ابھری۔

"سوچ میں پڑ گئے نا.... بس یہی ہے میری کاری گری.... انسپکٹر جمشید جیسے آدمی کو سوچ میں ڈال دیا.... جس نے اچھے اچھوں کو چکرا کر رکھ دیا.... اب بھی وقت ہے.... آپ میرے گروہ میں شامل ہو جائیں.... عیش کریں گے تمام زندگی.... ورنہ اس زندگی میں کیا رکھا ہے.... صبح سے شام تک مجرموں کو پکڑنے کے سلسلے میں دھکے کھاتے رہتے ہیں.... وقت پر کھانا تک نہیں کھا سکتے.... آپ کی بیگم کئی کئی بار آپ کے لیے کھانا گرم کرتی ہیں.... لیکن کھانے کی نوبت پھر بھی نہیں آتی"۔

"یہ تم نے کیا کہا.... تمہارا کوئی گروہ بھی ہے"۔ وہ چونک اٹھے۔

"جس قسم کا آپ سمجھ رہے ہیں.... اس قسم کا نہیں.... میرا گروہ ذرا مختلف قسم کا ہے"۔

"کیا تم واقعی کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو..... جو ہماری زمین سے وقت کے لحاظ سے آگے ہے.... یعنی وہاں جو آج ہوتا ہے... یہاں کل ہوتا ہے"۔

"واہ! کیا بات ہے..... بہت ذہین ہیں آپ.... لیکن اس سیارے سے زمین پر آنے کا کیا کوئی ذریعہ ہے"۔

"اگر ہماری اس دنیا کے سائنس دان دوسرے سیاروں پر جا سکتے ہیں..... مثلاً" چاند پر جانے کی باتیں مشہور ہیں..... مریخ پر جانے کی باتیں کرتے رہتے ہیں.... تو کیا وجہ ہے کہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہماری زمین پر اترنے کی کوشش نہیں کر سکتی"۔

"اچھا خیال ہے.... میں یہ نہیں کہوں گا کہ ایسا نہیں ہے..... نہ یہ کہوں گا کہ ایسا ہی ہے..... بس جیسا بھی ہے.... تمہارے لیے صرف اور صرف الجھن ہی ہے"۔

"ہم اپنی الجھنیں سلجھا ہی لیتے ہیں..... اللہ کی مہربانی سے، لہٰذا آپ ہمارے لیے فکرمند نہ ہوں"۔

"بہت اچھا.... پھر ملاقات ہو گی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی..... انہوں نے فون بند کر دیا۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی..... اور صدر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"جمشید..... بہت خوفناک خبریں ہیں"۔

"اور وہ کیا سر؟"

"انشارجہ' بیگال' وناس' شاتا' شلوجستان' برنائن اور فرانک وغیرہ ملکوں کے سینکڑوں ایجنٹ ہمارے ملک میں خفیہ راستوں یا خفیہ طریقوں سے داخل ہو چکے ہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے..... ہم نے تو بہت سخت نگرانی شروع کر رکھی ہے"۔

"خبریں یہی ہیں.... ابھی ان کی تصدیق نہیں ہو سکی"۔

"اور ان لوگوں کا پروگرام کیا ہے؟"

"اس نوجوان کو حاصل کرنا.... وہ ہمارے ملک میں ہی کہیں موجود ہے.... بلکہ دارالحکومت میں ہی کسی جگہ ہے.... اور کل اس نے ایک انوکھا پروگرام دکھانے کا اعلان کیا ہے.... یہ اعلان بذریعہ فون اس نے اخبارات کو دیا ہے.... کل کے اخبارات اس کے اشتہار کو شائع کر رہے ہیں"۔

"اور وہ اشتہار کیا ہے؟" انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"اشتہار کے الفاظ یہ ہیں:"

"دنیا کے لوگو.... میری غلامی قبول کر لو.... میں ہوں تمہارا آقا.... تمہارے لیے سب کچھ.... جو لوگ میری غلامی میں آ جائیں گے.... بالکل محفوظ رہیں گے اور جو انکار کریں

گے.... ان کا حشر باقی سب لوگ بخوبی دیکھیں گے"۔
"یہ تو بالکل احمقانہ اشتہار ہو گا.... اخبارات کو شائع ہی نہ
کرنا چاہیے"۔
"اخبارات آزاد ہیں.... میں ان پر پابندی لگانے کا اختیار نہ
رکھتا' دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو اس اشتہار کی اشاعت سے لاکھو
روپے ملیں گے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو' اس کے پاس دولت کی کو
کمی نہیں.... آج اگر وہ انشارجہ کے صدر کو آئندہ ہونے والے الیکش
دکھانے کا اعلان کر دے تو صدر صاحب دوڑے آئیں گے اور منہ ما
رقم دے کر وہ الیکشن دیکھیں گے.... تاکہ جان لیں.... آئندہ الیکشن م
کون صدر بن رہا ہے"۔
"لیکن سر! اس کا فائدہ کیا ہو گا؟"
"کس کا؟" انہوں نے پوچھا۔
"یہ جان لینے کا.... کہ کل کون صدر بنے گا"۔
"اوہو جمشید.... تم سمجھتے نہیں.... جو بننے والا ہو گا.... یہ ا
کانٹا نکال دیں گے.... اسے راستے سے ہٹا دیں گے.... یا کوئی
پروگرام اس کے خلاف طے کر دیں گے"۔
"یہی تو پھر آپ نہیں سمجھے"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔
"کیا مطلب؟" صدر صاحب چلا اٹھے۔

○☆○
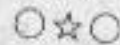
اندازے غلط

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے.... پھر صدر صاحب کی آواز ابھری۔
"تم نے کیا کہا جمشید.... میں کیا نہیں سمجھا"۔
"سر! کل جو ہونا ہے.... اگر ہم کسی ذریعہ سے فرض کیا دیکھ بھی لیں.... تو کل جو ہونا ہے.... اس کو ہم بدل نہیں سکتے.... اس لیے کہ تقدیر میں تو پہلے ہی سب کچھ لکھ دیا گیا ہے.... ہم اس کو بدل کس طرح سکتے ہیں؟"
"بہت خوب! لیکن میں ایک بار پھر بھی کہوں گا جمشید کہ تم نہیں سمجھے"۔
"چلیے پھر آپ سمجھا دیں.... میں کیا نہیں سمجھا"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔
"تقدیر کو ہم مسلمان لوگ مانتے ہیں.... یہ غیر مسلم دنیا نہیں مانتی.... یہ لوگ تو کہتے ہیں.... اپنی تقدیر ہم خود بناتے ہیں"۔
"ہاں! یہ آپ کی بات وزن رکھتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید لاجواب

ہو گئے۔

"بس تو پھر... وہ انشارجہ کے صدر سے بھی بے تحاشا دولت کما سکتا ہے"۔

"چلیے مان لی یہ بات... لیکن میں پھر اسی اشتہار کی طرف آتا ہوں... یہ اشتہار احمقانہ ہو گا"۔

"آخر کیسے؟"

"لوگ اس کی غلامی کیوں قبول کرنے لگے... وہ کسی کا کیا بگاڑ سکتا ہے... ظاہر ہے... وہ تو ایک بے ضرر سا نوجوان ہے... جس کے پاس بس یہ علم ہے کہ کل ہونے والی بات آج دکھا دیتا ہے... اس کے علاوہ اور کیا ہے اس کے پاس... تب لوگ اس سے معاوضے کے بدلے میں اپنا کل تو دیکھ سکتے ہیں... لیکن اس کی غلامی قبول نہیں کر سکتے... غلامی اس کی قبول کی جاتی ہے... جو طاقت ور ہو... جسمانی طور پر ہم جس سے خوف کھاتے ہوں... لیکن اس سے خوف کھانے کی کوئی وجہ دور دور تک نظر نہیں آتی"۔

"تم بھول رہے ہو جمشید"۔ صدر صاحب ہنسے۔

"جی... میں... میں کیا بھول رہا ہوں بھلا؟"

"یہ کہ اس نے پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ میں کیا کیا ہے... آخر ان کے محافظ کس طرح بے ہوش ہو گئے تھے... اندر پروفیسر صاحب کیوں بے بس تھے؟"

"کسی گیس کے ذریعے"۔ انہوں نے جواب دیا۔

"اور وہ خود کہاں تھا... جب کہ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی؟"

"جی ہاں! خود اس کی موجودگی وہاں محسوس نہیں ہوئی"۔

"تب... تو اس سے خوف کھانے والی بات ہو گئی... جو شخص نظر نہ آتا ہو... جس کی صرف آواز سنائی دیتی ہو اور جو کل ہونے والی بات بتا دیتا ہو... لوگ اس سے خوف کیوں نہیں کھائیں گے"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لوگ اس سے خوف ضرور کھائیں گے... لیکن سب نہیں... کمزور دماغ کے انسان... مجھ جیسے نہیں"۔

"اب مجھے کیا معلوم کہ تم جیسوں کے لیے اس نے کیا سوچا ہے... آخر وہ جو غلام بنانے چلا ہے دنیا کو... تو تم جیسوں کے لیے بھی اس کے ذہن میں کچھ تو ہو گا"۔

"جی ہاں... یہ تو ہے... اور اس کے ذہن میں کیا ہے... یہ بات ابھی سامنے نہیں آئی"۔

"خیر... جب آئے گی... دیکھا جائے گا... فی الحال تو میں نے فون اس لیے کیا ہے کہ یہ جو دوسرے ملکوں کے خطرناک لوگ آ گئے ہیں... ان کا ہم کیا کریں"۔

"ان کی لڑائی ہم سے نہیں ہے... وہ اس نوجوان کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں... اور نوجوان ان کے قابو میں آئے گا نہیں... آئے گا تو

تب تا جب وہ کسی کو نظر آتا ہو... میرا مطلب ہے... وہ کسی کے سامنے آتا ہی نہیں... وہ تو اپنی آواز سے کام چلا لیتا ہے"۔

"یہ ایک اور مسئلہ ہے... آخر وہ ہر جگہ اپنی آواز کس طرح پہنچا دیتا ہے... جب کہ خود وہاں موجود نہیں ہوتا"۔

"اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے سر... پروفیسر صاحب سے بات کرتا ہوں، شاید وہ جواب دے سکیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے... پھر فون کروں گا"۔ یہ کہ کر انھوں نے سلسلہ کاٹ دیا۔

اب وہ پروفیسر صاحب کی طرف مڑے۔

"آپ ساری بات سن چکے ہیں"۔

"ہاں جمشید... لیکن میرا دماغ فی الحال کام نہیں کر رہا"۔

"کہیں... وہ آپ کے دماغ پر ہاتھ تو صاف نہیں کر گیا انکل"۔

"کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑے۔

"آخر آپ کا دماغ کام کیوں نہیں کر رہا؟"

"پپ... پتا نہیں... میں خود حیران ہوں"۔

"اچھی بات ہے... جونہی آپ کا دماغ کام کرنے لگے... بتا دیں"۔ فاروق نے کہا... اس کی اس بات پر سب مسکرانے لگے۔ لیکن پروفیسر صاحب کے چہرے پر دور دور تک مسکراہٹ نظر نہ آئی

"پروفیسر انکل... کیا ہم کسی اور کو مدد کے لیے بلائیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"آپ کا دماغ فی الحال کام نہیں کر رہا... تو کیوں نہ ہم پروفیسر عقلان کو بلا لیں... شاید وہ کوئی مفید مشورہ دے سکیں"۔

"ٹھیک ہے... ایسا ضرور کرنا چاہیے"۔

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت پروفیسر عقلان کے نمبر ملائے... ان کی آواز پہچانتے ہی وہ بولے۔

"شاید آج میرے کان بجے ہیں... ورنہ انسپکٹر جمشید مجھے کیوں فون کرنے لگے"۔

"ایسی کوئی بات نہیں پروفیسر صاحب... جب بھی آپ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے... ہم فوراً آپ سے رابطہ کرتے ہیں"۔

"اچھا... کیا واقعی... خیر... اس وقت کیسے یاد کیا؟"

"کیا آپ فوری طور پر ادھر آ سکتے ہیں؟"

"فوری طور پر کیسے آ سکتا ہوں بھلا... ابھی اتنے تیز رفتار جہاز نہیں بنے... میں ملک کے شمالی حصے میں... تم جنوبی حصے میں"۔

"میرا مطلب تھا... آپ فوری طور پر یہاں کے لیے سوار ہو سکتے ہیں"۔

"اوہ ہاں کیوں نہیں... لیکن معاملہ کیا ہے؟"

"یہیں آ جائیں... اطمینان سے بات کریں گے"۔

"او کے... میں دیکھتا ہوں کہ کتنی جلدی روانہ ہو سکتا ہوں"۔

اور پھر دوسرے دن صبح سویرے وہ ان کے گھر پہنچ گئے.... اندر
پروفیسر داؤد کو دیکھ کر وہ بول اٹھے۔

"جب پروفیسر داؤد یہاں موجود ہیں تو میری یہاں کیا ضرورت پڑ
گئی؟"

"ان کی دماغی حالت اس وقت ٹھیک نہیں ہے.... اور مسئلہ
فوری نوعیت کا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

اب انہیں ساری کہانی سنائی گئی.... وہ پرسکون انداز میں سنتے
رہے.... ان کے خاموش ہونے پر وہ بھرپور انداز میں مسکرائے پھر
بولے۔

"حیرت ہے.... آپ لوگ اس معاملے میں چکر کیوں کھا گئے....
جب کہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے.... اور ہم نے ایسی مثالیں بہت دیکھ
رکھی ہیں"۔

"کیا مطلب.... ہم سمجھے نہیں.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"دیکھیں نا بھئی.... ہمارے ملک میں ایسے بے شمار لوگ ملتے
ہیں.... جو جیتنے والے نمبر بتا دیتے ہیں.... مثلاً "کون سا گھوڑا جیتے گا۔
کون سی ٹیم میچ جیتے گی.... فلاں جوئے میں جیت کس کی ہو گی.... لاٹری
میں کون سا نمبر نکلے گا.... اور ان کا بتایا ہوا بالکل درست ثابت ہوتا
ہے.... آخر کیسے؟" وہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"ہم نے ایسی باتیں بے شمار سنی ہیں.... لیکن ہم نہیں جانتے....
وہ یہ کس طرح بتا دیتے ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... یہ راز کی باتیں ہیں.... اس لیے عام
لوگوں کو معلوم نہیں ہوتیں.... اچھا آپ نے کبھی کالے علم کا نام سنا
ہے"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"اور یہ سنا ہے کہ فلاں کے قبضے میں جن ہیں"۔

"ہاں! ایسا بھی سنا ہے.... لیکن ہم ان باتوں کو درست نہیں
مانتے.... جھوٹ سمجھتے ہیں.... یہ خیال کرتے ہیں کہ لوگ بس اڑا دیتے
ہیں اس قسم کی باتیں"۔

"جی نہیں.... یہ بات نہیں ہے.... ایسے لوگوں نے واقعی کالا علم
سیکھ رکھا ہوتا ہے.... جادو سے انکار تو قرآن کریم نے بھی نہیں کیا....
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگروں کا ذکر آیا یا نہیں"۔

"جب.... بالکل آیا ہے"۔ وہ بولے۔

"اور وہ جادوگر اتنے زبردست تھے کہ رسیاں زمین پر پھینکتے تو وہ
رسیاں سانپ بن جاتی تھیں.... ایسا ہے نا"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی جادوگر
تھے یا نہیں؟"

"بالکل تھے..... اس کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے..... آپ صلی
اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک مشرک عورت نے جادو کر دیا تھا..... پھر اللہ
تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس بات کی خبر دی تھی..... اس جادوگر عورت
نے کپڑوں کی ایک گڑیا بنا کر اس میں سوئیاں گھونپ دیں تھیں..... یعنی
کچھ عمل کر کے اور اس گڑیا کو ایک کنوئیں میں لٹکا دیا تھا..... جب اللہ
تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی..... تو آپ نے
چند صحابہ کو اس کنوئیں کی طرف روانہ کیا..... انہوں نے وہاں پہنچ کر
اس گڑیا کو نکالا تھا اور ان سوئیوں کو اس کے جسم سے نکال کر پھینکا
تھا..... تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے جادو کا اثر ختم ہوا تھا"۔

"ہاں! یہ واقعہ ہے"۔

"اب ذرا غور کریں..... آخر جادوگروں کی رسیاں سانپ کیسے بن
جاتی تھیں..... اور اس گڑیا میں لگائی گئی سوئیاں اور وہ گڑیا کس طرح
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر انداز ہوئی تھی..... اس کا مطلب ہے
جادو واقعی کوئی چیز ہے..... کالا علم ضرور جادو کی کوئی قسم ہے اور یہ جو
کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے قبضے میں جن ہیں..... تو دراصل
جن ان کے قبضے میں نہیں ہوتے"۔

"جی..... کیا مطلب..... جن ان کے قبضے میں نہیں ہوتے..... تو
آخر..... وہ یہ سب کس طرح کرتے ہیں؟"

"جن اور شیاطین..... ایک ہی مخلوق کے دراصل دو نام ہیں۔

جنوں کو ہی شیطان کہا گیا ہے..... یا شیطانوں کو ہی جن کہا گیا ہے.....
لیکن اچھے اور نیک جن بھی ہوتے ہیں..... یعنی مسلمان جن..... جب
قرآن کریم کی سورۃ..... سورہ رحمٰن کی یہ آیت نازل ہوئی..... تم اپنے
رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے..... تو انسان تو کوئی جواب نہ
دے سکے..... جنوں نے فوراً" کہا تھا کہ ہم تو کسی ایک نعمت کو بھی نہیں
جھٹلا سکتے..... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے سامنے ان
کی تعریف فرمائی اور صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ اس وقت یہ جن تم سے اچھے
رہے..... جنہوں نے فوراً" جواب دیا..... تو یہ جن جو تھے..... یہ تو مسلمان
جن تھے..... میں اس وقت ان جنوں کی بات نہیں کر رہا..... شیطانوں کی
بات کر رہا ہوں..... ویسے شیطان بعض شیطان انسان کو قابو میں کر لیتے
ہیں..... اور ان کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں..... شیطان کا کام کیا
ہے..... لوگوں کو گمراہ کرنا..... درست راستے سے بھٹکانا..... گناہ کے راستے
پر لگانا..... گناہ کے راستے پر لگانے کے لیے یہ اپنے جیسی فطرت کے
انسانوں کو قابو میں کر لیتے ہیں"۔

یہاں تک کہہ کر پروفیسر عقدان خاموش ہو گئے۔

"لیکن انکل..... کیا شیطان کل ہونے والی کوئی بات جان سکتے
ہیں؟"

"ہاں! ایسا بھی ہو جاتا ہے"۔

"جی..... وہ کیسے؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس کا جواب میں اللہ کی کتاب قرآن کریم سے دوں گا"۔ وہ مسکرائے۔

"بہت خوب! اس سے بہتر بات کیا ہو گی"۔ خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"آسمانوں سے جو چیزیں لے کر فرشتے اترتے ہیں.... میرا مطلب ہے.... فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکامات ملتے ہیں.... مثلاً بارش برسانے، زلزلہ لانے کے.... کسی بستی کو الٹ دینے کے... یا آندھی اور طوفان بپا کرنے کے.... یا اسی قسم کی کسی بڑی تباہی کے... وغیرہ وغیرہ.... تو یہ شیطان ان فرشتوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور ایسی خبریں بعض اوقات لے اڑتے ہیں.... یا یوں کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس وقت یہ ہوتی ہے کہ وہ شیطان ایسی کچھ خبریں لے اڑیں... کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کو آزماتے ہیں نا.... وہ دیکھتے ہیں، کون سے بندے اس کے ہیں اور کون سے شیطان کے ہیں"۔

"اب جو شیطان ایسی خبریں لے اڑتے ہیں.... وہ اپنی جیسی فطرت کے لوگوں کے کانوں تک یہ خبریں پہنچا دیتے ہیں.... لہٰذا ایسے لوگ جواریوں کو ایسی خبریں دے سکتے ہیں.... یا اس قسم کے اور معاملات پیش کر سکتے ہیں"۔

"بہت خوب.... لیکن انکل.... یہاں ایسا معاملہ نہیں ہے"۔

"ہاں! میں مانتا ہوں.... ایسا معاملہ نہیں ہے.... پورا کا پورا ٹی

ایک دن پہلے یا پورا کا پورا الیکشن ایک ماہ پہلے دکھایا جانا.... یہ عجیب کیس ہے.... بہرحال میں جو وضاحت کر سکتا تھا، میں نے کر دی.... اس سے زیادہ کوئی بات میرے ذہن میں نہیں.... ہاں اس سلسلے میں آپ جو بھاگ دوڑ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں.... اس میں میں آپ کا ساتھ دوں گا اور جو مجھ سے ہو سکا کروں گا.... میں پروفیسر داؤد صاحب جتنا علم تو نہیں رکھتا... لیکن کسی حد تک ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... میں تو موجود ہوں.... میں اس دنیا سے رخصت تو نہیں ہو گیا"۔ انہوں نے جھلا کر کہا۔

"یہ بات بھی نہیں ہے انکل.... دراصل اس وقت آپ کا دماغ آپ کے کنٹرول میں نہیں ہے.... اس سلسلے میں بھی ضرور اسی نوجوان کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے.... آخر وہ تجربہ گاہ میں موجود تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ بات تو خیر ہے.... لیکن میں نے اس کی وہاں صرف آواز سنی ہے.... اسے دیکھا نہیں ہے"۔

"کہیں یہ ابطال جیسا تو کوئی انسان نہیں ہے؟"

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی.... انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھایا تو ایک بار پھر اسی نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"اس بار آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے.... یعنی سائنس

وان ساتھیوں کے بھی تمام تر اندازے غلط ثابت ہو جائیں گے"۔

"کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلے۔

○☆○
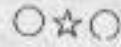
ہاتھ صاف کر گیا

"میں جانتا ہوں.... بلکہ ایک دن پہلے ہی جان گیا تھا"۔

"کیا مطلب.... کیا جان گئے تھے آپ.... ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے کہ ہمیں آپ کا نام معلوم نہیں"۔

"نام کا کیا ہے.... آپ کچھ بھی رکھ لیں.... مجھے وہی نام منظور ہو گا"۔

"اوہو.... تو آپ اپنا نام بتانے سے کیوں ڈرتے ہیں.... وہی نام بتائیں نا.... جو آپ کے ماں باپ نے رکھا تھا.... آپ کے ماں باپ نے آپ کا کوئی نام رکھا تھا یا نہیں؟" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بالکل رکھا تھا؟"

"ارے تو وہ نام بتاؤ نا.... ڈرتے کیوں ہو.... دعوے اتنے بڑے.... کام اتنے اونچے اور خوف کا عالم یہ کہ اپنا نام تک نہیں بتاتے"۔

"کیا.... کیا کہا.... میں اور آپ سے خوف کھاؤں گا"۔

"ہاں اور کیا.... آپ اگر اس دنیا میں کسی سے خوف کھا رہے

ہیں تو وہ ہیں ہم لوگ"۔

"نن نہیں... یہ درست نہیں ہے"۔ وہ ہکلایا۔

"اس سلسلے میں تو میں دعویٰ کر سکتا ہوں"۔

"جی نہیں... میں آپ سے ہرگز خوف زدہ نہیں ہوں"۔

"اچھا تو پھر وہ نام بتا دیں... جو آپ کے والد نے آپ کا رکھا تھا؟"

"میرے والد نے میرا نام نویا شیبان رکھا تھا"۔

"کیا... کیا کہا؟" پروفیسر داؤد اور پروفیسر عقلان زور سے چلائے۔

انھیں اس طرح چلاتے سن کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"آپ لوگ اس قدر زور سے کیوں چلائے... میرے اس نام میں کیا خاص بات ہے"۔ نوجوان نے شاید برا سا منہ بنا کر کہا۔

"شیبان... تت... تم... تو تم شیبان کے بیٹے ہو"۔

"ہاں ہوں... تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے... اس طرح آپ لوگ میرے بارے میں کیا معلوم کر لیں گے... صرف یہ کہ میرے والد ایک پاگل سائنس دان تھے... حکومت نے انھیں پاگل سائنس دان قرار دے کر شہر سے باہر نکال دیا تھا اور انھوں نے ساری زندگی شہر سے باہر جنگل میں گزاری... یعنی انھیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت

نہیں تھی... ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ دنیا کو سائنس کی ایسی ایسی باتیں بتاتے تھے... جو کسی نے سنی نہ دیکھیں... اور لوگ انھیں پاگل خیال کرنے لگے تھے... بلکہ حکومت میں کچھ لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا تھا کہ وہ حکمران بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں... شاید اس بنا پر انھیں شہر سے باہر نکال دیا گیا تھا... بلکہ ملک کے کسی بھی شہر میں وہ داخل نہیں ہو سکتے تھے... اسی لیے میں نے بھی تمام زندگی ان کے ساتھ جنگل میں گزاری... جتنا علم بھی سیکھا... ان سے سیکھا... کیونکہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے جنگل میں کوئی سکول نہیں تھا... لیکن میرے اعلیٰ تعلیم یافتہ والد نے مجھے اپنا سارا علم دے دیا... میرے سینے میں بھر دیا... اور آج میں اس شہر میں موجود ہوں... آپ کی پوری حکومت مجھے شہر سے نہیں نکال سکتی... لگا لیں زور... آپ تو کیا... دنیا کا کوئی ملک مجھے اپنے ملک میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا اور میرے داخل ہو جانے کے بعد وہاں سے نکال نہیں سکتا... یوں بھی نکالے گا کون... سب تو مجھے حاصل کرنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں... ویسے لوگ مجھے تلاش نہیں کر سکتے... البتہ میں انھیں تلاش کر سکتا ہوں... اور کل صبح آپ اس کا نظارہ کر لیں گے"۔

"کیا مطلب... کس کا نظارہ؟"

"ایک گروہ جو مجھے تلاش کرنے کے لیے آیا ہوا ہے... میں کل اس کا صفایا کر دوں گا... یعنی صرف ایک ملک کے لوگوں کا... وہ تم

آپ کی حکومت کی نظروں سے بچ کر اس ملک میں داخل ہوئی ہے...
آپ کی حکومت کو پتا تک نہیں چلا... جب کہ میں نے انھیں آتے
ہوئے تین دن پہلے دیکھ لیا تھا"۔

"تمھارا مطلب ہے... وہ تین دن پہلے داخل ہوئے ہیں"۔
محمود نے جلدی جلدی پوچھا۔

"نہیں... غلط سمجھے... اور تم ٹھیک سمجھ بھی کیسے سکتے ہو...
لوگوں کی تو عقلیں گھاس چرنے چلی گئی ہیں... اسی لیے تو پروفیسر عقا
کو بلایا ہے... لیکن پروفیسر عقان کو بلانے کا منظر بھی میں دو دن پہلے
دیکھ چکا تھا"۔

"آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"وہ ٹیم ابھی اپنے ملک سے روانہ بھی نہیں ہوئی تھی... کہ میں
نے اسے اس ملک میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا... یعنی جس طرح میں
ایک دن بعد ہونے والا میچ آج دیکھ سکتا ہوں"۔

"نہیں نہیں... آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ میں کیسے بتا دوں... میرے والد نے اس کام کے لیے ساری
زندگی جنگل میں گزاری ہے"۔

"اوہ... اوہ... تو یہ تجربہ آپ کے والد کرتے رہے ہیں"۔

"ہاں! یہ بات میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ آپ میرے والد کے
مضامین میں پڑھ ہی لیں گے... اس زمانے کے مضامین... جب وہ ط

میں رہتے تھے... جب ملک کے شہری گنے جاتے تھے... تو ان کے
سائنسی مضامین رسائل میں چھپا کرتے تھے"۔

"اوہ... اوہ"۔ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! مطلب یہ ہوا کہ تجربات میرے والد نے کیے... لیکن
موت نے انھیں ان تجربات کے ذریعے دنیا کو حیرت میں ڈالنے کا موقع
نہ دیا... وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ کام میں نے اپنے ذمے
لے لیا... یعنی دنیا کو حیرت زدہ کر دینے کا... اور سچ تو یہ ہے... میرے
والد دنیا کو حیرت زدہ کر دینا چاہتے تھے... لیکن حکومت نے ان سے برا
سلوک کیا... اس طرح انھیں تمام دنیا والوں سے نفرت ہو گئی"۔

"لیکن تمام دنیا والوں سے کیوں... صرف اسی حکومت سے ہونی
چاہیے تھی... جس نے انھیں نکالا تھا"۔

"نہیں... ان کے مضامین تو دنیا کے ہر ملک تک پہنچے تھے...
دنیا بھر کے سائنس دانوں نے ان مضامین کو پڑھا تھا... اس ملک کے
سائنس دانوں اور بیرونی دنیا کے سائنس دانوں نے مل کر یہی فیصلہ کیا
تھا کہ شیبان پاگل ہے... یہ دوسروں کو بھی پاگل کر دے گا... چنانچہ ان
سب نے حکومت سے درخواست کی تھی... کہ اسے شہر سے نکال دیا
جائے... اس طرح پوری دنیا کے سائنس دان اس جرم میں شریک
تھے"۔ یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"تب پھر عوام سے نفرت کس لیے؟"

"عوام میں سے بھی کسی ایک نے ان سے ہمدردی کے دو بول
نہیں بولے تھے... حکومت سے کسی نے احتجاج تک نہیں کیا تھا...
انہیں آخر شہر سے کیوں نکالا گیا ہے... کوئی کچھ نہ بولا"۔
"اور پروفیسر شیان اور آپ لوگ کھاتے کیا رہے"۔
"ان کے پاس دولت بہت تھی... سونے کی شکل میں' جواہرات
کی شکل میں... اور نقدی کی صورت میں بھی... جنگل میں سے گزرنے
والے دیہاتیوں سے ہم خوراک خرید لیتے تھے... اس بات سے
حکومت نے کسی کو منع نہیں کیا تھا نا"۔
"ہوں... کہانی بہت سنسنی خیز ہے... اس کا مطلب یہ ہوا کہ
آپ کے والد تجربات کرتے کرتے آخر یہ تجربہ کرنے میں کامیاب ہو
گئے تھے کہ انسان اپنے مستقبل میں کس طرح پہنچ سکتا ہے... یعنی
وہ کل کرے گا... آج اس کو کیسے دیکھ سکتا ہے... یا جان سکتا ہے"۔
"ہاں! یہی بات ہے... اور اب بس... آپ لوگ عقل کے
گھوڑے دوڑائیں... مجھے تلاش کریں... لیکن آپ نہیں کر سکیں
گے"۔
"آخر کیوں... کیوں نہیں کر سکیں گے"۔
"اس لیے کہ... "۔ وہ کہتے کہتے رک گیا۔
"اس لیے کہ... کیا؟" وہ بے چین ہو گئے۔
"اس لیے کہ آپ مجھے آج میں تلاش کر سکتے ہیں... کل

نہیں"۔
"یہ... یہ کیا بات ہوئی"۔ فرزانہ چلائی۔
"آپ مجھے حال میں تلاش کریں گے... اور میں پہنچا ہوا ہوں
گا... اپنے مستقبل میں"۔
"کیا... نہیں"۔ وہ چلائے۔
"ہاں! یہ میرے لیے ممکن ہے"۔
"یقین نہیں آ رہا"۔
"یقین تو اس پر بھی نہیں آیا آپ کو... کہ میں کل ہونے والا
...بھی دکھا دیتا ہوں... لیکن دوسرے دیکھ چکے ہیں... دوسری بات... میں
آپ کو اپنی آواز سنا سکتا ہوں... آپ چاہے کہیں بھی ہوں... لیکن
آپ مجھے دیکھ نہیں سکتے... میں آپ لوگوں کے دماغ صاف کر سکتا
ہوں... جس طرح پروفیسر داؤد کا صاف کر دیا... لیکن میں نے آپ
لوگوں کے دماغوں پر ابھی ہاتھ صاف نہیں کیا... ورنہ پھر میرے خلاف
کون رہ جائے گا... جو میری تلاش میں نکلے گا"۔
"اوہ... نہیں نہیں"۔ وہ چلائے۔
"شاید آپ کو اب یہ بات عجیب لگی ہے کہ میں دماغ صاف کر
سکتا ہوں... سو یہ میرے لیے ذرا بھی مشکل نہیں... میں پروفیسر
صاحب کی تجربہ گاہ تک گیا تھا... اگرچہ یہ مجھے دیکھ نہیں سکے... یہ
تجربہ تو بہت پرانا ہے... آئن سٹائن والا... میرے والد اس تجربہ پر بھی

عبور حاصل کر چکے تھے.... وہ پوری دنیا کے لوگوں کی نظروں سے غائب
ہو سکتے تھے اور ایسا میرے لیے بھی مشکل نہیں رہ گیا.... یعنی آپ مجھے
دیکھنا بھی چاہیں تو نہیں دیکھ سکتے.... جب تک کہ میں نہ چاہوں"۔

"اوہو اچھا.... یہ بات بھی ہے"۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے.... اس کے ساتھ ایک تیسری بات بھی
ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"میرے والد نے ہپناٹزم کے اس قدر جدید اور طاقت ور ترین
طریقے دریافت کیے ہیں کہ میں بڑے سے بڑے ہپناٹزم کے ماہر کو بھی
قابو میں کر سکتا ہوں.... عام لوگوں کی تو بات ہی کوئی نہیں.... ان کے
درمیان سے نکل جاؤں تو کوئی مجھے دیکھ نہیں سکتا.... یعنی میں غائب
ہوئے بغیر بھی لوگوں کے درمیان سے نکل سکتا ہوں"۔

"اوہ نہیں.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"لیکن آپ ہمارے والد پر ہپناٹزم نہیں کر سکتے"۔

"ہاہاہا.... اگرچہ مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں.... لیکن
میں ایسا کر کے ابھی دکھا دیتا ہوں"۔

"ارے باپ رے"۔ وہ گھبرا گئے۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں.... میں انہیں فوراً ہی فارغ کر دوں
گا.... تاکہ آپ لوگ میری تلاش میں نکل سکیں.... میں آ رہا ہوں۔

میرا انتظار کریں"۔

ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا.... سب سکتے کے عالم میں بیٹھے رہ
گئے.... اس جیسے مجرم سے ان کا واسطہ زندگی میں کبھی نہیں پڑا تھا۔

"فکر نہ کریں انکل.... وہی ہو گا.... جو خدا کو منظور ہو گا"۔
فاروق نے پرسکون آواز میں کہا۔

وہ یک دم پرسکون ہو گئے.... اور حیرت زدہ انداز میں فاروق کی
طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"حیرت ہے فاروق"۔

"جی کس بات پر حیرت ہے.... میرے خیال میں تو اس وقت
اگرچہ حیران ہو سکتے ہیں تو بس توباشیبان کی باتوں پر.... اور تو اب کسی
کی بات پر حیرت ہو نہیں سکتی"۔

"نہیں.... مجھے تمہارے جملے پر حیرت ہے"۔ پروفیسر عقلان
مسکرائے۔

"اس جملے پر کہ وہی ہو گا.... جو خدا کو منظور ہو گا"۔

"یہ جملہ تو ہم روز مرہ ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں"۔
فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"لیکن ان حالات میں یہ مجھے حد درجے عجیب لگا ہے.... اور
اس جملے نے مجھے ایک انوکھا سکون بخشا ہے"۔

"واہ.... بہت خوب"۔ انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

پھر اچانک ان کا رنگ اڑتا نظر آیا۔

"ارے... ارے... یہ... یہ مجھے کیا ہو رہا ہے"۔ وہ چلائے۔

"کیا ہو رہا ہے آپ کو؟"

"مپ... پتا نہیں... م... میں اپنے دماغ پر بہت وزن محسوس کر رہا ہوں"۔

"بالکل... بالکل ایسا ہی میں نے محسوس کیا تھا"۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے... وہ آگیا ہے"۔ فرزانہ نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"شش... شاید"۔ انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا... پھر ان کی آ مارے خوف کے پھیل گئیں... منہ بھنچ گیا... جسم پر لرز طاری ہو گیا... جیسے کسی کو ملیریا ہو جاتا ہے... انہوں نے ان کا رنگ نیلا پڑتے دیکھا... مارے خوف کے وہ زرد پڑ گئے... وہ ان کے لیے کچ بھی تو نہیں کر سکتے تھے۔

اس وقت انہوں نے خود کو حد درجے بے بس محسوس کیا... پھ آہستہ آہستہ وہ پہلی حالت پر آتے چلے گئے... یہاں تک کہ وہ بالک درست نظر آنے لگے... محمود نے ہمت کر کے کہا:

"کیا اب آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہاں! کیوں... مجھے کیا ہوا ہے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟"

"کچھ بھی نہیں... بس ادھر ادھر کی گپیں ہانک رہے تھے... یوں بھی ان دنوں ہمیں کام ہی کیا ہے"۔

"کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" فرزانہ کانپ گئی۔

"پتا نہیں... تم بتاؤ... مجھے کیا ہوا ہے؟"

"ہم تو باشیان کے بارے میں باتیں کر رہے تھے"۔

"یہ کون ہے... میں نہیں جانتا"۔

ان کی سٹی گم ہو گئی... گویا وہ آکر ان کا دماغ صاف کر گیا تھا... اور وہ بھی اس قدر جلد... اس پر وہ جتنا بھی حیران ہوتے... کم تھا۔

"اس کا مطلب ہے... وہ اپنا کام دکھا گیا"۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، محمود نے ریسیور اٹھایا۔

"کیوں... دیکھ لی میری طاقت"۔

"ہاں! اندازہ ہو گیا"۔

"تو پھر آدھ گھنٹے بعد یہ درست حالت پر آجائیں گے اور انہیں اس بارے میں کچھ بھی یاد نہیں رہ جائے گا... کہ میں نے انہیں کس حالت کو پہنچا دیا تھا... لیکن یہ بات انہیں تم بتاؤ گے"۔

"اچھا"۔ محمود نے فوراً کہا۔

فون بند کر دیا گیا... پھر آدھ گھنٹے بعد وہ چونک کر بولے۔

"کیا بات ہے... سب چپ کیوں بیٹھے ہیں... ہم کیا بات کر

رہے تھے بھلا"۔

انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

وہ چونک اٹھے۔۔۔ گویا اس کے دعوے کے مطابق وہ درست ہو گئے تھے۔

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ کو کچھ معلوم نہیں"۔ فاروق نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کیا معلوم نہیں"۔ وہ بولے۔

اب پھر سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہے ہوں کہ اب کیا بتائیں۔۔۔ پھر محمود نے پوچھا۔

"کچھ یاد نہیں آپ کو۔۔۔ اس کی آمد۔۔۔ آپ کے دماغ پر قبضہ۔۔۔ کچھ آپ کو یاد نہیں"۔

"نہیں۔۔۔ کیا وہ آیا تھا"۔

انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حد درجہ حیرت تھی۔

"ہاں آیا تھا۔۔۔ آپ کے دماغ پر ہاتھ صاف کر کے چلا گیا تھا اور اس وقت آپ واقعی خالی الذہن ہو گئے تھے"۔

"کیا واقعی؟"

"ہاں اباجان۔۔۔ اب ہم کیا کریں۔۔۔ ایسے مجرم سے ہم کس طرح ٹکرائیں گے بھلا"۔

"مایوسی تو گناہ ہے یہ نہ بھولو"۔ پروفیسر عقلان بولے۔

"اوہ جی ہاں"۔

"تب پھر آئیں۔۔۔ میں بتاتا ہوں۔۔۔ اب کیا کرنا ہے"۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

انہیں پروفیسر عقلان کو اس طرح اچھلتے دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔

○☆○

لاشیں

""آپ اس طرح اچھل کر کیوں کھڑے ہوئے؟""

""اب ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے.... بہت تیزی سے کرنا ہے.... ورنہ یہ شخص ہمیں کہیں کا نہیں رہنے دے گا.... اور ہمیں کیا.... کسی کو بھی کہیں کا نہیں رہنے دے گا.... وہ نفرت کرتا ہے.... اس ملک سے.... اس ملک کے لوگوں سے.... اس ملک کے حکمران طبقے سے.... کیونکہ ان سب نے اس کے والد کو شہر بدر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا تھا.... اور وہ نفرت کرتا ہے.... پوری دنیا سے، اس لیے کہ ملک سے باہر بھی کسی ملک کے لوگوں نے اس کو شہر بدر کرنے پر احتجاج نہیں کیا تھا"۔

""اللہ اپنا رحم فرمائے.... ایک تو اس کی نفرت بہت زبردست ہے.... دوسرے اس کی طاقت.... وہ تو رکھ دے گا ہمیں پیس کر.... اور اس کا پہلا نمونہ وہ کل دکھائے گا.... اشارجہ یا کسی اور ملک سے آنے والی پوری ٹیم کو موت کے گھاٹ اتار کر"۔

""اس طرح ہمارے ملک میں حد درجے سنسنی پھیل جائے گی....

اور غیر ملکی ہمارے ملک کا رخ کرتے ہوئے ڈرنے لگیں گے.... اس طرح ہمارے کاروباری حالات خراب ہو جائیں گے.... اور جب حکومتوں کے کاروباری حالات خراب ہو جاتے ہیں.... وہ حکومتیں ختم ہو جاتی ہیں.... یا ان کو ختم کر دیا جاتا ہے"۔

""یہ سب تو ہے.... لیکن اب چلنا کہاں ہے؟""

""لائبریری.... پروفیسر صاحب کی لائبریری"۔ پروفیسر عقمان بولے۔

""اوہ ہاں! واقعی"۔ وہ بولے۔

وہ افراتفری کے عالم میں تجربہ گاہ پہنچے.... وہاں پھر کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی.... تجربہ گاہ کے نئے محافظ بالکل چوکس کھڑے نظر آئے.... انہیں دیکھ کر وہ چونک اٹھے اور اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

""کوئی آیا گیا تو نہیں؟"" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

""جی نہیں.... اس طرف کسی نے رخ نہیں کیا.... لیکن....""

""لیکن کیا؟""

""لیکن ہم نے اندر کچھ پراسرار آوازیں سنی ہیں"۔

""ارے باپ رے.... کک.... کہیں...."" انسپکٹر جمشید اپنا جملہ مکمل نہ کر سکے۔

وہ بے تحاشا اندر کی طرف دوڑے جا رہے تھے.... انہوں نے لائبریری پہنچ کر سانس لیا۔

اور پھر وہ سکتے میں آ گئے... لائبریری کا دروازہ انہیں جلا نظر آیا... اندر بھی ہر چیز جل چکی تھی... تمام الماریاں... ریک اور دوسری چیزیں جل گئی تھیں... کوئی ایک چیز بھی ایسی نظر نہ آئی... جو جلنے سے بچ گئی ہو۔

"اس کا مطلب ہے وہ لائبریری پر ہاتھ صاف کر گیا ہے"۔

"اوہ کوئی بات نہیں... وہ کس کس لائبریری کو صاف کرے گا... ابھی شہر میں بہت لائبریریاں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

اب وہ شہر کی سب سے بڑی سرکاری لائبریری پہنچے۔

"شعبہ سائنس کو دیکھیں گے ہم ذرا"۔ انسپکٹر جمشید نے اپنا تعارف کروانے کے بعد کہا۔

"اوہ نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

"کیا مطلب... اوہ نہیں"۔

"جی ہاں! ایک بہت عجیب مسئلہ ہے"۔

"جلدی بتائیں... کیا مسئلہ ہے"۔

"اس شعبے کے تمام دروازے کسی نے اندر سے بند کر دیے ہیں... اور وہ کھول نہیں رہا... ہم لوگ دروازے پیٹ پیٹ کر تھک چکے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اب ہم خوف محسوس کر رہے ہیں"۔

"ایسا کب سے ہے؟"

"کل سے"۔

"تو آپ کو کوئی دروازہ تڑوا کر چیک کرانا چاہیے تھا"۔

"اب یہی سوچا ہے... کل یہاں ڈائریکٹر صاحب تھے نہیں... آج وہ آ گئے ہیں... جونہی وہ یہاں پہنچیں گے... دروازہ تڑوا دیا جائے گا"۔

•

"لیکن ہم اتنا انتظار نہیں کر سکتے... لہذا ہم دروازہ توڑ رہے ہیں"۔

"جی... کیا مطلب؟"

"وہ کب آئیں گے"۔

"کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"تب پھر ہم بھی کچھ نہیں کہہ سکتے... بس دروازہ توڑ رہے ہیں"۔

"جیسے آپ کی مرضی... آفیسرز کو جواب بھی آپ ہی دیں گے"۔

"وہ مجھے آتا ہے... فکر نہ کریں"۔

"بہت بہتر"۔ اس نے منہ بنایا۔

انہوں نے کندھے کی ٹکریں مار مار کر دروازہ توڑ دیا... لائبریری کے منظر نے انہیں لرزا دیا... پوری لائبریری جل کر راکھ ہو چکی تھی۔

"یہ... یہ لائبریری تو نہیں ہے"۔ فاروق کے منہ سے نکلا۔

"تب پھر... یہ کیا ہے؟" لائبریری کے انچارج نے کہا۔

"راکھ... لائبریری کی راکھ"۔ اس نے فوراً جواب دیا۔

وہ وہاں سے بھی ناکام لوٹ آئے۔

"یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے اس نے ملک کی تمام لائبریریوں میں سائنسی شعبے کو جلا کر راکھ کر دیا ہے... آخر اس نے ایسا کیسے کیا... اس میں ایسی کتنی طاقتیں جمع ہو گئی ہیں... ہم اچھی طرح جانتے ہیں... پروفیسر صاحب کی لائبریری میں وہ خود نہیں آیا تھا... یا آیا تھا تو ہمیں نظر نہیں آیا تھا... بہرحال اس کے ساتھ کوئی نہیں آیا تھا... پھر اس نے لائبریری کو راکھ میں کس طرح تبدیل کر دیا"۔

"اس کا جواب میں دے سکتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو پھر دیں جواب"۔

"آنکھوں کی طاقت سے... ایسے لوگوں کی آنکھوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ جس چیز کی طرف دیکھتے ہیں... اس چیز کو آگ لگ جاتی ہے"۔

"اوہ ہاں! ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں"۔

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ شیبان نے اس زمانے میں جو مضامین لکھے تھے... ان کے ذریعے اس معاملے کا کوئی نہ کوئی سراغ مل سکتا ہے... اسی لیے نوبا نے ان سب کو جلا دیا"۔

"یہی کہا جا سکتا ہے... سوال یہ ہے کہ ہم ان مضامین کو کیسے

حاصل کر سکتے ہیں... اگر وہ مضامین مجھے مل جائیں... تو میں اس سلسلے میں شاید بہت کچھ کر سکوں"۔ پروفیسر عثمان بولے۔

"مشکل ہے انکل"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"وہ کیسے؟"

"جونہی معظم نوبا کو معلوم ہو گا... کہ ہم نے کچھ مضامین حاصل کر لیے ہیں... وہ آپ کے دماغ پر ہاتھ صاف کر دے گا"۔

"اوہ ہاں... یہ بھی ہے"۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم وہ مضامین حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں... سنو... اس نے صرف لائبریریوں سے ان مضامین کو جلا کر راکھ کیا ہے... لیکن بے شمار لوگوں کے پاس گھروں میں وہ مضامین موجود ہوں گے... سائنس سے دلچسپی رکھنے والے صرف سائنس دان نہیں ہوتے... طالب علم بھی ہوتے ہیں... اور ہمیں ایسے کچھ لوگوں کو تلاش کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے اس بار اشاروں میں کہا۔

"اب اس کی ترکیب کیا ہو؟" پروفیسر عثمان نے بھی اشاروں میں کہا۔

"ترکیبیں بتانے والی یہاں موجود ہے... آپ فکر نہ کریں"۔ فاروق نے فرزانہ کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ میں پہلے ہی سوچ چکی ہوں"۔

"تو پھر بتاؤ"۔ خان رحمان بولے۔

"جی نہیں.... آپ کو تو پتا ہے دیواروں کے بھی کان ہوتے
ہیں"۔

"ناک میں دم کر دیا ہے.... دیواروں کے کانوں نے"۔ فاروق
نے جھلا کر کہا۔

"لیکن میں کان میں تو بتا ہی سکتی ہوں"۔

"بہت خوب فرزانہ.... سب سے پہلے تم میرے کان سے اپنا
لگا دو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں.... ضرورت بھی اسی چیز کی ہے"۔

پھر جونہی فرزانہ نے ان کے کان میں بات بتائی.... وہ اٹھ کھڑے
ہوئے.... اور اشاروں میں بولے۔

"میرا انتظار کریں.... لیکن اگر محمود اور فاروق اور فرزانہ کہیں
جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گئے.... جلد ہی وہ ایک
کے دروازے پر کھڑے گھنٹی بجا رہے تھے.... آخر دروازہ کھلا.... ایک
نوجوان آدمی باہر نکلا.... اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"فرمائیے.... آپ کون صاحب ہیں.... میں آپ کی کیا خدمت
سکتا ہوں"۔

"میں آپ کو صرف کان میں بتا سکتا ہوں"۔ انہوں نے

ہوئی آواز میں کہا۔

"جی.... میں سمجھا نہیں"۔

"آپ کان میں بات سن لیں"۔

"اچھی بات ہے.... میرا کان کاٹ نہ لیجیے گا"۔

"نہیں.... مجھے ایسی کوئی ضرورت نہیں"۔

پھر انہوں نے کان میں اسے بتایا کہ وہ کون ہیں اور کیا چاہتے
ہیں اور یہ بھی کہ وہ منہ سے کوئی آواز نہ نکالیں۔

اس نے سر ہلا دیا.... پھر وہ انہیں اندر لے آیا.... ایک کمرے
میں کتابیں اور رسالے بھرے پڑے تھے.... وہ ان میں سے کچھ رسالے
نکال نکال کر ان کے سامنے ڈھیر کرنے لگا.... اور وہ ان کو سرسری انداز
میں دیکھنے لگے.... پھر انہوں نے ان رسائل کا بنڈل بنایا.... اور باہر نکل
آئے۔

پروفیسر عقدان اس بنڈل کو دیکھ کر اچھل پڑے.... لیکن وہ منہ
سے کچھ نہ بولے.... جب کہ باقی لوگ اس طرح ادھر ادھر کی باتیں کر
رہے تھے جیسے وہاں کوئی تبدیلی نہیں آئی.... نہ وہاں سے کوئی گیا.... نہ
لوٹ کر آیا.... انسپکٹر جمشید کی عدم موجودگی میں محمود ان کی آواز میں
باتیں کرتا رہا تھا.... اپنی باری پر وہ اپنی آواز میں بات کرنے لگتا.... اس
طرح انہوں نے اس نامعلوم نوجوان کو یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ
ان میں سے کوئی وہاں سے اٹھ کر کہیں گیا ہے.... انہیں ابھی تک یہ

بات معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ نامعلوم آدمی ان کے درمیان ہونے والی بات چیت سنتا ہے یا نہیں.... یا وہ اس قابل ہے بھی یا نہیں.... کہ اس نے ان کے گھر میں کہیں کوئی خفیہ آلہ تو فٹ نہیں کر رکھا.... جس کی مدد سے وہ ان کی گفتگو سنتا رہتا ہے.... یہ سب باتیں انہیں معلوم نہیں تھیں.... لیکن اس کے باوجود انہوں نے احتیاط اس طرح کی تھی جیسے وہ سب باتیں سن رہا ہو.... اب اس بنڈل کو دیکھ کر بھی پروفیسر عقان نے اپنے منہ سے آواز نہیں نکالی تھی.... بلکہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے.... اور دروازہ اندر سے بند کر کے ان صفحات کی ورق گردانی شروع کر دی تھی.... باقی افراد وہیں بیٹھے باتیں کر رہے تھے.... آخر ان کا مطالعہ مکمل ہوا.... اور وہ ان کے پاس آ گئے۔

"تمہاری یہ کوشش بھی ناکام گئی"۔ وہ بولے.... اب اشاروں میں بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"جی.... کیا مطلب؟"

"ان رسائل سے بس اتنا پتا چلتا ہے کہ پروفیسر شیبان اس کوشش میں تھا کہ کل یا ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد ہونے والے واقعات کو اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھ لے جیسے کوئی انسان فلم دیکھ لیتا ہے.... ایسے اشارے بھی ملتے ہیں کہ کسی حد تک کامیابی اس نے حاصل بھی کر لی تھی.... اور بس' اس کے بعد اسے شہر بدر کر دیا گیا.... اس کے بعد اس نے کوئی مضمون کسی رسالے کو نہیں دیا.... مطلب یہ

کہ اس کے بعد کی کہانی کسی کو معلوم نہیں"۔

"تب پھر تو بابا کو کیا ضرورت تھی لائبریاں جلانے کی"۔

"یہ تو وہی بتائے گا.... شاید ان میں کوئی ایسی کتاب ہو.... جس کے ذریعے یہ مسئلہ حل ہوتا ہو"۔

"مطلب یہ کہ ہم اب بھی مکمل طور پر اندھیرے میں ہیں.... بری طرح ناکام ہیں اور وہ ہمیں شکست پر شکست دے رہا ہے"۔ فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"تب پھر ہمیں چاہیے.... ہم آرام کریں"۔ فاروق نے کہا۔

"اس سے کیا ہو گا؟" محمود جھلا اٹھا۔

"اس سے یہ ہو گا کہ ہمارے دماغوں کو آرام ملے گا.... اور کل ہم سوچنے سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے.... لہذا نئے سرے سے ذہنوں پر زور دیں گے"۔

"میرا خیال ہے.... فاروق کی رائے درست ہے"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"چلیے پھر.... ایسا ہی کر لیں"۔

دوسرے دن صبح سویرے اکرام کا فون انہیں ملا' وہ کہہ رہا تھا۔

"شمالی چوک میں پندرہ بنگالیوں کی لاشیں پڑی ہیں سر.... اخباری رپورٹرز ہم سے بھی پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے.... ان کا کہنا ہے کہ اس

نوجوان نے انھیں فون پر یہ اطلاع دی تھی.... جب کہ ہمیں اپنے
ذرائع سے بعد میں اطلاع ملی.... اس لیے وہ ہم سے پہلے پہنچ گئے۔
اور ان میں انشارجہ کا ایک اخباری رپورٹر بھی یہاں موجود ہے اور ضرور
اس نے اس غیر معمولی واقعے کی اطلاع انشارجہ کو دے دی ہو گی۔
اور انشارجہ نے یہ خبر بیگال کو پہنچا دی ہو گی.... ویسے تو ان کے اپنے
ایجنٹ' میرا مطلب ہے جاپانی یہاں رہتے ہیں.... کسی جاپانی اخباری
رپورٹر نے فوراً" بیگال کو اطلاع دے دی ہو گی.... اس لیے کہ اب تک
صدر صاحب کو بیگال کی طرف سے دھمکی بھی مل چکی ہے"۔

"کیا مطلب.... دھمکی.... کیسی دھمکی"۔

"یہ کہ وہ ان لاشوں کا بدلہ ہم سے لے گا.... ہمارے ملک
سے.... ہمارے ملک کے لوگوں سے اور کل سے ہمارے ملک کے
لوگوں کی لاشیں ملنا شروع ہوں گی"۔

"کیا.... یہ کہا ہے اس نے"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"جی ہاں! اطلاع یہی ہے"۔

"لیکن صدر صاحب نے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"وہاں ان کے وزیروں کے ساتھ ان کا اجلاس ہو رہا ہے....
سے بات کرنے کے بعد ہی وہ آپ سے کچھ کہیں گے"۔

انسپکٹر جمشید کچھ پریشان سے ہو گئے.... پھر اس سے بولے۔

"اچھا.... میں آ رہا ہوں.... تم تصاویر وغیرہ لینے کا کام مکمل

لو"۔

وہ اٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔

○☆○

پکڑے گئے

"ہیلو انسپکٹر صاحب.... کہئے.... اب کیسے مزاج ہیں؟" توباکی آواز سنائی دی۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا"۔ وہ غرائے۔

"کیا اچھا ہے اور کیا برا.... یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے.... آپ! نہیں.... آپ تو اب میرے ایک ادنیٰ ماتحت ہیں"۔

"کیا کہا.... میں تمہارا ماتحت ہوں"۔

"ہاں! میرے احکامات پر عمل کرنے والے اس ملک میں محفوظ رہیں گے.... اور جو حکم کی خلاف ورزی کریں گے.... ان کا انجام بنگالیوں جیسا ہو گا.... بنگالی جو ہوا بنے پھرتے ہیں.... میں نے ان کے ساتھ کیا کیا.... یہ شمالی چوک میں جا کر دیکھ لیں"۔

"میں وہیں جا رہا تھا کہ جناب کا فون آ گیا"۔ انھوں نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تو جل کیوں رہے ہیں.... بنگالیوں سے بڑا دشمن اس ملک کا کون ہے"۔

"بنگالیوں سے بڑے دشمن جاپانی ہیں.... جاپانی ان کی مدد نہ کریں تو بنگالی ہمارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔

"بنگالی ان کی مدد نہیں کریں گے.... کوئی اور کرے گا.... اس ملک میں غداروں کی کوئی کمی ہے کیا.... ٹیپو سلطان کو انگریزوں کے ہاتھوں مروانے والے کیا غدار نہیں تھے.... میر جعفر اور میر صادق.... ان کے نام تاریخ کی کتابوں میں کیا محفوظ نہیں ہیں"۔

"ہاں! یہ بات تم نے درست کہی.... لیکن ذرا سوچو.... اب کیا ہو گا.... بنگال کے ایجنٹ.... ڈاب کے لوگ ہمارے بڑے بڑے لوگوں کو نشانہ بنائیں گے"۔

"واہ! یہ میرے لیے اچھی خبر ہے"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا کہا.... یہ اچھی خبر ہے"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! اس طرح میرا راستا جلد صاف ہو جائے گا"۔

"راستا.... کون سا راستا؟"

"پوری دنیا پر حکمرانی کرنے کا راستا.... دیکھو نا.... تم لوگ مجھ سے کس طرح ٹکر لے سکو گے.... میں تو اپنے علم کے ذریعے یہ جان لوں گا.... کہ آپ کل کیا کریں گے.... بلکہ ایک گھنٹے بعد کیا کریں گے جب کہ میں اپنے اڈے پر بیٹھا.... اب تک دیکھتا رہا ہوں"۔

"کیا مطلب.... کیا دیکھتے رہے ہو تم"۔

"وہی.... جو آپ کام کرتے رہے ہیں.... خفیہ طور پر گھر سے

نکلے... اشاروں میں باتیں کر کے، جب کہ دوسرے وہیں رہے... محمود
آپ کی آواز میں بھی بات کرتا رہا... اور اپنی آواز میں بھی... اس
طرح انسپکٹر صاحب آپ نے یہ تیر مارا کہ پرانے رسائل کہیں سے
لانے میں کامیاب ہو گئے... لیکن ان رسائل نے بھی آپ کے
سائنس دانوں کو کوئی راستا نہیں دکھایا... ہے نا یہی بات"۔

"ہاں! یہی بات ہے... انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں
کہا... ان پر سکتے کی حالت طاری ہو چلی تھی۔

"اور اب آپ شمالی چوک جا رہے ہیں... جائیں... شوق سے
جائیں... اب تو لاشوں کا بازار گرم ہونے والا ہے... آپ کو نہ جانے
کہاں کہاں جانا پڑے گا... سچ پوچھیں تو مجھے آپ پر ترس آ رہا ہے...
اور آپ کے دوسرے ساتھی انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز آج
اب تک نہیں مل سکے... کہ آپ انہیں مدد کے لیے بلا لیں... کیا میں
اس سلسلے میں مدد کروں؟"

"کیا مطلب... آپ کیا مدد کر سکتے ہیں"۔

"حد ہو گئی... اب تک آپ نہیں سمجھے... میں کیا کر سکتا
ہوں... میں اپنے علم کے ذریعے یہ پتا چلا سکتا ہوں... کہ وہ اس وقت
کہاں ہیں؟"

"گویا آپ اپنے ساتھی جنات کو حکم دیں گے کہ وہ معلوم کر کے
آئیں... وہ کہاں ہیں"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہ! تو آپ نے یہ خیال قائم کیا ہے"۔

"کیوں... آپ کو ہمارے اس خیال کے بارے میں پتا نہیں چل
سکا"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"پتا ہے... ایسے ہی پوچھ رہا تھا... میں جانتا ہوں... آپ کے
عثمان نے کیا کیا کچھ بتایا ہے... لیکن ان میں سے کوئی ایک بات بھی
نہیں ہے... اصل میں بات یہ ہے کہ میرے والد پروفیسر شیبان..."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"آپ رک کیوں گئے"۔

"یہ بات بتانے کی آخر ضرورت کیا ہے... نہیں... میں نہیں
بتاؤں گا"۔

"تمہاری مرضی"۔ وہ بولے۔

"تو پھر جائیے... شمالی چوک"۔ وہ ہنسا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"اور وہ کیا؟"

"آپ کو ہماری اتنی فکر کیوں ہے؟"

"پوری دنیا میں اگر مجھے کسی سے خطرہ ہے تو وہ ہیں آپ"۔

"اوہ... ارے ہائیں... آپ ہمیں انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی
برادرز کے بارے میں بتا رہے تھے... کہاں ہیں وہ؟"

"ایک منٹ بعد بتا سکوں گا... یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

"آیئے چلیں.... شمالی چوک.... ایک منٹ بعد یہ نوجوان فون کرے گا"۔

"لیکن ایک منٹ گزرنے میں دیر کتنی لگے گی اباجان"۔ فرزانہ بولی۔

"ایک منٹ جتنی"۔ فاروق بول اٹھا۔

"حد ہو گئی.... بھئی ایک منٹ کی بھی بہت قیمت ہے"۔

"لیکن ہماری قوم تو سینکڑوں منٹ روزانہ ضائع کر دیتی ہے.... ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے.... ہوٹلوں میں بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے"۔

"اسی لیے تو ہم دوسری قوموں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں.... جو قوم وقت کی قدر نہیں کرتی.... وقت اس کی قدر نہیں کرتا"۔

"وقت"۔ فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"وقت"۔ وہ پھر بولی.... اس پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔

"اوہو.... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"پروفیسر انکل.... مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے.... جیسے یہ وقت کا چکر ہے"۔

"وقت کا.... وہ کیسے؟"

"وہ ہماری دنیا کے وقت سے آگے نکل جاتا ہے.... فرض کیا

اسے ایک دن بعد ہونے والے واقعے کو دیکھنا ہے.... تو وہ چوبیس گھنٹے آگے نکل جائے گا.... اور ہم سے چوبیس گھنٹے پہلے وہ واقعہ دیکھ لے گا.... بلکہ اس کو ریکارڈ بھی کر لے گا"۔

"اس کا زبردست امکان ہے"۔ پروفیسر عفان چلائے.... ان کے چہرے پر جوش کے آثار تھے۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ وہ ایسا کیسے کر لیتا ہے؟"

"اس سوال کا جواب فوراً کیسے کوئی دے سکتا ہے.... پروفیسر شیان نے تو زندگی کے نہ جانے کتنے سال اس کام پر لگائے ہوں گے"۔

"لیکن آخر کس لیے؟"

"دنیا پر حکومت کرنے کے لیے.... لیکن کاش.... وہ اس علم کے ذریعے دنیا کو کوئی فائدہ پہنچاتا.... مثلاً کسی جگہ زلزلہ آتا ہے.... وہ چند دن پہلے اس زلزلے کو دیکھ لیتا اور اس جگہ کے لوگوں کو خبردار کر دیا کرتا.... اس طرح لوگ اسے کتنا چاہتے.... کتنا پسند کرتے.... لیکن جو راستہ اس نے چنا ہے.... اس راستے میں کون اسے پسند کرے گا.... سب اس سے نفرت کریں گے"۔

"لیکن اسے اس کی کیا پروا؟"

"ہاں! واقعی.... ہمارے لیے تو اب وہ مصیبت بننے والا ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

اور پھر جب وہ باہر نکل رہے تھے.... تو اس کا فون ملا.... اس

نے بتایا۔

"انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز اس وقت ایک ساتھ ایک مہم پر نکلے ہوئے ہیں.... کیا آپ پسند کریں گے.... انھیں اس مہم سے واپس بلانا؟"

"وہ بعد کی بات ہے.... پہلے یہ بتائیں.... وہ کہاں ہیں؟"

"ایک عرب ریاست میں.... وہاں کے حکمران کو کچھ ساتھیوں کی وجہ سے پریشانی تھی.... لہٰذا انھوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو ان کا سراغ لگانے کے لیے بلا لیا تھا.... وہ شوکی برادرز کو بھی اپنے ساتھ لے گئے.... کیونکہ اتفاق سے شوکی برادرز اس روز ان کے گھر میں موجود تھے"۔

"اوہ اچھا.... وہ ریاست کون سی ہے؟"

"ریاست ارباط"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

"دیکھ لیں.... ایسا دشمن آپ کو کم ملا ہو گا.... جو آپ کے ساتھیوں کو آپ تک پہنچانے میں مدد دے.... ان کا یہ سفر خفیہ تھا.... اس لیے وہ گھر میں بھی بتا کر نہیں گئے تھے.... اور اگر میں اپنے علم کے ذریعے پتا نہ لگا لیتا.... تو آپ کو تو کسی صورت میں ان کا پتا نہ چلتا"۔

"او کے.... شکریہ"۔

اب انھوں نے راستے میں ہی ریاست ارباط کے حکمران کے

ملائے.... لیکن سلسلہ نہ مل سکا.... اور وہ شمالی چوک پہنچ گئے.... لاشیں دیکھ کر انھیں چکر آ گیا.... ان سب کی آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں.... زبانیں باہر نکل آئی تھیں.... اور زبانیں دانتوں تلے کچلی گئی تھیں.... گویا انھیں گلے گھونٹ کے مارا گیا تھا.... لیکن گلوں پر کوئی نشانات نہیں تھے.... کہ یہ کہا جا سکتا' انھیں گلے گھونٹ کر مارا گیا ہے"۔

"کچھ پتا چلا اکرام؟"

"نہیں سر.... یہ عجیب ترین کیس ہے.... ڈاکٹر اب تک یہ پتا نہیں چلا سکے کہ ان کی موت کس طرح واقع ہوئی؟"

"ہوں.... خیر.... انھوں نے سر ہلایا۔

اور پھر لاشیں اٹھوا لی گئیں.... اس وقت انھوں نے دیکھا.... سڑک پر بہت بڑے بڑے الفاظ میں لکھا تھا۔

"تویا کا پہلا تحفہ حکومت پاک لینڈ کے لیے"۔

دوسرے دن شہر کے مختلف حصوں میں تین لاشیں ملیں.... جو اہم سرکاری آدمیوں کی تھیں.... ان کے ساتھ یہ پیغام لکھے ملے۔

"ہمارے پندرہ آدمیوں کے قاتل کو فوراً گرفتار کر کے پھانسی دی جائے.... ورنہ ہم بھی پندرہ کی تعداد پوری کر دیں گے.... کل تین اور لاشیں گریں گی"۔

"یہ تین آدمی گولیوں کا نشانہ بنائے گئے تھے.... موٹر سائیکل سوار آئے اور انھیں گولیاں مارتے ہوئے نکل گئے.... پولیس انھیں

گرفتار نہ کر سکی.... ان چھے میں سے کوئی ایک بھی پولیس کے قابو میں نہ آ سکا"۔

ادھر ان تینوں کے رشتے داروں نے صدر کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔

"وہ بار بار انسپکٹر جمشید کو فون کرنے لگے.... کہ جمشید کچھ کرے۔ اس نوجوان کو پکڑ کر ان کے حوالے کر دو.... ورنہ یہ لوگ ہمارے بارہ آدمی اور مار ڈالیں گے"۔

لیکن وہ کیا کر سکتے تھے.... ادھر وہ ارباط کے صدر سے اب تک رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔

دوسرے دن تین اور لاشیں ملیں.... اب تو شہر میں ہل چل مچ گئی.... ادھر اخبارات میں نوبا کی طرف سے اشتہار شائع ہوا۔

"بنگالی جو مجھے پکڑنے آئے ہوئے ہیں.... اپنے ملک واپس لوٹ جائیں.... ورنہ میں ان کے باقی ساتھی بھی مار ڈالوں گا.... اور وہ اس ملک کے لوگوں کو قتل نہ کریں.... ورنہ میں ان کے ملک میں ان کے لوگوں کو قتل کر دوں گا"۔

اس اشتہار نے اور سنسنی پھیلا دی.... تیسرے دن تین لاشیں اور ملیں تو انہوں نے جان لیا کہ بنگالیوں نے اس نوجوان کی دھمکی کا کوئی اثر نہیں لیا تھا.... صاف ظاہر ہے.... نوبا کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی تھی.... اب وہ اس انتظار میں تھے کہ نوبا اب کیا کرتا ہے.... اس

موقعے پر ان کا رابطہ ارباط حکمران سے ہو گیا۔

"جی.... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"کون انسپکٹر جمشید.... میں کسی انسپکٹر جمشید کو نہیں جانتا"۔

"یہ تو خیر غلط ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہ کیسے غلط ہے"۔

"اس طرح کہ اگر آپ انسپکٹر کامران مرزا کو جانتے ہیں اور انہیں آپ نے یہاں بلایا ہے تو لازمی بات ہے کہ مجھے بھی آپ ضرور جانتے ہوں گے"۔

"ارے تو یوں کہیں نا.... آپ وہ انسپکٹر جمشید ہیں"۔ وہ بولا۔

"خدا کا شکر ہے.... آپ نے پہچانا تو.... مہربانی فرما کر انسپکٹر کامران مرزا سے بات کرا دیں"۔

"ہرگز نہیں"۔ وہ چلایا۔

"جی.... کیا مطلب.... ہرگز نہیں"۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے.... ہرگز نہیں.... یعنی نہیں کراؤں گا بات"۔

"حد ہو گئی.... مجھے ان سے بہت ضروری بات کرنا ہے"۔

"ادھر میں نے آپ کی بات ان سے کرائی.... ادھر وہ گئے ادھر سے"۔

"یہ ضروری نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا ضروری نہیں"۔

"یہ کہ وہ میری بات سن کر فوراً" ادھر کے لیے روانہ ہو جائیں"۔

"پھر بھی میں آپ کی ان سے بات نہیں کراؤں گا.... ان کی یہاں بہت زیادہ ضرورت ہے"۔ حکمران نے کہا۔

"آپ کی مرضی"۔ انہوں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

انسپکٹر جمشید تلملا اٹھے۔

"آپ وہاں کے کسی اخبار کو اشتہار دے دیں"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اب انہوں نے انٹرنیٹ کے ذریعے وہاں کے اخبارات کے حاصل کیے اور رقم اور اشتہار فیکس کیے.... لیکن دوسری طرف سے فوراً" ان کی رقم اور اشتہار واپس آ گئے.... ساتھ میں یہ پیغام بھی ملا

"ہمیں افسوس ہے.... ہم یہ اشتہار شائع نہیں کر سکتے.... ا وقت ان لوگوں کی یہاں زیادہ ضرورت ہے"۔

اب تو وہ غصے میں آ گئے۔

"عجیب لوگ ہیں.... یہ تو ایسا ہے جیسے انہیں اس ریاست قید کر دیا گیا ہے"۔

"اب رابطہ کیسے ہو گا"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"فرزانہ تم بتاؤ"۔

"ہم خود میک اپ میں وہاں چلے جاتے ہیں"۔

"ہمیں ان تک نہیں جانے دیا جائے گا"۔ وہ بولے۔

"تب پھر.... کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے.... فرزانہ کی ترکیب ہی ٹھیک ہے گی.... یہاں سے چلتے ہیں.... وہاں جا کر دیکھا جائے گا.... وہ واقعی وہاں مصروف ہیں.... یا ان کی قید میں ہیں.... اس بات کا امکان ہے کہ انہیں وہاں کسی سازش کے تحت بلایا گیا اور اس کے بعد وہاں کا قیدی بنا لیا گیا ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن ابا جان.... انکل کامران مرزا بھلا کی ان قید میں رہنے والے ہیں"۔

"ہو سکتا ہے.... انہیں یہ احساس نہ ہونے دیا گیا ہے کہ وہ دراصل یہاں کے قیدی ہیں.... وہ اسی خیال میں ہوں کہ وہ وہاں کام کر رہے ہیں.... جب کہ ہمیں انہوں نے جو جواب دیا ہم نے اس جواب سے یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ وہاں کے قیدی بنا لیے گئے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... ہم وہاں جائیں گے.... خان رحمان تم پروفیسر صاحب کے ساتھ یہیں رہو گے.... اور پروفیسر عقلان صاحب بھی یہیں ٹھہریں گے.... کیونکہ فی الحال ان کی یہاں ضرورت ہے"۔

"م.... میں.... میں"۔ پروفیسر عقلان ہکلائے۔

"کیا ہوا؟"

"میں تو آپ لوگوں کے ساتھ جانا چاہتا تھا"۔

"ہم لوگوں کے ساتھ جانے کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا... نہ ملک اور قوم کو کوئی فائدہ ہو گا... جب کہ ان حالات میں آپ کی یہاں زیادہ ضرورت ہے"۔

"اچھی بات ہے"۔ انھوں نے گویا ہتھیار ڈال دیے۔

دوسرے دن وہ میک اپ میں وہاں سے ایک دوست ملک پہنچے... اس ملک کے صدر کے ذریعے انھوں نے نئے کاغذات تیار کرائے... مطلب یہ کہ ان کاغذات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس ملک کے رہنے والے ہیں... نئے حلیوں میں انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز پارٹی کے کاغذات بھی تیار کرائے گئے... تاکہ انھیں واپس لاتے وقت کام آئیں... یہ ملک اس عرب ریاست کا دوست تھا... لہٰذا اس طرح ان کی دال گل گئی اور وہ خیریت سے ریاست میں داخل ہو گئے... کسی کو ان پر شک نہ گزرا۔

انھوں نے سیاحوں کے طور پر ایک ہوٹل میں چند کمرے کرائے پر لے لیے... وہاں کے اخبارات کا مطالعہ کیا... نہ تو اس ریاست میں کوئی بدامنی نظر آئی... نہ کہیں کسی سازش کے امکانات نظر آئے... آخر کار انھوں نے سیاحوں کے طور پر ریاست کے حکمران سے ملنے کا فیصلہ کیا... اس طرح تو کوئی سراغ لگتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

ریاست کے حکمران کا نام ایاز شیخ تھا... اس نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور بولا۔

"یہ پہلا موقع ہے کہ کچھ سیاحوں نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ہے... ورنہ صرف سرکاری لوگ آتے ہیں مجھ سے تو ملنے کے لیے"۔

"بس جی... کیا بتائیں... شوق کہہ لیں اسے"۔

"اچھا خیر... آپ کو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے... پوچھ لیں... میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکتا"۔

"جی بہتر... آپ کی ریاست میں امن امان کی کیا حالت ہے؟"

"بالکل امن ہے... کہیں کوئی گڑبڑ نہیں... کسی قسم کی کوئی سازش نہیں"۔

"بہت خوب! آپ کسی قسم کی مدد کے لیے کبھی دوسری حکومت سے تو مدد نہیں لیتے؟"

"جب یہاں حالات ہی بالکل پرسکون ہیں تو مدد لینے کا کیا سوال؟" اس نے منہ بنایا۔

"بہت خوب... اس کا مطلب ہے... آپ نے آج تک بھی کسی کی مدد نہیں لی"۔

"بالکل نہیں"۔

"تب پھر آپ نے انسپکٹر کامران مرزا ور ان کے دوسرے

ساتھیوں کو یہاں کس لیے بلایا تھا؟" انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"یہ... یہ آپ سے کس نے کہہ دیا"۔

"ہم پاک لینڈ سے آ رہے ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے... پہلے آپ سیاحت کے لیے وہاں گئے تھے... پھر ادھر آئے ہیں... اور یہ اطلاع آپ کو وہیں ملی تھی کہ انہیں یہاں بلایا گیا ہے"۔

"آپ کافی ذہین ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں نے انہیں اس ریاست میں کسی گڑبڑ کو دور کرنے کے لیے نہیں بلایا تھا"۔ اس نے کہا۔

"تب پھر؟"

"وہ ایک اور کام تھا... پرائیویٹ"۔

"مہربانی فرما کر بتا دیں"۔

"آپ نے شاید سنا نہیں... میں نے کہا ہے... وہ پرائیویٹ کام تھا... پرائیویٹ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ خفیہ"۔

"اچھا خیر... کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟"

"جی نہیں... ویسے آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہمیں ان سے بہت دلچسپی ہے"۔

"تو وہاں موجود انسپکٹر جمشید وغیرہ سے مل لیتے"۔

"وہ دیکھے بھالے ہیں"۔

"بس ایسے ہی انسپکٹر کامران مرزا ہیں"۔

"گویا آپ ہماری ان سے ملاقات نہیں کرا سکتے"۔

"نہیں"۔ اس نے پرزور انداز میں کہا۔

"اچھا شکریہ آپ نے ہمیں وقت دیا"۔

"کوئی بات نہیں"۔

وہ وہاں سے لوٹ آئے... اب ان کے دماغ پریشان تھے کہ کیا کریں... یہ اپنا ملک تو تھا نہیں... غیر ریاست تھی... اور اس ریاست کا حکمران کچھ ان کے حق میں نہیں تھا۔

"اس میں تو شک نہیں کہ وہ ہیں یہیں... اور شاید وہ ریاست کی قید میں ہیں"۔

"اور یہ صاحب ان کے بارے میں کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں"۔

"مطلب یہ کہ ہمیں خود ہی کرنا ہے... جو کچھ بھی کرنا ہے... ان صاحب سے تو کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی"۔

"خیر سوچتے ہیں... ویسے تو ہوٹل پہنچنے تک فرزانہ کچھ نہ کچھ بتانے کے قابل ہو ہی جائے گی"۔

"فی الحال تو میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں"۔

"وہ تو خیر ہو رہا ہے... جونہی ہم وہاں سے نکلے تھے... تعاقب شروع ہو گیا تھا"۔

"گویا حکمران کو ہم پر شک ہو گیا ہے... اور اب وہ ہماری نگرانی کرائے گا"۔ خان رحمان بولے۔

"اللہ مالک ہے... جب اوکھلی میں سر دیا تو پھر موسلوں کا ڈر کیا"۔

پھر جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئے... دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے۔

"اس کا مطلب ہے... نگرانی کرنے والے آ دھمکے"۔

"ضروری نہیں... یہ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے"۔

انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا... انہوں نے دیکھا... باہر ریاست کی پولیس کے چند آفیسر موجود تھے۔

"ہمیں آپ سے کچھ پوچھ گچھ کرنا ہے... آپ اپنا اسلحہ نکال کر میز پر رکھ دیں"۔

"جی بہت بہتر"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر انہوں نے اپنے پستول میز پر رکھ دیے۔

"اس سے پہلے تو آپ ان کے لائسنس دکھائیں"۔ ان کے آفیسرز نے کہا۔

"جی ضرور... آپ کا نام؟"

"میرا نام جاننے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"بہت بہتر آفیسر... میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا"۔

"آپ کوئی بات یونہی بھی نہیں پوچھیں گے"۔ اس نے کہا اور برا منہ بنایا۔

"اچھا"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر آفیسر کے دوسرے ساتھیوں نے ان کے پستول اٹھا کر جیبوں میں رکھ لیے۔

"یہ... یہ کیا؟"

"جب ہم واپس جانے لگیں گے تو آپ کو مل جائیں گے، فکر نہ کیجیے"۔

"بہت بہتر"۔ وہ پرسکون انداز میں بولے۔

اب ان کی اور ان کے سامان کی اچھی طرح تلاشی لی گئی... سوائے سیاحت کے سامان کے انہیں کچھ نہ ملا۔

"آپ ان کے چہروں کا جائزہ لیں"۔ اس نے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔

وہ ماتحت آگے بڑھا... اس نے چند آلات کی مدد سے ان کے چہرے دیکھے... پھر کچھ سیال لگا کر چیک کیا اور آخر اس نے کہا۔

"نہیں سر... یہ میک اپ میں نہیں ہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... کیا تم شاہ کو بے وقوف خیال کرتے ہو"۔ آفیسر نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"میری ایسی مجال کہاں؟"

"تب پھر سنو... شاہ کو یقین ہے... یہ لوگ میک اپ میں ہیں... اور انسپکٹر کامران مرزا اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرتے ہوئے آئے ہیں اور ان کا یہ خیال غلط نہیں ہو سکتا... اس لیے کہ میں نے آج تک ان کا کوئی خیال غلط ہوتے نہیں دیکھا... ان جیسا باریک بین میں نے آج تک نہیں دیکھا... وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں"۔

"میں معافی چاہتا ہوں... یہ یقیناً میک اپ میں ہیں... لیکن میں شاید اتنا ماہر نہیں کہ ان کا میک اپ اتار سکوں"۔

"ہاں! تم یہ بات کہہ سکتے ہو.... اب اگر یہ میک اپ میں ثابت ہو گئے تو تم ملازمت سے فارغ۔

"بس.... سر... اتنا سخت حکم نہ دیں"۔

"تب پھر میک اپ اتارو ان کے.... میں ان کی اصلی شکل صورت دیکھنے کے لیے بے قرار ہوں"۔

"میں ایک کوشش اور کرتا ہوں سر"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔ وہ مسکرایا.... لیکن اس مسکراہٹ سے بھی بہت زیادہ سنگ دلی ٹپک رہی تھی... اس وقت انھیں پریشانی احساس ہوا کہ یہ شخص ضرورت سے زیادہ سنگ دل ہے... اور آ

سے بھی نرمی کرنا نہیں جانتا... اور وہ اپنے پستول نکال کر دے چکے تھے... اور ایسا اس لیے ہوا تھا کہ اس وقت وہ بالکل بھی سنگ دل نظر نہیں آیا تھا... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ایکٹنگ کا بھی ماہر تھا، اس وقت اس نے اپنے چہرے پر نرم دلی طاری کر لی تھی.... اب اس کا اصل چہرہ ان کے سامنے تھا۔

میک اپ کے ماہر نے ایک بار پھر ان کے چہروں پر کام شروع کر دیا... لیکن پوری کوشش کے باوجود... وہ میک اپ نہ اتار سکا۔

"نہیں سر... ان کے چہروں پر میک اپ نہیں ہے"۔

"پھر وہی بات کہی تم نے... جملہ درست کرو"۔

"او یس سر.... یہ میک اپ میں ہیں.... میں اتنا ماہر نہیں کہ ان کا میک اپ اتار سکوں"۔

"تب پھر تم ملازمت سے فارغ"۔

"سر آخر اس میں میرا کیا قصور؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"یہ قصور کیا کم ہے کہ تم یہاں میک اپ مین ملازم ہو اور ان کا میک اپ ختم نہیں کر سکے"۔

"بہت بہتر... مجھے ملازمت سے فارغ کرنے سے پہلے آپ ان کے چہروں سے میک اپ اتروا کر دکھائیں"۔

"ہاں بالکل... یہ تو میں کر کے دکھاؤں گا.... ابھی لیں"۔

یہ کہہ کر اس نے کسی کو فون کیا.... فون پر چند جملے ادا کیے اور

خاموش ہو گیا.... اب سب خاموش بیٹھے تھے.... گویا میک اپ کے ماہر
کا انتظار تھا سب کو۔

"آخر یہ چکر کیا ہے جناب"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"ساری مسکراہٹ دھری رہ جائے گی.... بس میک اپ اتر جانے
دو"۔

"جی نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا۔

"کیا مطلب.... جی نہیں"۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے.... جی نہیں"۔

"کیا جی نہیں"۔

"میرے چہرے سے مسکراہٹ آپ نہیں چھین سکتے"۔

"مجھے چھیننے کی ضرورت نہیں.... یہ خود بخود ختم ہو جائے گی"۔

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں.... ایسا نہیں ہو گا"۔

اس کی مسکراہٹ نے انہیں پھر خوف زدہ کر دیا.... ایسے میں
میک اپ کا ماہر وہاں آ گیا.... اس نے ساری بات سنی اور مسکرایا اور
ان کے چہروں پر کام شروع کرتے ہوئے بولا۔

"اس کا مطلب ہے.... میری ملازمت پکی"۔

"ہاں! اگر تم نے میک اپ اتار دیئے"۔

"بس دیکھتے جائیں"۔

اس نے ان کے چہروں پر نہ جانے کیا کچھ لگایا کہ چہرے آگ

جلنے لگے.... ان کی چیخیں اور سسکیاں بلند ہونے لگیں.... بس ایک
انسپکٹر جمشید تھے.... جو اب تک یہ سب پر سکون رہ کر برداشت کر رہے
تھے۔

"دیکھا.... تم لوگ تو یہیں چیخنے چلانے لگے.... حالانکہ ابھی میں
نے تمہیں اپنے کمرۂ خاص میں لے کر بھی نہیں گیا"۔

"کمرۂ خاص کیا؟"

"یہ وہاں جا کر پتا چلے گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر ان کے چہروں سے میک اپ اترتے چلے گئے.... پہلے
میک اپ کے ماہر کا چہرہ تاریک ہوتا جا رہا تھا۔

"تم نے دیکھا.... شاہ نے درست کہا تھا.... میں نے بھی درست
کہا تھا اور تم نے غلط کہا تھا.... لہٰذا تم ملازمت سے فارغ.... ابھی اور
اسی وقت.... یہ وردی اتار دو اور یہاں سے رخصت ہو جاؤ"۔

"سر! میں یہاں سے ننگا کس طرح رخصت ہوں گا.... آپ خود
سوچیں"۔

"مجھے کچھ نہیں سوچنا.... کپڑے اتارو اور چلے جاؤ.... صرف
بنیان پہنے رہو"۔

وہ وردی اتارنے لگا.... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے اپنی قمیض اتار
کر اس کی طرف اچھال دی۔

"آپ یہ پہن کر چلے جائیں"۔

"کیا.... کیا"۔ وہ حیرت زدہ انداز میں بول اٹھے.... آفیسر بھی اور ماتحت بھی۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے.... میرے پاس اور کپڑے ہیں.... میں ان میں سے نکال کر پہن لوں گا.... یوں بھی میں نے قمیض کے نیچے بنیان تو پہن ہی رکھی ہے"۔

"اب تمہیں کوئی قمیص نہیں پہننے دے گا.... اس لیے کہ تم انسپکٹر جمشید ہو.... بہت مدت سے تمہاری تاک میں تھا"۔

"کیوں جناب! ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے"۔

"کمرۂ خاص میں جا کر بتاؤں گا.... ویسے تم چاہو تو اپنی قمیص واپس لے لو"۔

"میں دی ہوئی چیز واپس نہیں لیا کرتا"۔

"کوئی بات نہیں"۔

"لوگ تمہیں گھوریں گے.... قدم قدم پر گھورا جائے گا تمہیں.... کیونکہ تم پوری ریاست میں واحد آدمی ہو گے.... جو قمیص کے بغیر لے جائے جا رہے ہو گے"۔

"کیوں.... کیا آپ اپنی گاڑی پر نہیں لے جائیں گے"۔

"مجرموں کو ہم گاڑیوں پر نہیں لے جاتے"۔

"ہم نے اس وقت تک کیا جرم کیا ہے؟"

"میک اپ میں ہماری ریاست میں داخل ہوئے ہو.... گویا انتظامیہ کو دھوکا دینا چاہتے تھے آپ"۔

"کیا ابھی تک کوئی دھوکا دیا ہے؟"

"میک اپ میں آنا دھوکا دینا ہی تو ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"او کے.... آپ کی مرضی.... پھر ہم بھی آزاد ہوں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کہا.... ہم بھی آزاد ہوں گے.... یہ کیا کہا آپ نے"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے کہا ہے.... ہم بھی.... ہاتھ پیر ہلانے کے لیے آزاد ہوں گے"۔

"اگر ہلانے کے قابل رہے تو ضرور ہلایئے گا"۔

اس وقت تک ماتحت قمیص پہن چکا تھا۔

"اب کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو"۔

"ایک درخواست جاتے جاتے"۔

"اور وہ کیا؟"

"انسپکٹر جمشید نے مجھے اپنی قمیص دے دی.... آپ انھیں اپنے سامان سے قمیص لینے دیں.... مجھے یہ اچھا نہیں لگتا"۔

"تم جاتے ہو یا نہیں"۔

"اوہ اچھا"۔

اس نے ایک نظر ان سب پر ڈالی اور کمرے سے چلا گیا... اب انھیں باہر لایا گیا... لوگ انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر ہنسنے لگے... ہوٹل میں وہ جس طرف سے بھی گزرے... ہنسی کے طوفان اٹھتے رہے... آخر وہ ہوٹل سے نکل آئے... باہر بھی یہی حال ہوا... جس کی ان پر نظر پڑی... وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکا... یہاں موسم بھی سرد تھا۔

اسی طرح وہ ایک بند سی عمارت میں لائے گئے... یہ عمارت پتھروں سے بنائی گئی تھی... اور حد درجے مضبوط نظر آ رہی تھی... یہاں تک کہ دروازے بھی پتھر کے تھے۔

"اس عمارت کا کوئی دروازہ کندھے مار کر توڑ کر دکھا دو... انسپکٹر جمشید... میں تمھیں آزاد کر دوں گا"۔

"ہائیں... تو کیا ہم قید ہیں"۔

"ہاں! اب تم اس ریاست کے قیدی ہو"۔

"آپ نے ہمیں عدالت میں پیش نہیں کیا"۔

"میں اس ریاست کی عدالت ہوں"۔ اس نے سینے پر ہاتھ مارا۔

"خدا کا شکر ہے"۔ فاروق بول اٹھا۔

"کس بات پر ادا کیا خدا کا شکر"۔ آفیسر ہنسا۔

"ویسے تو ہر بات پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے... اس وقت اس بات پر ادا کیا کہ آپ ہمیں اپنا نام نہیں بتا رہے تھے... اب خود ہی نام بتا دیا"۔

"حد ہو گئی... میں نے اپنا نام کب بتایا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابھی ابھی آپ نے کہا ہے نا... میں عدالت ہوں... تو مسٹر عدالت... یہی نام ہوا آپ کا"۔

باقی لوگ مسکرا دیے۔

"ہنسی نہیں آئی"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر رو دیں"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

اب تو باقی لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"روئیں گے تو اب آپ لوگ... بلکہ اپنی قسمت کو روئیں گے"۔

اس نے تلملائے ہوئے لہجے میں دھمکی دی۔

"انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھی کہاں ہیں؟"

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے اچانک سرسری انداز میں پوچھا۔

"بہت بے چین ہیں ان سے ملنے کے لیے"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! بہت"۔

"اچھا... بہت جلد ملاقات کرائیں گے... فکر نہ کرو... اگر تم اپنا پروگرام صاف صاف بتا دو تو اور بھی کم وقت لگے گا"۔

ان سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر انسپکٹر جمشید

بولے۔

"پوچھیے.... کیا پوچھنا ہے"۔

"نہیں.... کمرۂ خاص میں پوچھوں گا"۔

آخر وہ کمرۂ خاص میں داخل ہوئے.... پھر ان کے دل گویا اچھل کر حلق میں آ لگے۔

○☆○
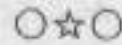
ایک آواز

اس کمرے میں اور ان کے کمرۂ امتحان میں بہت فرق تھا.... یہاں آلات ظالمانہ قسم کے تھے.... بجلی کے ہیٹر.... زخموں پر چھڑکنے کے لیے نمک.... داغ دینے کے لیے لوہے کی سلاخیں.... انسانی جسم کو کسنے کے لیے اور جوڑ الگ کرنے کے لیے خوفناک قسم کی مشینیں۔

"کیوں.... دہل گئے نا"۔

"ہاں دہل گئے.... اس لیے کہ آخر ہم بھی انسان ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ سب کچھ صاف صاف بتا دیں.... اس کمرے سے صاف بچ جائیں گے"۔

"کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"یہاں آنے کا مقصد"۔

"انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کی تلاش میں آئے ہیں.... انہیں ساتھ لے کر جانے کے لیے"۔

"یہ دونوں کام نہیں ہو سکیں گے"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"نہ تو آپ انہیں تلاش کر سکتے ہیں' نہ یہاں سے لے جا سکتے ہیں"۔

"اب ہمیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں رہی... دوسرے کام کی کوشش ہم کریں گے"۔

"وہ... وہ کیسے؟"

"ملاقات کرانے کا دعویٰ تو آپ نے کیا ہے"۔

"اوہ ہاں... وہ اسی عمارت کے ایک کمرے میں موجود ہیں... لیکن اس عمارت کے ایک کمرے کی آوازیں... بس اس کمرے تک رہتی ہیں... باہر نہیں جاتیں"۔

"چلیے کوئی بات نہیں... آپ ہمیں ان سے ملوا ہی رہے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں... لیکن اس سے پہلے آپ کو سچ اگلنا ہو گا"۔

"ہم بتا چکے ہیں... اپنے ملک میں ہمیں ان کی بہت ضرورت محسوس ہو رہی ہے... میں نے ان سے فون پر رابطہ کیا... پتا چلا... وہ کسی نامعلوم مہم پر گئے ہوئے ہیں"۔

"پھر! آپ کو کیسے پتا چلا... کہ وہ یہاں اس ریاست میں ہیں"۔

"ہمیں ان کے بارے میں ایک عجیب و غریب شخص نے بتایا ہے... اور سچ تو یہ ہے کہ اسی شخص کے سلسلے میں ہمیں ان کی ضرورت محسوس ہوئی تھی"۔

"میں کچھ نہیں سمجھا... جلدی بتائیں"۔

"پہلے آپ بتائیں... آخر انسپکٹر کامران مرزا کو یہاں کیوں لایا گیا تھا اور کیسے؟"

"اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا"۔

"او کے... ہم بتا چکے ہیں... یہاں کس لیے آئے ہیں"۔

"اس نوجوان کے بارے میں بتائیں"۔

اب انہیں تفصیلات سنانا پڑیں... ان باتوں کو چھپانے کے لیے اب کوئی ضرورت نہیں رہی تھی... اس لیے کہ یہ باتیں تو اب پوری دنیا کے سامنے آنے والی تھیں... وہ حیرت زدہ سا سنتا رہا... آخر بولا۔

"تب پھر... ان کی رہائی کی قیمت ادا کر دیں... میں انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیتا ہوں"۔

"رہائی کی قیمت... یہ کیا بات ہوئی؟"

"ہاں! رہائی کی قیمت... آپ ایسا کریں... اس نوجوان کو پکڑ کر ہمارے حوالے کر دیں... اور اپنے انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کو لے جائیں"۔

"حد ہو گئی... اس نوجوان کی تلاش کے سلسلے ہی میں ان کی ضرورت ہے... اگر اسے تلاش کرنا اس قدر آسان ہوتا تو ہم کب کا اسے تلاش کر لیتے"۔

"جیسے تم لوگوں کی مرضی... اس صورت میں تو پھر تم لوگوں کو

ان کے پاس ہی پہنچانا پڑے گا... ویسے تم چاہو تو میں تمہیں اس عمارت کے الگ کمرے میں قید کر سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"نہیں... ان کے ساتھ ہی ٹھیک رہے گا"۔

"شاید تم سوچ رہے ہو کہ ان کے ساتھ مل کر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر لو گے... لیکن ایسا نہیں ہو گا"۔

"کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا۔

"اچھی بات ہے... اب انہیں ان مشینوں میں کس دو"۔

"اب اس کی کیا ضرورت ہے"۔

"اگرچہ تم لوگوں نے سب کچھ بتا دیا ہے... لیکن... مجھے مزا نہیں آیا... میں چاہتا تھا تم ان مشینوں میں چیختے چلاتے بتاتے' اب چونکہ میں تمہاری چیخیں نہیں سن سکا... اس لیے ایسا کرنا ہو گا"۔

"یہ سراسر ظلم ہے... جب اس کے بغیر ہم نے ساری بات بتا دی ہے تو ایسا کرنے کی کوئی تک نہیں"۔

"تک ہے یا نہیں... یہاں میرا حکم چلتا ہے... میں ہی یہاں کا قانون ہوں... میں ہی یہاں کی عدالت ہوں... میں ہی یہاں کا جیلر ہوں... اور میں ہی یہاں کا اصل حکمران ہوں... شاہ بے چارہ تو میرے اشاروں پر ناچتا ہے... اس لیے کہ میں یہاں کا کمانڈر انچیف ہوں"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! تمام عہدے میرے پاس ہیں"۔

"حد ہو گئی... کتنے لوگوں کا حق مار رکھا ہے آپ نے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

وہ فاروق کی بات پر ہنس پڑا اور بولا۔

"اس لڑکے کو چھوڑ کر سب کو کس دو"۔

"کیوں جناب! میں نے کیا قصور کیا ہے کہ آپ مجھے چھوڑ رہے ہیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی... ارے احمق... میں شکنجے میں نہیں کسوا رہا تمہیں... اس لیے کہ تمہاری بات سن کر میں ہنس پڑا ہوں... جب کہ مجھے کوئی نہیں ہنسا سکتا"۔

"میں نے ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا... معاف کر دیں"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی... کیا تم عقل سے بالکل پیدل ہو"۔ وہ چلا اٹھا۔

"صرف عقل سے ہی نہیں... دل' گردے' پھیپھڑے وغیرہ سے بھی پیدل ہوں میں تو"۔

"حد ہو گئی... یہ تو چلا ہے مجھے بے وقوف بنانے"۔

"نہیں جناب! میں چلا کہاں ہوں... ایک جگہ رکا ہوا ہوں"۔

"اچھا... خیر... جکڑ دو سب کو... لیکن اسے نہیں"۔

"نہیں نہیں... یہ ظلم نہ کریں"۔ فاروق چلایا۔

"حد ہو گئی... یہ ظلم کس طرح ہو گیا"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"یہ ظلم اس طرح ہو گیا مسٹر عدالت اور وغیرہ وغیرہ... کہ میرے باقی ساتھی ظلم کی چکی میں پسیں... اور میں آرام سے کھڑا دیکھتا رہوں... یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا"۔

"اگر یہ نہیں دیکھ سکتے تو باہر چلے جاؤ... اور دوسرے کمرے و گھوم پھر کر عمارت دیکھ لو"۔ اس نے کہا۔

"نہیں... میں تو خود کو شکنجے میں کسواؤں گا... یا پھر آپ ہم میں سے کسی کو بھی نہ کسیں"۔

"یہ تو نہیں ہو سکتا"۔ اس نے کہا۔

"تب پھر مجھے بھی کسیں"۔

"یہ نہیں ہو سکتا... تمہیں چھوٹ دے بیٹھا ہوں"۔

"مجھے نہیں چاہیے... آپ کی چھوٹ ووٹ"۔

"یار تم کیسے انسان ہو؟" وہ جھلا اٹھا۔

"دیکھ لیں بس... میں تو ایسا ہی ہوں"۔

"حد ہو گئی... مجھے مشکل میں ڈال دیا... اچھا لے جاؤ انہیں۔ ان سورماؤں کے کمرے میں اور بند کر دو تمام دروازے... اگر یہ اس عمارت سے نکل گئے تو سمجھ لو... اس عمارت کے سب ملازم اس دنیا سے نکل گئے"۔

"نن نہیں... سر نہیں"۔ وہ چلا اٹھے۔

"اس سے ہلکی کوئی سزا مجھے معلوم نہیں"۔

"نن... نہیں... سر نہیں... آپ جانتے ہی ہیں"۔ ان میں سے ایک نے لرز کر کہا۔

"کیا جانتا ہوں... میں تو سب کچھ جانتا ہوں"۔ اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"اسی لیے تو میں نے کہا ہے... آپ تو جانتے ہی ہیں"۔

"آخر کیا؟" وہ چلا اٹھا۔

"یہ کہ یہ لوگ بھی نکل جانے کے ماہر ہیں... ان لوگوں کو کہاں کہاں قید نہیں کیا گیا... کیا کیا نہیں ہوا ان کے ساتھ... لیکن یہ ہمارے سامنے زندہ سلامت ہیں... یہ یہاں سے بھی بچ نکلیں گے"۔

"حد ہو گئی... تم بات کو سمجھتے کیوں نہیں"۔

"ہم سمجھ رہے ہیں سر... ہمیں ان کو قید خانے کے اندر رکھنا ہے... باہر نکلنے کے تمام راستے بند رکھنا ہوں گے... اور چوبیس گھنٹے ان کی زبردست نگرانی کرائی جائے گی... اس کے باوجود ہم جانتے ہیں... یہ لوگ نکلنے کے لیے کوئی نہ کوئی راستا ضرور تلاش کر ہی لیں گے"۔

"حد ہو گئی... تم تو کچھ زیادہ ہی ان سے خوف زدہ ہو... ارے بھئی! یہ اسی دنیا کے انسان ہیں... اور تم چاہو تو یہ کبھی بھی فرار نہ ہو سکیں"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں سر... ہم ایسا ہی کریں گے... انہیں فرار نہیں ہونے دیں گے"۔

"اور اگر ہم فرار ہو گئے تو... تو پھر یہ بھی فرار ہو جائیں گے"۔

فاروق مسکرایا۔

"نہیں... یہ لوگ فرار نہیں ہو سکتے... اس لیے کہ ان کی کلیں میرے ہاتھ میں ہیں"۔

"تب تو مارے گئے بے چارے"۔

"کیا مطلب؟" آفیسر نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ ہم واقعی یہاں سے نکل جائیں گے اور یہ بے موت مارے جائیں گے"۔

"حد ہو گئی... میں دیکھوں گا تم کس طرح بھاگتے ہو... اور ان کی موت تو ایسی صورت میں آ کر رہے گی"۔

"نن نہیں"۔ وہ کانپ گئے۔

"اب نہیں کہو یا ہاں... ان کی حفاظت تو کرنا ہی ہو گی... میں چلا... تم جانو تمہارا کام اور ہاں، انہیں انسپکٹر کامران مرزا والے کمرے میں اگر بند کیا گیا تو یہ مل کر سازش کریں گے... ان کی طاقت بڑھ جائے گی... لہٰذا انہیں الگ الگ رہنے دو"۔

"بہت بہتر سر"۔

اور پھر آفیسر تو وہاں سے چلا گیا... رہ گئے وہاں صرف وہ...

انسپکٹر جمشید نے پراسرار انداز میں ان سے کہا۔

"تم لوگ بچ سکتے ہو... اگر ہمارا ساتھ دو"۔

"کیا مطلب؟"

"یہ تو طے ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں گے"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"لہٰذا تم ہمارا ساتھ دو... ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور تمہیں آفیسر کے ہاتھوں سے بچا لیں گے... نام کیا ہے ان کا"۔

"موت... موت نام ہے ان کا"۔

"اچھی بات ہے... ہم آپ کو مسٹر موت سے اللہ نے چاہا تو بچا لیں گے"۔

"موت سے بھلا کون کسی کو بچا سکا ہے"۔

"اوہو بھائی... یہ وہ موت نہیں ہے... اصل موت سے کوئی نہیں بچ سکا آج تک"۔

"ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے... ہمارے بیوی بچے ساری زندگی عذاب میں مبتلا رہیں گے... وہ انہیں طرح طرح کے عذاب دے گا... اور اگر ہم تم لوگوں کی حفاظت کرتے مارے جائیں گے... تو وہ انہیں کچھ نہیں کہے گا... لہٰذا اپنے بیوی بچوں کی خاطر ہم اس کا حکم مانیں گے"۔

"اچھا خیر... نام کیا ہے اس کا"۔

"ہماری ریاست میں اسے سفید موت کہا جاتا ہے.... وہ بھی اپ[نے لیے]
یہی نام پسند کرتا ہے"۔

"اوہ اب سمجھا.... تو یہ ہے وہ سفید موت.... ویسے اس کا ذکر سن[ا]
ہے ہم نے"۔

"اب سیدھی طرح چلیں اپنے کمرے میں.... فرار کے تمام
راستے پہلے ہی بند ہیں' اگر آپ لوگ ہمیں ہلاک کر کے نکل جانے کی
کوشش کریں.... تب بھی ایسا نہیں کر سکیں گے"۔

"تب پھر تمہیں ہمارے سروں پر مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی
اس سفید موت کو"۔

"اس کی باتیں وہی جانے"۔

"بہت خوب.... چلئے کہاں چلنا ہے.... اس عمارت کے باہر کے
نگران موجود ہوں گے بھلا"۔

"فوج کا ایک پورا دستہ ہے.... جس کا نشانہ اس قدر تیز ہے کہ
بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

"ارے باپ رے.... ہم چند لوگوں کے لیے فوج کا پورا ایک
دستہ"۔

"صرف آپ لوگوں کے لیے نہیں.... یہاں اور بھی بہت سے
قیدی ہیں"۔

"اوہ اچھا.... خیر.... اللہ مالک ہے"۔

انہوں نے کہا اور ارد گرد کا جائزہ لیا.... ابھی انہیں اس عمارت
کے بارے میں اور باہر کے حفاظتی انتظامات کے بارے میں کچھ معلوم
نہیں تھا.... لہٰذا فی الحال انہوں نے کوئی کوشش نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

انہیں کلاشن کوفوں کے گھیرے میں ایک کمرے تک لایا گیا....
اور پھر کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا.... ایسے میں فاروق کی آواز سنائی
دی۔

"خوب رہی.... آئے تھے انکل کامران مرزا اور شوکی برادرز کو
چھڑانے.... اور خود قید ہو گئے.... اب ہمیں چھڑانے کون آئے گا"۔

"اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

عین اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی۔

○☆○
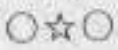
کیا چاہیے

"یہ.... یہ آواز کیسی تھی؟" خان رحمان چونک اٹھے۔
"خود ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں"۔ محمود نے فوراً کہا۔
"شاید اس کمرے کے نیچے کوئی تہ خانہ ہے.... اس کمرے میں
کوئی قیدی ہے.... یہ آواز اس کی تھی.... درد بھری آواز"۔ انسپکٹر
جمشید نے خیال ظاہر کیا۔
"لیکن اس عمارت کے ایک کمرے کی آواز تو دوسرے کمرے
میں آتی ہی نہیں"۔
"یہ اس کا بیان تھا.... جو خود کو حکومت کہتا ہے.... لیکن یہ
ضروری نہیں کہ بات ہو بھی یہی"۔
"تب پھر.... ہمیں تو اس فرش پر کام کرنا چاہیے"۔ محمود بولا۔
"بالکل ٹھیک"۔ انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔
اور پھر محمود کے چاقو کی مدد سے فرش پر کام شروع کر دیا گیا۔
انہیں اس بات پر بھی حیرت ہوئی تھی کہ ان لوگوں کو محمود کے چاقو کے
بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔

ان پتھروں پر چاقو بہت آہستہ آہستہ انداز میں چلا.... جب کہ
اس کو تو فوراً" پتھروں کو کاٹ دینا چاہیے تھا... اس کا مطلب تھا.... وہ
پتھر بھی خاص قسم کے تھے.... آخر خدا خدا کر کے وہ اس فرش میں
سوراخ کرنے میں کامیاب ہو گئے.... یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ ایک آدمی
اس میں سے گزر سکتا تھا... سوراخ جونہی اتنا بڑا ہوا تھا کہ اس میں
سے نیچے جھانک سکتے... انہوں نے جھانک کر دیکھا تھا.... آواز بھی دی
تھی.... لیکن کوئی جواب نہیں ملا تھا.... اور جب سوراخ کافی بڑا ہو
گیا.... تب بھی انہیں نیچے کوئی نظر نہ آیا.... وہاں گھپ اندھیرا تھا۔
"نیچے کوئی ہے" انسپکٹر جمشید چلائے۔
کوئی جواب نہ ملا۔
"اب کیا کریں' یہ محنت تو بے کار گئی"۔
"سوال یہ ہے کہ نیچے ہے کیا"
اچانک انہیں وہی آواز پھر سنائی دی... اب انہوں نے صاف
محسوس کیا.... وہ آواز پانی کی تھی۔
"ارے! کیا نیچے دریا ہے... یا سمندر ہے.... اور یہ اس کی آواز
ہے"۔
"کک.... کاش"۔ فرزانہ نے سرد آہ بھری۔
"یہ اس وقت کاش کیوں نکلا منہ سے"۔ فاروق اس پر الٹ
پڑا۔

کمرے میں جلنے والے ننھے سے بلب کی روشنی میں بہرحال وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

"کاش! اس وقت منور علی خان ہمارے ساتھ ہوتے.... ان کی رسی کو لٹکا کر ہم یہ اندازہ کر سکتے تھے کہ کتنی گہرائی میں پانی ہے.... بلکہ فاروق تو اس رسی کے ذریعے نیچے کی خبر تک لا سکتا تھا"۔

"ارے باپ رے"۔ فاروق کانپ گیا۔

"کیوں.... کیا ہوا؟"

"اس تاریکی میں رسی کے ذریعے نیچے اترنے کے خیال سے کپکپی آ گئی"۔ اس نے اور زیادہ کانپ کر کہا۔

"بس رہنے دو.... بڑے آئے کانپنے والے"۔

"کیا کہا.... بڑے آئے کانپنے والے"۔ انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں بالکل.... اور کیا کہوں اسے"۔

"ہم ایک رسی تیار کر سکتے ہیں"۔ ایسے میں فرزانہ کی آواز ابھری۔

"کیا کہا فرزانہ.... ہم رسی تیار کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں.... لیکن اس کے ذریعے فاروق نیچے نہیں اتر سکے گا.... صرف پانی کی گہرائی معلوم کر سکیں گے ہم.... وہ بھی اس صورت میں

کہ ہماری تیار کردہ رسی پانی تک جا سکے.... اگر نہ گئی تو پھر ہم اس طرح بھی معلوم نہیں کر سکیں گے"۔

"سوال یہ ہے کہ رسی کس طرح تیار ہو گی"۔

"ازار بندوں کے ذریعے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب.... ہم اپنی شلواروں سے ازار بند نکالیں اور شلواریں کس طرح اپنی جگہ پر رہیں گی"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

وہ ہنس پڑے.... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"بہت خوب فرزانہ.... ان حالات میں تم نے بہت زوردار ترکیب سوچی.... شلواروں میں سے ازار بند نکالے جا سکتے ہیں اور وقتی طور پر شلواروں کو دھوتی کی طرح باندھا جا سکتا ہے"۔ انہوں نے وضاحت کی۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... اس طرح تمام ازار بند جوڑے گئے اور پھر نیچے لٹکائے گئے.... جب اس رسی کو اوپر کھینچا گیا تو رسی کا نچلا سرا گیلا نہیں تھا۔

"افسوس فرزانہ.... تمہاری ترکیب بے کار گئی"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اس میں میرا کیا قصور؟" اس نے بھی برا سا منہ بنایا۔

"اب کیا کریں"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"صبر"۔ فاروق بولا۔

یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس ریاست کے حکمران کو ہم
سے کیا دشمنی ہے.... نہ صرف ہم سے بلکہ باقی دو پارٹیوں سے بھی۔
پہلے اس نے ان دو پارٹیوں کو یہاں بلا کر قید کیا اور اب ہمیں قید کر
ڈالا.... اگرچہ اس نے ہمیں بلایا نہیں تھا.... اتنا ہے کہ بلائے جانے
جیسے حالات پیدا کر دیے تھے.... یعنی ہم یہاں آنے پر مجبور ہو گئے۔
اور انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ بھی چند دن سے تو یہاں ہیں ہی.... لیکن
اب تک وہ نکل نہیں پائے.... اس کا مطلب ہے.... ہم اس عمارت
سے فرار نہیں ہو سکتے"۔ انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو
گئے۔

"لیکن کیوں.... کیا ہم نے اس فرش میں سوراخ نہیں کر ڈالا....
تو دیوار میں سوراخ کیوں نہیں کر سکتے"۔

فرش میں سوراخ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا.... یہ بات
انہیں بھی معلوم تھی' لہٰذا انہوں نے اس بات کی پروا نہیں کی کہ ہم
فرش پر سوراخ کر لیں گے.... لیکن اگر ہم دیوار میں سوراخ کرکے فرار
ہو سکتے ہیں' تب انہوں نے اس بات کا خیال ضرور رکھا ہو گا.... اور
میرا خیال ہے.... ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے.... اس کے علاوہ
عمارت سے باہر فوج بھی موجود ہے.... جو عمارت کے چاروں طرف
مورچے کھودے بیٹھی ہے.... ہم ان لوگوں کو دیکھ چکے ہیں.... ہم فوج
سے جنگ کرنے کی پوزیشن میں اس لیے نہیں کہ اس ریاست کے

بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے.... اگر کسی طرح ہم فوج کو چکر دے کر
یہاں سے فرار بھی ہو جائیں.... تو کیا ہو گا.... یوں ہم فرار ہونے کے
قائل ہیں ہی نہیں.... ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے
پر پہنچا ہوں کہ ہمیں ان کی بات ماننا ہو گی"۔

"ان کی بات.... کون سی بات؟" سب ایک ساتھ بولے۔

"جو بھی ان کا مطالبہ ہے.... آخر ہمیں یہاں جمع بلاوجہ تو نہیں
کیا انہوں نے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

عین اس وقت کمرے میں آواز گونجی۔

"بالکل ٹھیک نتیجے پر پہنچے آپ لوگ' لیکن...."

"کیا کہنا اے پیاری آواز"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"پہلے تم لوگ یہاں سے نکلنے کی پوری کوشش کرکے دیکھ لو....
اس کے بعد ہم بتائیں گے.... ہم لیکن کے بعد کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... جیسے آپ کی مرضی.... کیا آپ مسٹر حکومت بات
کر رہے ہیں؟" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"تو یہاں اور کون بات کرے گا.... میرے علاوہ"۔

اور پھر انہوں نے واقعی کوشش شروع کر دی.... انسپکٹر جمشید
محمود کا چاقو لے کر ایک دیوار پر شروع ہو گئے.... باقی لوگ اپنے طریقے
کے مطابق راستا تلاش کرنے لگے.... لیکن وہ تھک گئے.... اور راستا

تلاش نہ کر سکے.... یہاں تک کہ بھوک اور پیاس کے مارے ان کی حالت بہت ردی ہونے لگی.... ایسے میں انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ پروفیسران کے ساتھ نہیں تھے۔

"بھوک اور پیاس تو محسوس نہیں ہو رہی؟" طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"ریاست کے حکمران کیا مسلمان نہیں ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کیوں پوچھا؟"

"مسلمان آدمی اپنے قیدی کو بھوکا پیاسا ہرگز نہیں رکھتے"۔

"اچھی بات ہے.... ابھی کھانا بھیجتے ہیں.... لیکن...." آواز آئی۔

"لیکن کیا؟"

"انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کو ہم نے یہاں بلایا تھا... تاکہ ان کی تلاش میں تم لوگ ادھر آسکو"۔

"آخر کیوں؟" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"وہ یہیں رہیں گے.... ہماری قید میں.... یا پھر ہم ان میں سے انسپکٹر کامران مرزا کو رہا کر دیتے ہیں.... تاکہ وہ بھی تم لوگوں کے ساتھ مہم پر جاسکیں"۔

"ہم سمجھے نہیں.... یہ کس مہم کا ذکر ہے.... ویسے تو یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ انسپکٹر کامران مرزا تمہارے دھوکے میں

کس طرح آگئے"۔

"ہاہاہا.... ہمارے حکمران.... میرا مطلب ہے.... میں.... مسٹر حکومت.... میری عقل کی داد دو"۔

"اچھا دے دیتے ہیں داد.... ہمارا کیا جاتا ہے.... لے لیں داد.... کتنی چاہیے"۔ فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"پہلے یہ بتائیں.... وہ آپ کے قابو میں کس طرح آگئے"۔

"ریاست کے حکمران سے ان کی پرانی علیک سلیک ہے.... دو ایک بار جب ریاست میں کچھ لوگوں نے انوکھی قسم کی سازش کی تھی تو انہوں نے انہیں مدد کے لیے بلایا تھا.... اس طرح ان سے کافی گہری علیک سلیک ہو گئی.... اچانک مجھے خیال آیا کہ ہم انسپکٹر کامران مرزا کی اس دوستی کے ذریعے ایک بہت خوب صورت کام لے سکتے ہیں.... میں نے حکمران کے کانوں میں اپنا پروگرام گھول دیا.... وہ سن کر جھوم اٹھے.... ویسے وہ میری ہر بات مانتے ہیں"۔

"یہاں بھی ایک بات سمجھ میں نہیں آئی؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اور وہ کیا؟"

"جب یہاں آپ جیسے چالاک انسان موجود ہیں تو انسپکٹر کامران مرزا کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی.... وہ کام انہوں نے تم سے کیوں نہ لیا"۔

"میں ایسے کاموں کا ماہر نہیں ہوں.... میں تو بس جوڑ توڑ کا ماہر ہوں... اور دیکھ لیں.... اس جوڑ توڑ کے نتیجے میں تینوں پارٹیاں یہاں موجود ہیں"۔

"اچھا خیر.... مان لیا... اب بتائیں شرط کیا ہے؟"

"کام آسان نہیں ہے... لیکن اتنا سن لیں... اگر آپ نے انکار کیا.... تو ساری عمر یہیں ٹھہرنا ہو گا... بلکہ نہیں.... پھر ہم کیوں آپ کو دینے لگے خوراک اور پانی... بھوکوں مرنا ہو گا.... کتنے دن جی لیں گے.... زیادہ سے زیادہ آٹھ دس دن.... پھر موت.... اور اس کمرے کے نیچے کیا ہے.... یہ آپ نے دیکھ ہی لیا... بس اس سوراخ سے جو آپ نے کیا ہے.... آپ سب کی لاشیں پھینک دی جائیں گی.... پھر کون لگائے گا آپ کا سراغ"۔

"ہمیں ڈرانے کی ناکام کوشش نہ کریں... آپ لوگ چاہتے کیا ہیں.... یہ بتائیں"۔

"بتا دوں"۔ وہ ہنسا۔

"ہاں! بتا دیں... ویسے تو یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک پولیس آفیسر کو ریاست میں اتنے اختیارات کیوں حاصل ہیں؟"

"دراصل میرے پاس بے شمار عہدے ہیں.... اور میں حکمران کا بھائی ہوں"۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اور اب سنیں... ہم آپ سے صرف اور صرف وہ نوجوان چاہتے ہیں"۔

"کیا مطلب... کون سا نوجوان"۔ وہ بری طرح اچھلے۔

"وہی نوجوان.... جو کل ہونے والا میچ آج دکھا دیتا ہے"۔

"کیا!!!"

وہ پوری قوت سے چلائے۔

○☆○
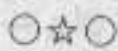
شش.... شاید

پھر کتنے ہی لمحے بیت گئے.... ان میں سے کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا.... وہ بتوں کی طرح بیٹھے رہ گئے تھے.... بس وہ ایک دوسرے کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے.... آخر اسی کی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا.... کیا آپ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے؟"

"شش.... شاید یہی بات ہے"۔ فاروق کی آواز ابھری۔

"ایسا بھی کیا.... میں نے کوئی اتنی انوکھی بات نہیں کہ دی"۔

"انوکھی تو خیر ہے.... لیکن اس انوکھی بات میں زیادہ انوکھا پن ایک اور ہے اور وہ یہ کہ ہمیں تو خود اس نوجوان نے بتایا تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کہاں ہیں.... اور اس کے بتانے پر ہی تو ہم نے ادھر کا رخ کیا تھا"۔

"یہ بات ہمیں معلوم ہے.... دراصل یہ عقل میں نے لڑائی تھی.... میں نے بتایا تو ہے کہ میں جوڑ توڑ کا ماہر ہوں"۔

"آخر کیسے.... آپ نے یہ کیسے کیا؟" انسپکٹر جمشید اور باقی حد درجے حیرت زدہ تھے۔

"میں نے اخبار میں.... آپ کے ملک میں شائع ہونے والے ایک اخبار میں ایک اشتہار شائع کرایا تھا.... اس نوجوان کے نام.... یہ کہ ہم اس سے ایک کام لینا چاہتے ہیں.... اس نمبر پر ہمیں فون کرے.... اس نے فون کیا.... میں نے اس سے کہا کہ وہ آپ لوگوں کو صرف اتنا بتادے کہ انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز ریاست ارباط میں ہیں.... اتنی سی بات کا معاوضہ وہ جو چاہے گا ہم اسے دے دیں گے.... اور یہ بتانا خود اس کے لیے مفید ہو گا.... میرے یہ کہنے پر وہ ہنسا اور اس نے پوچھا تھا کہ خود اس کے لیے کس طرح مفید ہو گا.... اس پر میں نے بتایا کہ ہم ان لوگوں کو اپنی قید میں رکھنا چاہتے ہیں.... اس طرح اس کے راستے کی رکاوٹ دور ہو گی.... اس پر نے کہا کہ آپ لوگ اس کے لیے بالکل کوئی رکاوٹ نہیں ہیں.... پھر بھی میں آپ کا کام کر دوں گا.... چنانچہ اس نے بغیر کسی معاوضے کے کام کر دیا"۔

"اور.... اور اس نے اپنے علم کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ آپ ہم لوگوں کو کیوں بلانا چاہتے ہیں"

"اوہ ہاں! یہ بات واقعی بہت دلچسپ ہے"۔

"کون سی؟" محمود کے منہ سے نکلا۔

"اس نے ہنس کر کہا تھا.... میں جانتا ہوں.... آپ ان لوگوں کو کیوں بلا رہے ہیں.... میرے حیران ہو کر پوچھنے پر اس نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو مجھے حاصل کرنے کے لیے بلوانا چاہتے ہیں.... اس کے بعد

اس نے خوب قہقہے لگائے تھے اور میں دھک سے رہ گیا تھا... شاید " اس دنیا کا انسان نہیں ہے.... آخر اسے ہر بات کس طرح معلوم ہو جاتی ہے"۔

"اس کا بیان تو یہی ہے کہ اس کے والد نے تجربات کے بعد یہ چیز حاصل کی ہے... لیکن دل نہیں مانتا... کیونکہ غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے... اور آپ کی عقل پر ہمیں حیرت ہے.... جب حالات یہ ہیں.... تو بھلا ہم کس طرح اس نوجوان کو آپ تک پہنچا دیں گے.... اس کے چکر میں تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ہیں اور اب تک کچھ نہیں کر سکیں.... بلکہ وہ تو شاید ان سب کو اب تگنی کا ناچ نچا رہا ہو گا... اور بیگال کے ایجنٹوں کو تو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے"۔

"آپ لوگوں کی معلومات ناقص ہیں... بیگال کے بعد اس نے انشارجہ کی ٹیم کو بھی مار ڈالا ہے.... اور انشارجہ کی حکومت آپ کی حکومت پر گرج برس رہی ہے کہ یہ سب ان کی وجہ سے ہوا ہے... حالانکہ اس میں آپ کی حکومت کا کوئی قصور نہیں ہے"۔

"اوہ! تب تو ہمارے صدر بہت پریشان ہوں گے.... آپ فوراً ہمیں وہاں جانے دیں"۔

"یوں نہیں... آپ کو عہد کرنا ہو گا.... کہ آپ اس نوجوان کو ہمارے حوالے کریں گے.... ورنہ ہم انسپکٹر کامران مرزا کے باقی

ساتھیوں کو نہیں چھوڑیں گے۔

"دیکھئے.... وہ نوجوان کوئی سیدھی کھیر نہیں ہے... اسی کے سلسلے میں تو ہم ان دونوں پارٹیوں کی تلاش میں تھے... ان کے بغیر ہم اس کے سلسلے میں شاید کچھ نہ کر سکیں"۔

"تب پھر یرغمال کے طور پر آپ اپنے کسی عزیز کو ہمارے پاس چھوڑ دیں.... پروفیسر داؤد تو فی الحال آپ کے کام کے نہیں ہیں... انہیں ہمارے پاس گروی رکھ دیں"۔

"کیا کہا.... گروی"۔ وہ چلائے۔

"میرا مطلب ہے... بطور امانت... وہ نوجوان دے کر پروفیسر کو لے جائیے گا"۔

"اور وہ آپ کی قید میں رہیں گے"۔

"نہیں... ان کے فرار ہونے کا کوئی امکان نہیں.... لہٰذا ہم انہیں مہمان کے طور پر رکھیں گے.... ان کی خوب دیکھ بھال کریں گے"۔

"اوہ اچھا... خیر.... ہم اس تجویز پر غور کر لیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر ذرا ہمیں غور کرنے دیں"۔

"اوہ ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

اب وہ غور کرنے لگے.... انہوں نے اس سلسلے میں آپس میں بات چیت بھی کی۔

"اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس نوجوان کو کس طرح اپنے قابو میں کر سکتے ہیں.... پتا نہیں اسکا وجود بھی ہے یا نہیں.... کیا خبر ہم صرف اس کی آواز سنتے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"یہ تو خیر نہیں ہو سکتا.... اس کی کہانی جو اخبارات میں شائع ہوئی ہے.... اس کے مطابق وہ ہوٹل میں سیٹھ جالد سے ملا تھا سب سے پہلے"۔

"لیکن سیٹھ جالد نے اسے ہاتھ نہیں لگایا.... اس کو پکڑا نہیں، چھو کر نہیں دیکھا.... کیا خبر.... وہاں بھی صرف اس کی شکل صورت نظر آئی ہو.... اور اس کا وجود نہ ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... آپ نے شاید آج تک اس قدر عجیب بات کبھی نہیں کہی ہو گی.... کیا کوئی بغیر وجود کا آدمی بھی ہو سکتا ہے؟"

"ہاں! شاید"۔ وہ مسکرائے۔

"آج تک ایسا سننے میں تو نہیں آیا"۔

"بھئی.... یہ جو جن یا شیطان ہوتے ہیں.... کیا ان کا کوئی وجود ہوتا ہے"۔

"وہ پتا نہیں.... وجود ہوتا ہے یا نہیں.... لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں جنوں کا ذکر آتا ہے کہ ایک جن ان کے حکم پر بلقیس کو اس کے تخت سمیت اٹھا کر لے آیا تھا.... اور پلک جھپکنے

میں لے آیا تھا.... اس جن کا کوئی وجود تھا تو وہ لے آیا ہو گا نا.... اسی طرح ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جن کو باندھ دیا تھا"۔ خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر.... ہو سکتا ہے.... جن وجود رکھتے ہوں.... لیکن اس نوجوان کا مسئلہ الگ ہے.... ایسا لگتا ہے.... یہ بغیر وجود کے کوئی چیز ہے.... اور اگر اس کا وجود کوئی نہیں ہے.... تو ہم اسے گرفتار کیسے کریں گے.... اس ریاست کے حوالے کیسے کریں گے"۔

"تب پھر ہمیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں"۔

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے.... تاہم اگر اس کا وجود ہے.... تو بھی اسے گرفتار کرنا شاید دنیا کا مشکل ترین کام ثابت ہو گا.... کیونکہ اسے تو ہمارے ہر پروگرام کا پہلے سے پتا چل جائے گا.... اس وقت بھی اسے معلوم ہے کہ ہم کہاں ہیں اور یہ کہ کل ہم کیا کریں گے"۔

"اسی پر تو حیرت ہے.... یہ تو انبیاء بھی نہیں بتا سکتے کہ کل کیا ہو گا.... وہ کیسے بتا دیتا ہے"۔

"انبیاء غیب کی خبریں تو بتاتے رہے ہیں.... اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو جو خبریں عطا فرمائیں.... وہ خبریں انہوں نے اپنی اپنی امت کو سنائیں.... ان میں سے زیادہ تر خبریں ایسی ہو ہوتی تھیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے.... اس طرح آسمانوں سے تو آخر فرشتوں کو اب بھی

احکامات صادر ہوتے ہیں.... یہ کہ فلاں جگہ بارش برسا دو.... فلاں جگہ
زلزلہ طاری کر دو.... فلاں جگہ کی فصلیں ہری بھری کر دو.... فلاں جگہ
کی فصلیں اجاڑ دو وغیرہ وغیرہ.... اس قسم کے احکامات تو نازل ہوتے
ہیں.... یہ خبریں کوئی شیطان اڑا لے جا سکتا ہے.... اس قسم کی بات
قرآن کریم میں آئی ہے.... لہذا فرشتوں کے ذریعے خاص قسم کی خبروں
کی حفاظت اس وقت تک کی جاتی تھی.... جب تک کہ وہ نبی یا رسول
تک نہیں پہنچ جاتی تھیں.... ورنہ درمیان میں ہی وہ لے اڑتے تھے....
سو میں سمجھتا ہوں' یہ ایسی ہی کوئی صورت ہے.... اس کی وضاحت پہلے
ہی پروفیسر عقلان کر چکے ہیں"۔

"یہ سب تو خیر ہے.... وہ جیسے بھی معلومات حاصل کرتا ہے....
بہرحال کر لیتا ہے.... یہ بھی ہو سکتا ہے.... کہ اسے صرف چند باتیں
کسی ذریعے سے معلوم ہو جاتی ہوں.... باقی کا پتا نہ چلتا ہو.... لیکن یہ
ان خبروں سے ہی ہوا بن گیا ہے"۔

"ہمارا اس وقت کا مسئلہ یہ ہے کہ ہم مسٹر حکومت کو کیا جواب
دیں؟"

"اس سے بھی پہلا مسئلہ پروفیسر داؤد کا ہے"۔

"اور وہ ہیں اپنے ملک میں"۔

"آپ ان کی فکر نہ کریں.... انہیں تو ہم آپ کا پیغام دے دیں
گے اور وہ فوراً آ جائیں گے"۔ آواز سنائی دی۔

"تو آپ ہماری سوچ بچار بھی سن رہے ہیں"۔

"ہاں! یہ تو کرنا ہی پڑے گا"۔

"او کے.... آپ پہلے پروفیسر صاحب سے بات کرائیں"۔

"اس عمارت میں فون نہیں ہے.... اس لیے تم میں سے ایک کو
باہر آنا پڑے گا"۔

"ٹھیک ہے.... میں کروں گا ان سے بات"۔

"ٹھیک ہے.... ہم دروازہ کھول رہے ہیں.... صرف آپ باہر
نکل آئیں.... اگر کسی اور نے باہر آنے کی کوشش کی تو اسے چھلنی کر
دیا جائے گا"۔

"ٹھیک ہے"۔

اور پھر کمرے کا دروازہ کھل گیا.... باہر ان گنت کلاشن کوفوں
والے نظر آئے.... یہاں کے علاوہ پوری ریاست میں حفاظتی انتظامات
کیے گئے ہوں گے.... لہذا اس وقت وہ کوئی حرکت کرنے کے قابل نہیں
تھے.... انہیں عمارت سے باہر لایا گیا.... ایک دوسری عمارت نزدیک ہی
تھی.... وہ عام سی تھی.... پتھر کی نہیں تھی.... اس میں ان کے سامنے
فون رکھ دیا گیا.... انہوں نے گھر کے نمبر ملائے.... جلد ہی بیگم جمشید کی
آواز سنائی دی۔

"خبردار! آپ کوئی ادھر ادھر کی بات نہ کیجیے گا.... ورنہ فون بند
کر دیا جائے گا اور پھر آپ کو یہ موقع بھی نہیں دیا جائے گا"۔

"اچھا"۔

"جی کیا فرمایا... اچھا... اوہ یہ آپ ہیں... کہاں سے بات کر رہے ہیں... خدا کا شکر ہے آپ کی آواز تو سنائی دی"۔ کمرے میں بیگم جمشید کی آواز گونج اٹھی۔

"سنو شکیلہ بیگم... میں پروفیسر داؤد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں... پروفیسر عثمان سے پوچھیں... اب ان کی دماغی حالت کیسی ہے... وہ فون پر مجھ سے بات کرنے کے قابل ہیں یا نہیں"۔

"جی اچھا... لیکن آپ اپنے بارے..."

"جتنا کہا ہے... بس اتنا کریں"۔

"اچھا"۔ انہوں نے فوراً کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی آواز سنائی دی۔

"وہ اب بات چیت کرنے کے قابل ہیں"۔

"ٹھیک ہے... ان سے بات کرائیں"۔ وہ بولے... پھر پروفیسر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"ہاں جمشید... کیا بات ہے... میں اب کچھ ٹھیک ہوں... لیکن مکمل ٹھیک نہیں ہوں"۔

"آپ کو یہاں آنا ہو گا... ریاست ارباط... یہاں آپ کو ہمارے بجائے قید میں رہنا ہو گا... تاکہ ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیں... جونہی ہم ان کا مطالبہ پورا کریں گے... یہ آپ کو رہا کر دیں گے"۔

"ان کی بات چھوڑو جمشید... میں تو وہی کروں گا... جو تم کہو گے"۔

"بس تو پھر آپ اکیلے... ریاست ارباط آجائیں"۔

"بہت اچھا... جونہی جہاز ملا' میں آجاؤں گا"۔

"اگر آج کوئی جہاز نہ ہو تو سپیشل طیارے سے آجائیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے فون بند کر دیا۔

"بہت خوب! اب آپ کو اسی کمرے میں چلنا ہو گا"۔

"چلیے جناب"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

پھر وہ اپنے کمرے میں آگئے... دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

"کیا رہا؟"

"وہ آرہے ہیں... میری بات سن کر بھلا وہ کیسے انکار کرتے... ان کی دماغی حالت پہلے سے بہتر ہے"۔

"خدا کا شکر ہے"۔

جلد ہی انہیں کھانا دے دیا گیا... انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کھانا کھایا... پھر نماز ادا کی... پانی کا انتظام وہاں تھا... لیکن یہ پانی اس قدر نمکین تھا کہ وہ اس کو پی نہیں سکتے تھے... بس وضو اس پانی سے ہو سکتا تھا۔

دوسرے دن پروفیسر داؤد ان کے پاس پہنچ گئے... اب انہیں

ساری بات تفصیل سے سنائی گئی.... وہ سن کر گھبرا گئے۔

"لیکن جمشید.... اگر تم اس نوجوان کو گرفتار نہ کر سکے.... جیسا
کہ امکان ہے.... وہ تو ہمارا ہر اگلا قدم جان لے گا"۔

"ہاں! یہ بات ہے.... لیکن ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی
چارہ نہیں.... یا ہم سب یہاں قید میں رہیں گے اور بھوک پیاسے مر
جائیں گے.... یا پھر آپ کو اپنی جگہ قید میں رکھوا کر اس نوجوان کو
پکڑیں گے اور ان کے حوالے کر کے اپنے ملک چلے جائیں گے"۔

"تب پھر ٹھیک ہے.... اتنے آدمیوں کے مارے جانے سے یہ
کہیں بہتر ہے کہ میں یہاں قید میں عزت سے رہوں.... ظاہر ہے....
میرے ساتھ تو یہ کوئی زیادتی نہیں کریں گے"۔

"جی ہاں! بالکل یہی طے ہوا ہے.... اور اگر انہوں نے آپ کے
ساتھ کوئی زیادتی کی.... تو پھر ہم ان سے نبٹ لیں گے"۔

"تب پھر ہم اب ان سے کیوں نہ نبٹ لیں"۔ وہ بولے۔

"نہیں! یہ اچھا نہیں لگتا.... بلاوجہ خون بہانا.... اس طرح ان
کے ان گنت لوگ ہلاک ہوں گے.... اور ہے یہ مسلمان ریاست.... ہم
تو بلاوجہ غیر مسلموں کا خون بہانا پسند نہیں کرتے.... اسلام بھی یہی کہتا
ہے.... کافروں سے جنگ کرو.... اگر وہ اسلام لے آئیں تو پھر جنگ
کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی.... تیسری صورت یہ ہے کہ اسلام
میں اگر وہ جنگ نہیں کرنا چاہتے.... اور مسلمان بھی نہیں ہونا چاہتے تو

پھر جزیہ دیں.... اس صورت میں انہیں قتل نہیں کیا جائے گا.... ہاں تو
پھر اب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"میں یہاں رہوں گا"۔

"آپ نے ان کا فیصلہ سن لیا مسٹر حکومت؟"

"مسٹر حکومت.... یہ کیا نام ہوا؟"

"یہاں کے ذمے دار ترین آدمی نے اپنا یہی نام بتایا ہے....
اب ہم اسے اور کس نام سے پکاریں"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"اچھا ٹھیک ہے"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"ہم نے سن لیا ہے.... آپ لوگ باہر آ جائیں.... پروفیسر اپنے
کمر میں چلے جائیں.... ان کی خوراک وغیرہ کا ہم پورا خیال رکھیں
گے"۔

"کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ آپ انہیں قید خانے میں نہ
رکھیں.... کسی مہمان خانے میں ٹھہرائیں.... آپ یقین مانیں.... یہ فرار
ہونے کی کوشش ہرگز نہیں کریں گے"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی.... ہم چند گھنٹوں تک انہیں
دوسری عمارت میں منتقل کر دیں گے"۔ مسٹر حکومت نے ہنس کر کہا۔

"لیکن چند گھنٹوں کے بعد کیوں.... اور ابھی کیوں نہیں؟"

"انتظام کرنے میں وقت لگتا ہے"۔

"آپ کے ہاتھ میں بہت طاقت ہے.... ابھی آپ حکم دیں

گے... ابھی کوئی مہمان خانہ خالی ہو جائے گا"۔

"ہاں! یہ ہے... لیکن اس سلسلے میں حکمران سے بھی بات کرنا ہو گی"۔

"پہلے تو آپ نے کہا تھا' اصل حکمران آپ ہیں یہاں کے"۔

"ہاں! لیکن کاغذی طور پر منظوری لینا پڑتی ہے"۔

"آپ ہمیں چکر دے رہے ہیں"۔

"اگر یہ خیال ہے تو آپ لوگ چند گھنٹے ٹھہر جائیں... جب ہم انھیں دوسری عمارت میں پہنچا دیں گے... تب آپ چلے جائیے گا"۔

عین اس وقت فرزانہ تڑ سے گری۔

○☆○
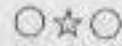
بے وقوفو

وہ چونک کر اس کی طرف مڑے۔

"کک... کیا ہوا فرزانہ"۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا... وہ مکمل طور پر بے ہوش لگ رہی تھی... اب انھوں نے اسے ہلایا جلایا... منہ پر پانی کے چھینٹے مارے... لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔

"مسٹر حکومت کسی ڈاکٹر کو بلائیں"۔

"یہ مکر کر رہی ہے"۔

"نہیں... یہ بے ہوش ہے' آپ کا ڈاکٹر اس بات کی تصدیق کرے گا"۔

"اگر اس نے تصدیق نہ کی تو پھر اس بچی کو بھی پروفیسر داؤد کے ساتھ رہنا ہو گا"۔

"اچھی بات ہے... منظور ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

اور پھر وہاں ڈاکٹر کو بلایا گیا... اس نے اچھی طرح فرزانہ کا

معائنہ کیا.... اور آخر بولا۔

"یہ تو واقعی بے ہوش ہے سر"۔

"اچھا تو پھر اسے ہوش میں لاؤ"۔

"جی اچھا.... ابھی چند منٹ میں ہوش میں آ جائے گی.... آپ پریشان نہ ہوں"۔

"بے وقوف.... میں کیوں ہوتا پریشان"۔

"اوہ.... اوہ معاف کیجئے گا سر.... منہ سے غلط جملہ نکل گیا"۔

"اچھا اچھا.... تم اپنا کام کرو.... ٹر ٹر مت کرو"۔

اس نے فرزانہ کو ایک انجکشن دیا.... اور لگا انتظار کرنے.... پانچ منٹ گزر گئے.... اس کی آنکھ نہ کھلی.... اب اس نے دوسرا انجکشن دیا.... فرزانہ نے اب بھی آنکھ نہ کھولی۔

"نہیں سر.... اسے ہسپتال لے جانا ہو گا"۔

"یہ نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے.... اب کیا کریں"۔

"آپ ہمیں آزاد کر چکے ہیں.... لہٰذا اس کے ساتھ ہم بھی ہسپتال جائیں گے"۔

"او کے.... لیکن تمہاری نگرانی کی جائے گی"۔

"ضرور کرائیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

اور پھر انہیں ہسپتال لایا گیا.... وہاں تین ڈاکٹرز نے فرزانہ کا معائنہ کیا.... اور پھر آفیسرز کی طرف مڑے۔

"ان کی بے ہوشی فی الحال ہماری سمجھ میں نہیں آ سکی.... وقت لگ سکتا ہے.... شاید ایک دن.... شاید دو دن"۔

"او کے.... تم اپنا کام کرو"۔ یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"آپ کو یہاں نزدیک ہی ایک عمارت میں ٹھہرا دیتے ہیں.... وہاں سے آپ جب چاہیں ہسپتال تک آ سکتے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ.... کیا ہم آپ کی ریاست کو نہیں دیکھ سکتے.... میرا مطلب ہے.... اب یہاں رکنا تو پڑ ہی گیا.... ذرا گھوم پھر لیں گے.... ورنہ ہم بور ہوتے رہیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن نگرانی برابر کی جائے گی"۔

"کوئی بات نہیں"۔

"تب پھر ٹھیک ہے.... گھومیں، پھریں.... عیش کریں.... کھائیں پئیں.... اب آپ لوگ ہمارے قیدی نہیں ہیں.... ہمارے قیدی اب پروفیسر داؤد ہیں.... انہیں بھی قیدیوں کی طرح نہیں، مہمانوں کی طرح رکھا جائے گا"۔

"بہت بہت شکریہ.... آپ تو یک دم اچھے بن گئے"۔

"اچھوں کے ساتھ اچھا.... اور بروں کے ساتھ برا ہوں.... آپ بھی تو اب میرے ساتھ تعاون کر رہے ہیں"۔

"اچھا پھر ایک بات بتا دیں.... آپ اس نوجوان کا کیا کریں گے"۔

"وہ نوجوان... تو اب پوری دنیا کے لیے قیمتی بن چکا ہے... او
وہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے ایجنٹوں کو قتل کرتا پھر رہا
ہے... اس پر قابو پا کر ہم نہ جانے کیا کچھ کر سکیں گے"۔

"ہوں... واقعی... یہ تو ہے... اچھا خیر"۔

انہیں وہاں سے ایک عمارت میں لایا گیا... اپنا سامان انہوں نے
وہاں رکھا... اور نکل گئے... گھومنے پھرنے... جونہی انہوں نے کرائے
کی بڑی گاڑی لی... فوراً" پولیس آفیسر اس کے ڈرائیور کے پاس پہنچا۔

"خیال رہے... ان لوگوں کی نگرانی کی جا رہی ہے... ایسا نہ
ہو... یہ تمہیں تیز چلنے کے لیے کہ دیں اور ہم پیچھے رہ جائیں...
تمہیں اس بات کو ذہن میں رکھ کر انہیں سیر کرانا ہوگی... کہ پولیس کی
گاڑی ساتھ میں آ رہی یا نہیں"۔

"او کے سر... ایسا ہی ہو گا"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

اس طرح انہوں نے دو دن تک صرف سیر کرنے کا کام کیا۔
درمیان میں وہ ہسپتال کا چکر بھی لگاتے رہتے تھے... فرزانہ ابھی تک
بے ہوش تھی... تین دن بعد کہیں جا کر وہ ہوش میں آئی... اور پھر
انہیں جہاز پر سوار کرا دیا گیا... لیکن جہاز پر سوار ہونے سے پہلے انہوں
نے پروفیسر داؤد کو دوسری عمارت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا...
اور اس عمارت کا فون نمبر نوٹ کر لیا تھا... تاکہ وہ ان سے فون پر ان
کی خیریت بھی معلوم کرتے رہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہوتا رہے

وہ اسی عمارت میں ہیں... چلتے وقت انسپکٹر جمشید نے کہا تھا۔

"مسٹر حکومت... ہمارے آدمی کو اگر ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو
پھر ہم ہر طرح آزاد ہوں گے"۔

"ہر طرح آزاد... کیا مطلب؟"

"پھر ہم جو جی میں آئے گا، کریں گے۔

"پہلے یہاں آپ کو کس نے روکا ہے... آپ اس قید خانے میں
بھی جو جی میں آئے کر سکتے تھے"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اس وقت ہم عمارت میں قید تھے... اور عمارت کی حد تک جو
کر سکتے تھے... ہم نے کیا... یہ اور بات ہے کہ ہماری وہاں دال نہیں
گلی... لیکن اب ہم آزاد ہیں"۔

"اچھا اچھا... دیکھا جائے گا"۔ اس نے کندھے اچکائے۔

اور پھر انہیں ایک جہاز میں بٹھا دیا گیا... جہاز کو سیدھا ان کے
ملک تک جانا تھا... راستے میں کہیں بھی نہیں ٹھہرنا تھا... اپنے ملک
کے ایئرپورٹ پر اترتے ہی انہوں نے صدر صاحب کو فون کیا۔

"اف جمشید... تم کہاں ہو؟"

"ہم ریاست ارباط میں تھے سر"۔

"بندۂ خدا... وہاں کیا کر رہے تھے؟"

"انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کو وہاں قید کر لیا گیا تھا...
انہیں چھڑا کر لائے ہیں"۔

"کیا کہا... انھیں وہاں قید کر لیا گیا تھا.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ریاست والوں کو ان سے کیا دشمنی تھی؟"

"کوئی دشمنی نہیں تھی.... ہم ابھی آ رہے ہیں.... آ کر آپ کو ساری بات بتائیں گے"۔

"اوہ اچھا.... میں بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں.... کیونکہ میں بھی بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں تمہیں"۔

"اوہ اچھا"۔

وہ ایوان صدر پہنچے... صدر انھیں دیکھتے ہی بولے

"تم لوگوں کے ساتھ پروفیسر داؤد نظر نہیں آ رہے"۔

"یہی تو کہانی ہے"۔

"کیا کہانی ہے.... جلدی بتائیں۔ وہ چلائے۔

"آپ کے چلانے پر ہمیں بہت حیرت ہو رہی ہے"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"میں کہتا ہوں... جلدی بتاؤ"۔

صدر نے اور زیادہ آواز میں چلا کر کہا۔

وہ سب حد درجے حیران ہو گئے.... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جی بہتر"۔

جونہی انھوں نے کہانی سنائی.... اور صدر کو یہ بتایا کہ اپنی جگہ پروفیسر داؤد کو وہاں چھوڑ آئے ہیں.... صدر اچھل کر کھڑے ہو گئے

"ارے بے وقوف... یہ تم نے کیا کیا"۔

ان سب کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی جا رہی تھیں۔

○☆○

چھلانگ

وہ دھک سے رہ گئے.... اس انداز میں صدر صاحب کو انہوں نے آج تک بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

"تک.... کیا ہوا سر.... ہم نے کوئی انوکھی بات نہیں کی... مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا ہے"۔

"بہت برا کیا تم نے.... اس سے یہ کہیں بہتر تھا کہ پروفیسر داؤد یہیں رہتے اور تم وہاں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے"۔

"کیا سر... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ اب ان کی حیرت عروج پر پہنچ گئی۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں.... تم نہیں جانتے"۔ وہ بولے۔

"ہم کیا نہیں جانتے.... پہلے آپ یہ بتائیں"۔

"تم نہیں جانتے.... پروفیسر داؤد کی اہمیت اب اس نوجوان سے بھی زیادہ ہو گئی ہے"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"کیوں.... اب چلائے نا میری طرح"۔

"یہ آپ نے کیا کہہ دیا سر؟"

"ارے ظالمو.... اس نے تمہیں بے وقوف بنا ڈالا"۔ صدر صاحب پکارے۔

"آپ کی باتیں آج ہماری سمجھ میں نہیں آ رہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"اس میں میرا کیا قصور.... تم کتنے دن یہاں سے غائب رہے ہو"۔

"کم از کم چھ دن"۔

"بس تو پھر تمہیں کیا پتا.... یہاں چھ دن میں کیا ہوا.... اور میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تمہیں تفصیلات سنا سکوں.... میری لائبریری میں چلے جاؤ.... چھ دن کے اخبارات پڑھ لو.... ساری باتیں خود بخود تمہیں معلوم ہو جائیں گی.... اور جب معلوم ہو جائیں.... تو میرے پاس چلے آنا"۔

"آپ نے تو ہمارے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی سر"۔

"ابھی جب تم اخبارات پڑھو گے تو سر کے اوپر سے آسمان سرکتا نظر آئے گا تمہیں"۔

"آخر ایسا کیا ہو گیا ہے؟"

"جاؤ.... جاؤ.... میرا وقت نہ ضائع کرو.... تم میرے لیے آج سے ناپسندیدہ ترین لوگ ہو"۔ انہوں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

وہ سکتے میں آ گئے.... کم از کم انہیں اپنی زندگی میں یہ امید نہیں تھی کہ.... صدر صاحب ان سے ایسے الفاظ بھی کہہ سکتے ہیں... لیکن اب ان سے کوئی بات کرنے کا فائدہ نہیں تھا.... لہٰذا وہ چپ چاپ لائبریری میں چلے گئے.... اور اخبارات کا مطالعہ شروع کر دیا۔

جوں جوں وہ پڑھتے چلے گئے.... ان کی سٹی گم ہوتی چلی گئی۔ اس نوجوان نے ان چھے دنوں میں انشارجہ، وشاس، شلوجستان، شاکا، برنائن اور کئی دوسرے ملکوں کے ایجنٹوں کا بالکل صفایا کر دیا تھا.... ان کی لاشیں شہر کے مختلف حصوں سے روزانہ ملتی رہی تھیں.... گویا ان چھے دنوں میں پولیس صرف لاشیں ٹھکانے لگانے کا کام کرتی رہی تھی.... ان کا شہر لاشوں کا شہر بن کر رہ گیا تھا۔

انہی خبروں کے درمیان انہیں یہ خبر نظر آئی۔

"پروفیسر داؤد کی دماغی حالت پہلے سے بہتر، دماغی حالت بہتر ہوتے ہی انہوں نے اپنی تجربہ گاہ کا رخ کیا.... اور وہاں آلات سے جڑ کر رہ گئے.... اچانک انہوں نے صدر صاحب کو فون کیا اور یہ بتایا کہ وہ اس نوجوان کا راز جان گئے ہیں.... اور چند روز تک اس کا تیا پانچہ کر دیں گے"۔

بس اتنی خبر تھی.... اور غالباً" اس خبر کے شائع ہونے سے پہلے انسپکٹر جمشید انہیں فون کر بیٹھے تھے.... اور وہ ان کا فون سن کر ارباط چلے گئے تھے.... اس طرح کہ صدر صاحب کو بھی شاید بعد میں پتا چلا

کہ وہ انسپکٹر جمشید کے پاس ارباط چلے گئے ہیں.... یہاں عجیب بات صرف یہ تھی کہ وہ تو صدر کو بتا کر گئے ہی نہیں تھے کہ وہ ارباط جا رہے ہیں.... انہوں نے فوراً" صدر صاحب کے نمبر ملائے اور بولے۔

"ہم نے اخبارات پڑھ لیے ہیں.... سوال یہ ہے کہ آپ کو کیسے پتا چلا، ہم ارباط پہنچے ہوئے ہیں"۔

"اسی نوجوان نے فون کیا تھا.... اور یہ بھی بتایا تھا کہ تم لوگوں نے پروفیسر داؤد کو بھی وہیں بلا لیا ہے.... اس نے ایسا ان کے جانے کے بعد بتایا.... ورنہ میں انہیں ہرگز نہ جانے دیتا"۔

"اور آپ ہمارا ایڑیاں رگڑ کر مر جانا پسند کرتے" انسپکٹر جمشید نے ان کے کہنے کے مطابق ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"ہاں بالکل"۔ صدر بولے۔

"بہت بہتر.... اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"تم لوگوں کے لیے اب اس ملک میں کوئی جگہ نہیں.... صرف ایک صورت ہے.... اور وہ یہ کہ تم جا کر فوراً" پروفیسر داؤد کو یہاں لے آؤ"۔

"انہیں تو خیر اب لانا ہی ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس صورت میں تم یہاں رہ سکو گے"۔

"جی نہیں"۔ وہ بولے۔

"کیا کہا.... جی نہیں"۔

"ہاں سر! میں نے یہی کہا ہے"۔

"کیا کہا ہے"۔

"یہ کہ اب ہم یہاں نہیں رہیں گے.... پروفیسر داؤد صاحب کو آپ کے حوالے کر کے ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلے جائیں گے"۔

"مجھے تم لوگوں کی ضرورت بھی نہیں ہے.... جاؤ دفع ہو جاؤ"۔

"ان الفاظ کے لیے شکریہ سر"۔

"جاؤ جاؤ.... دماغ نہ چاٹو.... تم میرے لیے ناپسندیدہ ترین انسان ہو"۔

"شکریہ سر"۔

"پھر وہی شکریہ"۔

"او کے سر.... ہم جا رہے ہیں"۔

"میں اب اس کے بعد تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتا' لہٰذا فون بند کر رہا ہوں.... خبردار جو اب شکریہ کہا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا.... ان کے سر گھوم گئے۔

"امید نہیں تھی کہ صدر ہم سے اس انداز میں بات کریں گے"۔

"اس میں ان کا بھی کیا قصور؟" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب"

"اگر نوبا' پروفیسر انکل کے دماغ پر قبضہ کر سکتا ہے تو کیا صدر

صاحب کے دماغ پر نہیں کر سکتا"۔

"اس صورت میں تو وہ یہ کبھی نہ چاہتے کہ پروفیسر صاحب یہاں موجود ہوں' کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق پروفیسر صاحب.... نے اس نوجوان کو قابو میں کرنے کا طریقہ ڈھونڈ لیا تھا.... اب اگر ان کے دماغ پر نوبا کا قبضہ ہے.... تو وہ کیوں پروفیسر کو بلائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ کی باتیں بہت وزنی ہیں.... لیکن میں معافی چاہتی ہوں"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"چلو معاف کیا.... بتاؤ.... تم کیا کہنا چاہتی ہو"۔

"یہ کہ یہ نوبا کی چال ہے.... پروفیسر صاحب کو واپس بلا کر پھانسنا چاہتا ہے.... تاکہ اس کے خلاف کوئی کچھ کرنے کے قابل نہ رہ جائے"۔

"ہاں فرزانہ ٹھیک ہے.... یہ بھی ہو سکتا ہے.... لیکن سوال تو یہ ہے کہ فی الحال ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"وہ تو آپ اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔ انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکرائے۔

اور پھر وہ اپنے گھر آ کر تیاریوں میں لگ گئے.... انہوں نے ایک مکمل پروگرام ترتیب دیا تھا.... لیکن آوازیں منہ سے نکالے بغیر.... یہ سب کام یا تو اشاروں میں ہوا یا پھر تحریر کی صورت میں جو جملے وہ

نکلتے... ان کو ساتھ ساتھ ضائع کر دیتے... پھر کچھ کام رات کے وقت
گھر کے تہ خانے میں کیا گیا... یعنی گھر میں مکمل تاریکی کر کے... اور
پھر اسی تہ خانے کے راستے وہ لوگ نکل گئے... بیگم جمشید کو بھی اس
بار انہیں ساتھ لینا پڑا تھا... کیونکہ انہیں خوف تھا کہ صدر صاحب
انہیں پریشان کریں گے"۔

ایک خاص جگہ پہنچ کر فرزانہ نے انسپکٹر جمشید کے کان میں کہا

"کیا یہ بات عجیب نہیں ابا جان؟"

"کون سی بات؟" انہوں نے اشارے میں پوچھا۔

"اسے کیوں پتا نہیں چلا... کہ ہم نکل آئے ہیں... اور وہ بھی
اس طرح"۔

"بھئی دراصل وہ ہر ایک کے بارے میں ہر وقت باخبر نہیں
سکتا... جس کے بارے میں باخبر رہنا چاہتا ہے... بس اس سے رابطہ کر
لیتا ہے... میرا مطلب ہے... اپنے عمل کا رخ اس کی طرف موڑ دیتا
ہے... اور پھر اس کے بارے میں ہر بات جان لیتا ہے... چاہے
ماضی کی بات ہو، حال کی بات ہو یا مستقبل کی"۔

"لیکن وہ ہماری طرف سے تو بے فکر ہو نہیں سکتا"۔

"یہی دیکھنا ہے... وہ ہماری طرف سے باخبر ہے یا نہیں... اگر
بے خبر ہے... تو ہم نکل جائیں گے... ورنہ پھنس جائیں گے... صدر
کے خاص اہل کار ہمارا راستہ روکیں گے... کیونکہ نوبا انہیں ہماری

صورت حال بتا چکا ہو گا"۔

"اور اگر ایسا ہو گیا تو کیا ہو گا؟"

"یہ اس وقت سوچیں گے"۔ وہ مسکرائے۔

وہ نکلتے چلے گئے... پھر جونہی وہ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر
پہنچے۔ انہیں ہر طرف سے گھیر لیا گیا اور گھیرنے والے تھے بھی فوجی۔

"آپ نہیں جا سکتے جناب"۔ آفیسر نے طنزیہ کہا۔

"ہمارا قصور... کیا ہم مجرم ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ لوگوں کی صدر صاحب کو ضرورت ہے... پہلے آپ کو
ان کے پاس جانا ہو گا"۔

"ہم کون ہیں... کیا آپ جانتے ہیں"

"بہت اچھی طرح... صدر صاحب نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ
انسپکٹر جمشید... انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے دوسرے ساتھی ایسے
ایسے حلیوں میں شہر سے فرار ہو رہے ہیں... اور یہ کہ وہ شمالی سڑک کی
طرف سے باہر نکلیں گے"۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں جناب... انہوں نے آپ لوگوں کی تعداد تک بتائی تھی...
لباس تک بتائے تھے... یعنی اس اس رنگ کے لباس میں ہوں گے"۔

"نہیں نہیں"۔ وہ چلا اٹھے۔

"آپ یقین کریں نہ کریں... بات یہی ہے"۔

"حیرت ہے.... کمال ہے.... اگر صدر نے یہ بات بتائی تو کس طرح.... نوبا ضرور بتا سکتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"نوبا نے ہی صدر کو بتایا ہو گا"۔

"اوہ ہاں! تب تو ہمیں ان فوجیوں کو ساری صورت حال سے آگاہ کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا اس پر آفیسر مسکرایا.... اور طنزیہ انداز میں بولا۔

"ہمیں کچھ نہیں سننا جناب"۔

"ملک اور قوم کے لیے سن لیں"۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"اچھا اسلام کے لیے سن لیں"۔

"نہیں"۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"او کے.... آپ کی مرضی.... جب یہ مصیبت آپ کے گلے تک آئے گی.... اس وقت پتا چلے گا"۔

"ہمیں تو جو حکم ملتا ہے.... بس ہم وہ کرتے ہیں.... وہ حکم کیوں دیا جاتا ہے.... ہم یہ بات نہیں سوچتے.... اس حکم کا نتیجہ کیا نکلے گا ہم یہ بھی نہیں سوچتے.... بس ہم تو کام کرتے ہیں"۔

"اور ہماری مشکل پتا ہے کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہاں بتائیے.... آپ اپنی مشکل بتائیے"۔

"ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم اپنی فوج کے کسی آدمی پر ہاتھ نہیں

اٹھاتے' ورنہ آپ کے اس گھیرے سے تو ہم چٹکی بجاتے نکل سکتے تھے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا کہا.... ہاں یہ ٹھیک ہے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... آپ واقعی نکل سکتے تھے.... لیکن بہت سے فوجیوں کو ہلاک کر کے.... اور یہ آپ کریں گے نہیں.... یہ بات بھی صدر صاحب نے بتائی تھی"۔

"حد ہو گئی.... ہمارا جوتا ہمارا ہی سر.... اچھا خیر.... اب کیا پروگرام ہے؟"

"آپ لوگوں کو صدر صاحب کے پاس لے کر چلنا ہے"۔

اور پھر انہیں صدر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔

"ہاہاہا.... تو تم فرار ہو رہے تھے.... اور نوبا کی طاقت کو بھول گئے تھے تم.... ارے بے وقوفو.... اس نے خود تمہیں اتنی مہلت دی کہ تم میک اپ کر لو.... پھر گھر سے بھی نکل جاؤ.... اس کے بعد جب تم عین شہر سے باہر نکلنے لگو.... اس وقت تمہیں گرفتار کیا جائے"۔

"تو کیا اب آپ نوبا کے زیر اثر ہیں"۔

"ہاں! میں اب سب کچھ اس کی مرضی سے کر رہا ہوں"۔

"تب تو اب آپ کو صدر رہنے کا حق نہیں رہ گیا"۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ میرا یہ حق مجھ سے کون چھینے گا.... فوج

کے کمانڈر انچیف تک اس کے زیر اثر آ چکے ہیں"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ چلائے.... کیونکہ اس وقت انہوں نے یہی سو

تھا کہ اس سلسلے میں کمانڈر انچیف سے مدد لیں گے.... لیکن گویا یہ

راستا بھی بند ہو چکا تھا۔

"کیوں! یہ سن کر دھکا لگا۔

"پتا نہیں کیا لگا اور کیا نہیں لگا"۔

"انہیں خصوصی جیل میں لے جاؤ.... ان کا چاقو ان سے لے

لو.... ان کی ہر چیز ان سے لے لو"۔ صدر نے حکم دیا۔

یہ کہ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"صورت حال تمہارے لیے حد درجے خطرناک ہے جمشید۔

اس سے پہلے جب تم اس قسم کے حالات میں گھر گئے تھے نا.... تو قی

خانوں سے کسی نہ کسی طرح نکل آتے تھے.... لیکن سوال یہ ہے کہ

اب کیا کرو گے.... دیکھو نا.... اب تم جونہی قید خانے میں کچھ کرنے کی

کوشش کرو گے.... نوبا کو پتا چل جائے گا.... اور وہ اس کا انتظام کرے

گا.... اول تو اس قید خانے میں تم کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں ر

گے"۔

"اللہ مالک ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"آپ نے سن لیا.... ہمارا اللہ مالک ہے"۔ انسپکٹر جمشید

مسکرائے۔

باقی سب لوگوں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

اچانک فرزانہ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور صدر پر جا

پڑی۔

سب لوگ ہکا بکا رہ گئے۔

اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے سانس نیچے رہ گئے۔

○☆○

آمد کا مقصد

فرزانہ اس وقت تک ان کی گردن دبوچ چکی تھی۔

"فرزانہ! یہ تم کیا کر رہی ہو؟" انسپکٹر جمشید چلائے۔

فرزانہ نے جیسے سنا ہی نہیں... برابر ان کی گردن پر دباؤ ڈالتی رہی... ادھر ان کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں... سانس رکنے لگا... انسپکٹر جمشید تیزی سے آگے بڑھے... انھوں نے فرزانہ کی کلائیوں پر ہاتھ جمائے... اور ایک جھٹکا مارا... اس کے ہاتھ صدر کی گردن سے ہٹ گئے... ان کا سانس درست ہونے لگا... چہرے کی رنگت واپس آنے لگی... ادھر انسپکٹر جمشید فرزانہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا فرزانہ؟" وہ چلائے۔

"کچھ نہیں ہوا تھا ابا جان! میں صرف یہ اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ یہ واقعی صدر ہیں یا پھر یہ خود نوبا ہے"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

اور پھر وہ مسکرانے لگے... کیونکہ یہ خیال ان کے ذہنوں میں

بھی آیا تھا... لیکن وہ اس کی جانچ پڑتال کیسے کرتے... یہ بات فرزانہ نے سوچ لی اور اس پر عمل بھی کر گزری۔

"بہت خوب فرزانہ"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں... بہت بدتر فرزانہ... میں اسے پھانسی پر لٹکاؤں گا"۔

"صدر صاحب... آپ پہلے یہ تو دیکھ لیں اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"کچھ بھی ہو... یہ اب پھانسی پر چڑھ کر رہے گی"۔

"پہلے نوبا سے پوچھ لیں"۔

"کیا مطلب؟" صدر صاحب نے چونک کر کہا۔

"نوبا سے پوچھ لیں... وہ تو کل پیش آنے والا ہر معاملہ آپ کو آج بتا سکتا ہے... بلکہ دکھا سکتا ہے... اس سے پوچھ لیں... کیا آپ فرزانہ کو پھانسی دے سکیں گے"۔

"اوہ اچھا... میں ایسا کروں گا... انھیں لے جاؤ بھئی"۔ صدر نے فوجیوں سے کہا... پھر وہ چونک کر بولے۔

"ایک منٹ... جب اس بچی نے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی... تو تم کیوں کھڑے تماشا دیکھتے رہے"۔

"ہم حیرت کی وجہ سے بت بن کر رہ گئے تھے سر... پھر اس سے پہلے کہ ہم حرکت میں آتے... انسپکٹر جمشید اس کی طرف چھلانگ لگا چکے تھے۔

"اوہ ہاں! اچھا خیر... انہیں لے جاؤ... پھانسی کی تاریخ میں نوبا سے پوچھ کر بتاؤں گا"۔

"سر... کیا پھانسی دینا ضروری ہے... میرے خیال میں اس بچی کی یہ حرکت اس قدر غلط نہیں تھی"۔ فوجی آفیسر نے کہا۔

"کیا بکتے ہو؟" صدر گرجے۔

فوجی آفیسر کو سانپ سونگھ گیا... صرف اتنا کہہ سکا۔

"سوری سر"۔

اور پھر وہ انہیں قید خانے میں لے آیا... اندر داخل کرنے سے پہلے ان سے ہر چیز لے لی گئی... چاقو بھی اور فاروق کی جیب کی ہر چیز... پھر انہیں اندر داخل کر کے وہ سلاخوں والا دروازہ بند کر دیا گیا۔

ان کے جانے کے بعد انہوں نے قید خانے کا جائزہ لیا... ایسے میں نوبا کی آواز ابھری۔

"کیوں... کیسی رہی؟"

"اچھی رہی... لیکن... آخر کار ہم تمہاری گردن تک پہنچ جائیں گے"۔

"آخر کیسے... سوال تو یہ ہے... جب میں یہ جانتا ہوں... اب تم لوگ کیا کرو گے... تو پھر میں یہ بھی جان لوں گا... کہ تم میری گردن تک پہنچ سکتے ہو یا نہیں... پھر بھلا کیسے تم پہنچ سکو گے"۔

انسپکٹر جمشید اور دوسرے چکرا کر رہ گئے... اس سوال کا ان کے

پاس واقعی کوئی جواب نہیں تھا... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اللہ مالک ہے"۔

"او کے... اب تم اپنا کام کرو... اس قید خانے کی دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھنا شروع کرو... اور یہ سوچو کہ یہاں سے کس طرح نکل سکو گے... اور نکل بھی گئے... تو تمہارے لیے دوسرا مرحلہ پروفیسر داؤدو کا ہے... اول تو تم یہاں سے بھی نہیں نکل سکو گے... میں اپنے علم کے زور پر دیکھ رہا ہوں... تم بری طرح ناکام رہو گے... جب پوری طرح ناکام ہو جاؤ... اس وقت مجھے آواز دینا... پھر میں تمہاری مدد کو آؤں گا"۔

"ہم تم سے مدد نہیں مانگیں گے"۔

"لیکن میرا علم کہتا ہے... تم مدد مانگو گے"۔

ان کے دماغ گھوم گئے... وہ خاموش ہو گئے... اس کی باتوں کے جواب ان کے پاس تھے جو نہیں۔

اور پھر اس کی آواز بھی بند ہو گئی۔

"ہمارے پاس کوئی راستا نہیں ہے... تمام راستے بند ہیں"۔

ایسے میں خان رحمان بولے۔

"نہیں... یہ غلط ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا غلط ہے"۔ خان رحمان نے انہیں گھورا۔

"ہمارے پاس ایک راستا ہے... اللہ سے مدد مانگنے کا راستا...

ہم اس وقت شیطانی جال میں ہیں.... تویا ایک شیطان ہے.... بہت بڑا
شیطان.... ایسے کام سوائے شیطان کے اور کوئی نہیں کر سکتا.... جیسے
کام وہ کر رہا ہے.... یہ شیطان کی ہی طاقت ہے.... کہ وہ آسمان سے
آنے والی خبریں بھی بعض اوقات اڑا لیتا ہے.... اور میرا خیال ہے..
سچ جیسی خبریں.... یعنی شیطانی کاموں والی خبروں کو فرشتوں کے پہرے
میں نہیں اتار جاتا.... اس لیے یہ شیطان ایسی خبریں اڑا لیتا ہے.... اور
آگے اپنے چیلوں کو بتا دیتا ہے.... اس قسم کا ایک کیس ہم پہلے بھی حل
کر چکے ہیں.... لیکن اس وقت صورت یہ نہیں تھی.... وہاں ہمیں صرف
شیطانی طاقت سے ٹکرانا تھا.... جب کہ یہاں شیطانی طاقت اور روپ
میں ہے"۔

"اگر ہم آپ کی بات مان لیں.... تو ہماری اس وقت تک کی
تفتیش غلط ہو جاتی ہے.... آپ شیبان کو کس خانے میں رکھیں گے"۔

"ایسا لگتا ہے.... وہ شیطانی تجربات کرتا رہا تھا.... وہ تجربات
سائنس کے نہیں تھے.... بلکہ کالے علم وغیرہ کے تھے.... پھر یہ بڑا
شیطان اس پر مہربان ہو گیا.... لیکن اس کی موت کا وقت آ چکا تھا.... وہ
مر گیا.... لیکن مرنے سے پہلے شیطان کے حوالے اپنے بیٹے کو کر گیا....
گویا اب تویا شیطان کی شکل میں ہمارے مقابلے میں ہے.... یہ بات
نہیں کہ وہ پوری دنیا کی خبریں جانتا ہے.... اور کل پوری دنیا میں کیا کچھ
ہو گا.... وہ بتا سکتا ہے.... نہیں.... بس وہ تو خاص خاص باتیں بتا سکتا

ہے.... اور اس کا تجربہ ہم کر ہی لیں گے"۔

"کیا مطلب جمشید.... اس کا تجربہ ہم کس طرح کر لیں گے"۔
خان رحمان چونکے۔

"اب جب اس سے بات ہو گی تو میں یہ تجربہ کرا دوں گا"۔

"آپ کا مطلب ہے.... اس نے صرف چند خبروں کے ذریعے
دنیا کو چکر دے ڈالا.... دنیا اس کے چکر میں آ گئی"۔

"خیر! میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا.... نہ جانے اس کے علم کا دائرہ
کتنا بڑا ہے"۔

اس روز انہیں کھانے کے لیے کچھ نہ دیا گیا.... وہ پریشان ہو
گئے.... ان لوگوں سے رحم کی کوئی امید نہیں تھی.... اور عملے کا کوئی
آدمی بھی ان کی مدد کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا.... کیونکہ اس بات
کا تویا کو پتا چل جاتا۔

دوسرے دن جب وہ نڈھال ہو گئے تو انہیں تھوڑا سا کھانا دیا
گیا.... ساتھ ہی صدر کا پیغام انہیں ملا۔

"فرزانہ کی پھانسی کی سزا ختم کر دی گئی.... تم لوگ تو خود ہی اس
قید خانے میں ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے.... ہمیں پھانسی دینے کی کیا
ضرورت ہے؟"

تین روز بعد ان کی حالت اور خراب ہو گئی.... کیونکہ خوراک
نہ ہونے کے برابر دی جا رہی تھی.... پتا نہیں صدر یا تویا کا کیا پروگرام

تھا۔

آخر چوتھے دن قید خانے کا دروازہ کھول دیا گیا... وہی فوجی آفیسر نظر آیا... اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔

"آپ کو رہا کر دینے کا حکم ملا ہے... آپ آزاد ہیں"۔

"یہ مہربانی ہم پر کیوں کی گئی؟"

"مسٹر نوبا کا کہنا ہے... یوں مزا نہیں آ رہا... قید میں رہ کر آپ لوگوں کی بے بسی کا مزا نہیں آ سکا... باہر رہ کر جب آپ ان کے خلاف کام کریں گے... اور قدم قدم پر چوٹ کھائیں گے... تب انہیں مزا آئے گا... اصل میں وہ لطف اٹھانا پسند کرتے ہیں"۔

"خدا کا شکر ہے... اس نے ہمیں اس قید سے نجات عطا فرمائی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کس کا شکر ہے"۔ فوجی چونکا۔

"خدا کا... اور کس کا"۔

"میں سمجھا تھا... آپ نے کہا ہے... نوبا کا شکر ہے"۔

"ہرگز نہیں... خدا کا شکر ہے"۔

"اچھا... مجھ سے لڑنے کی ضرورت نہیں"۔

"کیا تم مسلمان نہیں ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"نہیں... میں پارسی ہوں"۔

"پارسی کا ہماری فوج میں کیا کام؟" وہ چونکے۔

"ہماری فوج میں ہر مذہب کے لوگ شامل ہیں"۔

"یہی ہماری بدقسمتی ہے... مسلمان فوج میں صرف اور صرف مسلمان ہونے چاہئیں"۔

"لیکن آپ کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی"۔

"ایک دن آئے گا... میں فوج کو سازشی لوگوں سے ضرور پاک کر دوں گا... اور اس دن سے ہی ہمارا ملک ترقی کرنا شروع کر دے گا"۔

"اور ملک کے دوسرے محکموں میں جو اسلام دشمن لوگ موجود ہیں... پولیس کے محکمے میں... محکمہ خارجہ میں... داخلہ میں... غرض وہ کون سا محکمہ ہے... جس میں اسلام دشمن لوگ نہیں ہیں"۔

"ہم ان شاء اللہ ان محکموں کو بھی پاک کریں گے"۔

"او کے... اب آپ جائیں... میرا دماغ نہ چاٹیں"۔ اس نے جل کر کہا۔

"دیکھا جائے گا... ملاقات کن حالات میں ہوتی ہے... ہوتی بھی ہے یا نہیں... ویسے لگتا ہے... نہیں ہو گی"۔

"اللہ مالک ہے"۔

اور پھر وہ وہاں سے نکل کر اپنے گھر آ گئے... بیگم جمشید انہیں دیکھ کر دھک سے رہ گئیں۔

"یہ کیا... میں نے تو سنا تھا"۔

"ہاں بیگم... ٹھیک سنا تھا... لیکن ہمیں اس نے خود ہی رہا کر دیا"۔

"آخر وہ چاہتا کیا ہے"۔

"ابھی تک ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے... لیکن اس کا کوئی کمزور پہلو ضرور ہے... وہ اس کمزوری سے خوف زدہ ہے... اور چاہتا ہے... ہمیں وہ کمزور پہلو کسی طرح معلوم نہ ہو"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ بیگم جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب... کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اگر اس کا کوئی کمزور پہلو ہے اور وہ اس کمزور پہلو کی وجہ سے خوف زدہ ہے... اور یہ خیال کرتا ہے... کہ اس کمزور پہلو کی بنیاد پر آپ اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے ہیں... تب تو اسے آپ کو رہا نہیں کرنا چاہیے تھا... آپ قید میں ہی ختم ہو جاتے... اس کی بلا سے... وہ کیوں کرنے لگا آپ کی پروا"۔

"ہاں بیگم... تم نے بہت پتے کی بات کہی... یہ بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی... بہرحال یہ کوئی گہرا چکر ہے... وہ ہمیں بے بس کر کے لطف اندوز بھی ہونا چاہتا ہے اور ہم سے خوف زدہ بھی ہے... یہ دو الگ الگ باتیں ہیں... اور نہ سمجھ میں آنے والی باتیں... ہم بھی ان پر غور کر رہے ہیں... تم بھی غور کرو"۔

"گویا آپ امی جان کو غور کی دعوت دے رہے ہیں؟"

"ہاں! اس لیے کہ یہ دعوت دینے میں نقصان کوئی نہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے"۔ آفتاب کی آواز سنائی دی۔

"ہم پہلے... وہی کریں گے... فکر نہ کرو"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"حد ہو گئی... بھئی وہی کیا؟" آصف نے منہ بنایا۔

"اوہو... بھائی سمجھ جاؤ نا"۔ فاروق نے گویا اس کی منت کی۔

"او کے میں سمجھ گیا"۔

"بس تو پھر نئے سرے سے تیاری کرو"۔

اس بار انہوں نے ایک اور انداز میں تیاری کی... اور وہ یہ کہ اندرونی راستے سے بیگم شیرازی کے گھر میں داخل ہو گئے... وہ انہیں دیکھ کر چونک اٹھیں... لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول پڑتیں... ان سب نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی... اور ان کے گھر میں میک اپ میں مصروف ہو گئے... پھر کئی چھتیں عبور کر کے ایک گلی میں پہنچ گئے... وہاں ان کی ایک ایسی گاڑی موجود رہتی تھی جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ان کی ہے... اس میں بیٹھ کر سیدھے ساحل سمندر پہنچے... یہ ایک ویران ساحل تھا... اور اس جگہ خفیہ فورس کے ذریعے ایک لانچ وہاں ہر وقت تیار رہتی تھی... جلد ہی وہ اس لانچ میں سفر کر رہے تھے... لانچ والے نے انہیں ایک دوست ریاست میں پہنچا

دیا... اس ریاست کے حکمران کے وہ کئی مرتبہ بہت کام آئے تھے۔

وہ انہیں دیکھ کر اچھل پڑا اور اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... کیونکہ انہوں نے نام تو اپنے اندر بھجوائے تھے... اور شکلیں اس وقت ان کی اور تھیں۔

"یہ کیا... مجھے تو تم لوگوں نے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا صاحبان کے کارڈ دیے تھے"۔

"جی ہاں! یہی تو ہیں وہ"۔ اس محافظ نے کہا جو انہیں اندر لا تھا۔

"تمہارا سر... میں ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں"۔ و گرجا۔

"آپ ان پر نہ بگڑیں... یہ ہم ہی ہیں"۔ انسپکٹر جمشید اپنی اصل آواز میں بولے۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

پھر وہ ان سے لپٹ گیا۔

"اوہ! یہ آپ لوگ ہیں... میرے ہمدرد... مجھ پر احسان کر والے... میرے معزز ترین مہمان... آج کا دن میرے لیے حد درجہ خوشی کا دن ہے"۔

انہوں نے سکون کا سانس لیا... ادھر ادھر کی کچھ باتیں کرنے ا کھانا وغیرہ کھانے کے بعد انہوں نے اپنی آمد کی وجہ لکھ کر اسے دی۔

وہ پڑھ کر حیرت میں ڈوب گیا... پھر انتظامات میں لگ گیا... اس طرح وہ ایک دور دراز ملک پہنچنے میں کامیاب ہوئے... وہاں اسی حکومت نے ان کے لیے اپنے ملک کے کاغذات تیار کرائے... کیونکہ اس ریاست کے حکمران کے تعلقات اس ملک سے بہت گہرے تھے... اس طرح وہ اس ملک کے شہری بن کر ریاست ارباط پہنچے... ایرپورٹ سے اتر کر انہوں نے ایک اچھے ہوٹل کا رخ کیا... ساتھ میں انہوں نے لکھ کر خفیہ بات چیت بھی شروع کر دی۔

"تو کیا... اس بار ہماری نقل و حرکت کا تویا کو پتا نہیں چل سکا"۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے... ورنہ وہ ضرور ہمارے راستے میں رکاوٹ بنتا... اور اس ریاست کے مسٹر حکومت کو تو ضرور خبر کر دیتا کہ ہم لوگ یہاں آگئے ہیں"۔

"میرا خیال ہے... اب ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے... یہ سوچے بغیر کہ اسے ہمارے بارے میں پتا ہے یا نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ٹھیک ہے... پہلے ہم ریاست کو اچھی طرح گھوم پھر کر دیکھیں گے... اس کے تمام راستے یاد کریں گے... پھر اپنا اصل وار کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

باقی لوگوں نے سر ہلا دیے... اس طرح انہوں نے ریاست کو

خوب گھوم پھر کر دیکھا... اور آخر کار ایک رات وہ اس قید خانے تک پہنچ گئے... جس میں پروفیسر داؤد کو قید کیا گیا تھا... ان کے پاس اس وقت اسلحے کی شکل میں کوئی چیز نہیں تھی... کیونکہ اس ریاست میں داخل ہوتے وقت تمام غیر ملکیوں کی تلاشی لی جاتی تھی اور کسی کے پاس اسلحہ نہیں رہنے دیا جاتا تھا... تاہم ان کے پاس پروفیسر داؤد اور پروفیسر عقلان کے دیے ہوئے کچھ کھلونے موجود تھے... انہوں نے چند کھلونے ادھر ادھر عمارت کی طرف لڑھکا دیے... اور لگے انتظار کرنے... رات کی تاریکی میں ان کھلونوں کے بارے میں بھلا کسے پتا چلتا... جلد ہی ان کھلونوں سے آہستہ آہستہ گیس خارج ہونے لگی... غیر محسوس طور پر محافظ گہری نیند میں ڈوبتے چلے گئے... یہاں تک کہ سب کے سب بے ہوش ہو گئے... اور کسی کو پتا بھی نہ چل سکا۔

اب انہوں نے اپنی جیبوں سے رومال نما گیس ماسک نکالے۔ دیکھنے میں یہ بالکل رومال تھے... وہ انہوں نے ناکوں پر رکھے اور آگے بڑھے... ایک محافظ کی جیب سے انہیں چابیاں مل گئیں... ان کے ذریعے تالے کھولے گئے... اندر اسی کمرے میں پروفیسر داؤد گھٹنوں میں سر رکھے بیٹھے تھے۔

انسپکٹر جمشید نے انہیں کندھے سے پکڑ کر ہلایا تو وہ زور سے اچھلے اور اپنے سامنے اجنبیوں کو دیکھ کر دھک سے رہ گئے... لیکن اس سے پہلے کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالتے... انہوں نے ان کے منہ پر

مصیبت آنے والی ہے

چند لمحے تک ان میں سے ہر ایک سوچ میں ڈوبا رہا، پھر آصف کی آواز سنائی دی۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ اس ریاست میں ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکتا... بلکہ اسے ہمارے بارے میں کچھ معلوم بھی نہیں ہو گا... اور انکل کامران مرزا کے بارے میں باس نے اگر ہمیں بتایا تھا تو ریاست ارباط کے حکمران کی طرف سے اطلاع ملنے پر بتایا تھا... اس میں اس کا کوئی کمال نہیں تھا۔

"ہاں! بات یہی ہے... لیکن"۔ انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"آپ پھر لیکن کو درمیان میں لے آئے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! کیا کیا جائے... مجبوری ہے"۔ انہوں نے اس سے بھی زیادہ برا منہ بنایا

"لیجیے... اب اس میں مجبوری بھی آ ٹپکی"۔ آفتاب ہنسا۔

"بھئی مجبوری کا کیا ہے..... کسی بھی چیز میں ٹیک سکتی ہے"۔
مکھن نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"آپ نے کوئی لیکن کہا تھا انکل"۔ فرحت نے انہیں یاد دلایا۔

"اوہ ہاں! میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جب تک عملی طور پر ہمیں اس کا تجربہ نہیں ہو جاتا..... اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا..... اس وقت کوئی اس سے یہ پوچھے کہ ہم کہاں ہیں..... اور یہ بات ہم ملک کے صدر صاحب کے ذریعے پوچھ سکتے ہیں..... کیونکہ صدر صاحب آج کل اس کے ماتحت نظر آتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک..... آپ ہی پھر یہ کام کریں"۔

"نہیں! ہم براہ راست تو بات نہیں کر سکتے..... اس طرح تو ایکسچینج والوں کے ذریعے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ہم کہاں سے بات کر رہے تھے..... انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر اپنے ایک خفیہ کارکن کو فون کیا..... اس سے بدلی ہوئی آواز میں کوڈ الفاظ میں بات کی اور پھر فون رکھ دیا۔

"آپ نے اس سے کیا کہا؟" محمود نے پوچھا۔

"صرف یہ کہ وہ صدر صاحب کو فون کر کے پوچھے..... وہ نوبا سے پوچھ کر یہ بتا دیں کہ اس وقت انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی کہاں ہیں..... تو ہم نوبا کو مان جائیں گے"۔

"بالکل ٹھیک ہے..... یہ ترکیب اچھی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور میں نے اپنے آدمی کو اپنا فون نمبر اور جگہ نہیں بتائی..... تاکہ کسی ذریعے سے اس سے نہ معلوم کر لیا جائے..... اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بتاتا ہے یا نہیں..... اگر نہیں تو پھر یہی وہ کمزور پہلو ہے اس کا..... جس کی وجہ سے وہ ہم سے خوف زدہ ہے"۔

"ہوں..... بالکل ٹھیک"۔ خان رحمان مسکرائے۔

اور پھر آدھ گھنٹے بعد انہوں نے پھر خفیہ کارکن کو فون کیا..... ان کی آواز سن کر اس نے کہا۔

"اس نے بتایا کہ آپ لوگ پروفیسر داؤد کو چھڑا لائے ہیں"۔

"میں نے یہ سوال اس سے نہیں پوچھا تھا..... اس بات کی اطلاع تو اس ریاست کے صدر کا صدر بھی اسے دے سکتے ہیں"۔

"یس سر..... اس نے دوسری بات یہ بتائی ہے کہ اب آپ انسپکٹر کامران مرزا سمیت اپنے ایک دوست کے ہاں ہیں..... دوست ایک ریاست کا حکمران ہے..... اور اس ریاست کا نام ہے..... مون سٹیٹ"۔

"اوہ..... اوہ..... اوہ"۔ وہ ایک ساتھ چلائے۔

ہاہاہا..... ہاہا"۔ اسی ریسیور سے نوبا کا قہقہہ سنائی دیا۔

"ارے باپ رے..... مسٹر نوبا..... آپ اور اس فون میں بات کر

رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید تھرا اٹھے... باقی لوگوں کے بھی رنگ اڑتے
نظر آئے۔

"اب اندازہ ہوا میری طاقت کا"۔

"ہاں! ہو گیا... مان گئے آپ کو"۔

"بس تو پھر ادھر ہی آ جائیں... مجھ سے اتنا دور رہ کر کیا کریں
گے... آپ لوگ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکیں گے... اور میں نے
ریاست ارباط کے حکمران کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آپ لوگ وہاں پہنچ
جائیں گے اور پروفیسر داؤد کو نکال لے جائیں گے... ساتھ ہی میں نے
ان سے کہا کہ وہ لوگ آپ کو ایسا کر لینے دیں... چنانچہ انہوں نے
آپ کے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالی"۔

"اچھی بات ہے... ہم آ رہے ہیں... اس لیے کہ اب یہاں رہ
کر کیا کریں گے"۔

پھر وہ واقعی اپنے ملک روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے۔

"ہم شاید اس کی چال میں آ رہے ہیں"۔ ایسے میں فرزانہ کی
آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب فرزانہ؟"

"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنے کمزور پہلو کو ہم سے چھپا کر
ہمیں اپنے جال میں پھانس رہا ہے... اس کا کمزور پہلو یہ نہیں کہ وہ یہ
نہیں جان سکتا... ہم کہاں ہیں... اتنا تو وہ جان لیتا ہے... لیکن...

اتنی دور سے ہم سے ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا... اصل بات یہ ہے اور
اسی لیے وہ ہمیں پاس بلانے کے لیے بے چین ہے"۔

"اوہ... اس پہلو کی طرف تو ہمارا دھیان نہیں گیا"۔

"تب پھر ہم یہیں رک کر اس کے فون کا انتظار کریں گے...
ذرا دیکھیں تو سہی... اس سوال کا وہ کیا جواب دیتا ہے"۔ انسپکٹر کامران
مرزا نے کہا۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"ویسے کیا ہم اس کیس میں حد درجے بے بسی محسوس نہیں کر
رہے... یعنی ہم کسی بھی طرح اس تک پہنچنے کے قابل نہیں ہو سکے،
اب تک... شروع میں وہ اپنے جسم کے ساتھ ضرور نظر آیا ہے... پھر
جونہی اس کی اہمیت بڑھی... پھر نظر نہیں آیا... اس کے بعد سے
صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے، وہ خود کہاں ہے... یہ کوئی نہیں
جانتا"۔

"ہاں یہی بات ہے... لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں...
مایوسی یوں بھی گناہ ہے"۔

"نہیں! ہم مایوس نہیں ہیں... بے بسی ضرور محسوس کر رہے
ہیں... لیکن اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی راستا پیدا کر ہی دیں گے"۔

اب انہوں نے ایک دو دن وہیں رک کر آرام کرنے کا فیصلہ کیا
تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے... وہ اس جگہ ان کا کچھ بگاڑنے کے قابل

ہے یا نہیں۔۔۔ آخر دو دن بعد نوبا کا فون انہیں ملا۔

"کیا بات ہے بھئی۔۔۔ تم ادھر نہیں پہنچے"۔

"آپ کو تو وجہ معلوم ہو گی ہی"۔ فرزانہ بول پڑی۔۔۔ انسپکٹر جمشید اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے، گویا اس نے ٹھیک سوال کر ڈالا تھا۔

"ہاں! آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو یہاں اس ریاست میں کوئی نقصان پہنچا کر دکھاؤں۔۔۔ یہی بات ہے نا"۔

وہ دھک سے رہ گئے۔۔۔ گویا اسے یہ بات بھی معلوم تھی۔۔۔ آخر انسپکٹر کامران مرزا نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"بہت خوب! آج ہی آپ خطرے کی لپیٹ میں آئیں گے۔۔۔ ایک ایسے خطرے کی لپیٹ میں کہ اس خطرے سے آپ کچھ بھی بچاؤ نہیں کر سکیں گے۔

"ارے باپ رے"۔ وہ گھبرا گئے

"بس! گھبرا گئے۔۔۔ اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ میں آپ کا کچھ بگاڑ کر دکھاؤں"۔

"تو ذرا ہلکا ہاتھ رکھیں نا"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ ہاتھ بہت ہلکا رکھوں گا۔ وہ بولا۔

"بلکہ اس سے بھی ہلکا"۔ فاروق بولا۔

"اچھی بات ہے"۔

"پیارے نوبا۔۔۔ آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"کیا مطلب۔۔۔ میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا"۔ اس کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا۔۔۔ کیا کہا۔۔۔ کیا کہا"۔ شوکی چلا اٹھا۔

"کیا بات ہے۔۔۔ کیا ہوا ہے تمہیں"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"آپ نے سنا نہیں۔۔۔ اس نے کیا کہا ہے؟"

"اس نے۔۔۔ یعنی نوبا نے۔۔۔ یہ کہا ہے کہ میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا"۔

"تو کیا یہ عجیب بات نہیں ہے"۔

"اوہ ہاں! بہت زیادہ عجیب۔۔۔ حد درجے عجیب"۔ وہ چلائے۔

"کیا مطلب؟" دوسرے حیران ہو کر بولے۔

"اگر نوبا کو پہلے ہی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔۔۔ تو اسے یہ بات کیوں معلوم نہیں ہوئی کہ میرے سوال کا مطلب کیا ہے۔۔۔ میں نے تو صرف یہ پوچھا تھا کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔۔۔ ان کا جواب یہ ہے، میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔۔۔ آخر کیوں"۔

"اوہ ہاں مسٹر نوبا، اس سوال کا جواب دیں"۔

"میں سوال کا مطلب سمجھ گیا تھا۔۔۔ ایسے ہی آپ لوگوں سے پوچھنا چاہ رہا تھا"۔ نوبا نے ہنس کر کہا۔

"اچھا تو پھر بتائیں"۔

"میں چاہتا ہوں.... اس پوری دنیا کا حکمران ایک ہو اور وہ میں ہوں"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! یہی خواہش ہے میری"۔

"اچھی بات ہے.... کرلیں پھر اپنی خواہش پوری.... ویسے آپ کو آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں.... کہ آپ سے پہلے بھی کچھ لوگ اس خیال کو لے کر اٹھے تھے.... وہ پوری دنیا کو فتح کرنا چاہتے تھے.... لیکن نہیں کر سکے.... موت نے انہیں آلیا.... ان میں سے ایک نام ہے سکندر.... اور دوسرا نام ہے ہٹلر"۔

"ان کے پاس یہ طاقت نہیں تھی.... جو میرے پاس ہے"۔ توبا نے ہنس کر کہا۔

"لیکن جس وقت یہ طاقت آپ سے چھن گئی.... آپ کہاں ہوں گے.... پتا ہے"۔

"یہی تو مشکل ہے.... آپ لوگ میری یہ طاقت نہیں چھین سکتے.... آپ میں وہ طاقت نہیں ہے"۔ اس نے کہا۔

"کیا کہا آپ نے.... ہم میں وہ طاقت نہیں ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں! آپ میں وہ طاقت نہیں ہے"۔

"تب پھر وہ طاقت کس میں ہے؟" انہوں نے فوراً پوچھا۔

"کسی میں بھی نہیں"۔

"کم از کم ہم اس بات کو نہیں مانتے"۔

"کس بات کو؟"

"یہ کہ آپ کو شکست دینے کی طاقت کس میں نہیں ہے"۔

"اچھا تو پھر.... بتائیں.... کس میں ہے یہ طاقت؟"

"اللہ تعالیٰ میں"۔

"میں جانتا تھا آپ گھوم پھر کر اس بات پر آئیں گے"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"تو کیا ہم غلط ہیں"۔

"ہاں بالکل.... جس کی تم عبادت کرتے ہو.... اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے"۔

"کیا.... کیا.... تم اللہ کا انکار کرتے ہو"۔

"ایک میں کیا.... ان گنت لوگ ایسے ہیں.... جو اللہ کا انکار کرتے ہیں.... اور ان گنت ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے تو ہیں.... لیکن ڈرتے اس سے ذرا سا بھی نہیں.... مجھے دیکھیں.... مجھ سے یہ لوگ کس طرح ڈرتے ہیں.... میرا نام سن کر تھر تھر کانپ اٹھتے ہیں.... بہت جلد آپ لوگ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ کس طرح لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں"۔

"لوگ ظاہر کو دیکھتے ہیں... اللہ انھیں نظر نہیں آتا... لہٰذا وہ اللہ سے نہیں ڈرتے... لیکن جب اللہ انھیں مصیبتوں میں اور مشکلات میں ڈالتا ہے... تب وہ کہتے ہیں یا اللہ ہمیں معاف کر دے... ہم سے بڑی بھول ہو گئی"۔

"حالانکہ جس سے وہ یہ بات کہتے ہیں... وہ ہے ہی نہیں"۔

"وحت تیرے کی... اب پتا چلا... ہمارا واسطہ اللہ کے منکر سے ہے"۔

"اس میں شک نہیں"۔

"اب تم سے بات کرنا فضول ہے... وقت ضائع کرنا ہے"۔

"او کے... آنا تو تمہیں میرے قدموں میں ہی ہے... اگر میں شہر کے لوگوں کو حکم دے دوں تو وہ سب مل کر تم لوگوں کی تکا بوٹی کر دیں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔ انسپکٹر جمشید اس خیال سے ہی کانپ گئے۔

"اب تم جب چاہو آ جانا... نہ آنا چاہو... نہ آنا... میں ہر وقت، ہر جگہ تم پر وار کرنے کے قابل ہوں... جیسا کہ تم ابھی تھوڑی آدھ گھنٹے بعد دیکھ لو گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا... انھوں نے فوراً گھڑی دیکھی... اور اس اچانک وار سے بچاؤ کی تیاری کرنے لگے۔

"کیا خیال ہے... وہ وار کس رخ سے کرے گا... اور کس طرح کرے گا؟"

"بھلا ہم کس طرح بتا سکتے ہیں"۔

اب تو وہ بری طرح گھبرا گئے... کسی کو اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر کیا مصیبت آنے والی ہے... تو اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی... چاہے قیامت ٹوٹنے والی ہو... لیکن اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ مصیبت اس پر ٹوٹنے والی ہے... تو اس کا سکون برباد ہو جاتا ہے... چاہے مصیبت نہ ٹوٹے... اور اس وقت ان کا بھی یہی حال تھا... سکون برباد ہو گیا تھا... رنگ اڑ گئے تھے... کہ نہ جانے... حملہ کس طرف سے ہو گا... کس طرح ہو گا... اور کیسے ہو گا۔

بار بار ان کی نظریں گھڑی کی طرف اٹھتی رہیں... آخر انتیس منٹ پورے ہو گئے... اب تو ان کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے۔

پھر جونہی تیس منٹ پورے ہوئے... کمرے کا دروازہ زوردار آواز سے کھلا۔

○☆○
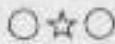
خوفناک لمحات

ان کے دل زور سے دھڑکے... سب اپنا بچاؤ کرنے کے لیے تیار ہو گئے... لیکن دوسرا لمحہ حیران کن تھا... جب انہوں نے ریاست مون کے حکمران... اپنے گہرے دوست کو آتے دیکھا... اس سے پہلے کہ وہ پر سکون ہو جاتے... ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے... کیونکہ دوست کے چہرے پر دہشت کے آثار تھے... اس نے سرسراہٹ زدہ آواز میں کہا۔

"ابھی اور اسی وقت میری ریاست سے نکل جاؤ... اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا"۔

ان پر سکتہ طاری ہو گیا... اوسان خطا ہو گئے۔

"ہوا کیا میرے دوست"۔

"خبردار جو مجھے دوست کہا... تم سے بڑا میرا دشمن کوئی نہیں... اگر فوری طور پر نہ نکل گئے تو میں اپنے فوجیوں کو حکم دے دوں گا کہ تمہیں ہلاک کر دیں"۔

"او کے سر... ہم جا رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے سنجیدہ آواز

میں کہا۔

اور پھر وہ مہمان خانے سے نکل آئے... انہوں نے چاہا... ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو روک لیں... لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے انہیں دیکھ کر ایک دم رفتار بڑھا لی... تاکہ ان سے دور نکل جائے"۔

"اب ہم کسی گاڑی میں سوار کس طرح ہوں"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"شاید اس ریاست کی پوری زمین ہم پر تنگ کر دی گئی ہے"۔

"اللہ مالک ہے... ہم فوراً" یہاں سے نکل جاتے ہیں"۔

وہ پیدل ہی چلتے رہے... یہاں تک کہ ریاست سے باہر نکل آئے... اب سب ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔

"تو یہ تھی وہ مصیبت... پتا نہیں اس نے حکمران کو ہمارے خلاف کس طرح کر دیا؟"

"ریاست کو تباہ کرنے کی دھمکی دی ہو گی"۔

"اوہ ہاں... خیر کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا"۔

دو تین گھنٹے آرام کرنے کے بعد وہ وہاں سے اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گئے... انہیں کئی گھنٹے تک پیدل چلنا پڑا... تب کہیں جا کر ایک بڑی گاڑی میں انہیں لفٹ ملی... اور وہ اپنے شہر پہنچے... انہوں نے فوراً" اپنے خفیہ ٹھکانے کا رخ کیا... گاڑی سے وہ پہلے ہی اتر گئے تھے... خفیہ ٹھکانے کے دروازے اندر سے بند کر کے وہ اطمینان سے

بیٹھ گئے۔

"اب ہم چند دن یہاں آرام کریں گے.... اور سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے.... اور کیا نہیں"۔

"کیا اسے یہ بات معلوم نہیں ہو گئی ہو گی.... کہ.... ہم یہاں آ چکے ہیں اور اس وقت کہاں ہیں"۔

"ایک منٹ جمشید.... میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے.... تم جلدی کرو"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

وہ فوراً اٹھ گئے اور باہر کی طرف دوڑے.... ادھر سے بیگم جمشید کھانا تیار کر کے لا رہی تھیں۔

"ٹرے ساتھ ہی لے آؤ بیگم.... راستے میں کھا لیں گے۔ پروفیسر صاحب کو کوئی بات سوجھ گئی ہے"۔

"تو اسے معلوم ہو چکا ہو گا کہ انہیں کیا سوجھ گیا ہے"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"دیکھنا تو یہی ہے.... آؤ"۔

وہ خان رحمان کی بڑی گاڑی میں بیٹھ کر گھر سے نکلے اور کھانے کی ٹرے سے انصاف کرنے لگے۔

"ساحل کی طرف.... جلدی جمشید"۔ پروفیسر داؤد چلائے۔

"آپ کا مطلب ہے.... میں بہت تیز چلوں"۔

"ہاں! اس قدر تیز کہ آج تک تم نے اس قدر تیز ڈرائیونگ نہ

کی ہو"۔

"جی اچھا.... لیکن اس طرح کوئی حادثہ ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر تمہاری مہارت کس دن کام آئے گی"۔

"اوہ اچھا"۔

اور پھر انتہائی خطرناک ڈرائیونگ کرتے ہوئے.... وہ ساحل تک پہنچے.... پروفیسر داؤد اترتے ہی دوڑ پڑے.... اور اس آب دوز تک پہنچ گئے.... جو ان کے لیے ہر وقت تیار کھڑی رہتی تھی.... جونہی وہ آب دوز میں سوار ہوئے.... وہ سمندر میں آگے بڑھی اور ساتھ ہی پانی میں ڈوبتی چلی گئی۔

"اب! جمشید.... اپنے خفیہ کارکن سے بات کرو.... کہ تو بتائے ہم کہاں ہیں؟"

"اوہ.... اوہ"۔ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

پھر انہوں نے فون کیا.... آدھ گھنٹے بعد ماتحت کی آواز سنائی دی۔

"اس نے کہا ہے.... وہ آپ کو تھوڑی دیر تک فون کرے گا.... اس وقت وہ بہت مصروف ہے"۔

"کیا کہا.... وہ تھوڑی دیر تک فون کرے گا"۔

"ہاں سر.... اس نے یہی کہا ہے"۔

"اوہ! یہ بہت برا ہوا"۔ وہ پریشان ہو گئے۔

"جی کیا مطلب.... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے"۔ فاروق چونکا۔

"پریشانی کی بات ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بھی چلا اٹھے۔

"تم اس وقت کہاں ہو؟" انسپکٹر جمشید نے کارکن سے پوچھا۔

"پرنس روڈ پر"۔

"تب پھر جس قدر جلد ممکن ہو سکے.... اڈے نمبر تین پر آ جاؤ.... ورنہ تمہاری خیر نہیں.... وہ تم تک پہنچ جائے گا.... تمہیں اغوا کرے گا اور پھر تم سے پوچھے گا.... بتاؤ.... ہم کہاں ہیں"۔

"جی کیا مطلب؟"

"اب باتوں کا وقت نہیں"۔

"اوہ.... اف میرے مالک.... سر.... سر وہ آ پہنچے.... موت کے ہرکارے"۔

"تب پھر تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"جو آپ حکم فرمائیں"۔

"انہیں بتا دو.... ہم کہاں ہیں؟"

"یہ نہیں ہو سکتا سر"۔

"اپنی جان بچا لو.... یہ میرا حکم ہے"۔

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا.... انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر پسینا آ گیا۔

"خان رحمان.... فوری طور پر آب دوز کو سطح پر لے چلو اور ساحل پر چلے چلو"۔

"او کے"۔ انہوں نے کہا۔

اب انہوں نے پھر اس کارکن کے نمبر ملائے.... فوراً ہی ریسیور اٹھایا گیا.... اور کارکن کی بجائے ایک کھردری آواز سنائی دی۔

"کون؟"

"انسپکٹر جمشید.... اس کارکن کو کچھ نہ کہیں.... ہم اس وقت ساحل سمندر پر موجود ہیں.... اور اس ساحل کا نام ہے نیلا آسمان"۔

"او کے.... ہم اسے اب کیوں کچھ کہیں گے.... جو کچھ اس سے پوچھنا تھا، آپ نے بتا دیا.... دوسری طرف سے ہنس کر کہا گیا۔

جلد ہی وہ ساحل پر موجود تھے.... اب انہوں نے پھر اس کارکن کے نمبر ملائے.... فوراً اس کی آواز سنائی دی۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا سر؟"

"تمہاری جان بچانے کے لیے"۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا سر"۔

"میرا ہر کارکن میرے لیے اتنا ہی اہم ہے.... جتنا کہ میں اپنی نظروں میں.... تم اپنا کام کرو اور اس فکر میں نہ پڑو کہ تمہاری وجہ سے انہیں مجھے اپنی پوزیشن بتانا پڑی ہے"۔

"جی بہتر"۔

انہوں نے فون بند کر دیا، اسی وقت ان کے فون کی گھنٹی بجی۔
انہوں نے بٹن آن کیا تو نوبا کی آواز سنائی دی۔

"میں ذرا مصروف ہوں.... کیا آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

"جاننا چاہتے تھے.... لیکن آپ کے آدمیوں نے میرے کارکن کے پاس آکر غلطی کی"۔

"کیا مطلب.... کون سے کارکن کی بات کر رہے ہیں"۔

"جس نے میرے کہنے پر آپ کو فون کیا تھا؟"

"ارے نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔

"خیر نہیں ہوگی کوئی ایسی بات.... بتا دیں.... ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

"ساحل سمندر پر.... اور ساحل کا نام ہے نیلا آسمان"۔

آپ نے بالکل ٹھیک بتایا.... آپ کی کاری گری کی داد دینا پڑتی ہے"۔

"ہاہاہا.... لیکن آپ لوگ بھی کم چالاک نہیں ہیں.... اچھا پھر ملیں گے.... میں اس وقت بہت مصروف ہوں"۔

"بہت اچھا"۔

جونہی فون بند کیا گیا.... انہوں نے خان رحمان کو اشارہ کیا.... کہ پھر سمندر میں چلیں.... اور آخر ان کی آب دوز سمندر میں اتر گئی۔

"اب خان رحمان جس قدر تیز آگے جا سکتے ہو.... چلو.... وہ آ رہا ہے"۔

"کک.... کون"۔ وہ چلائے۔

"نوبا.... نوبا کے جلاد.... آ رہے ہیں.... اس نے انہیں حکم دے دیا ہے کہ ہم لوگوں کو قتل کر دیا جائے"۔

"یہ آپ.... کیا کہہ رہے ہیں.... آپ کو کیسے پتا چل گیا.... کہ اس نے یہ حکم دیا ہے"۔

"اس نے جان لیا ہے کہ ہمیں اس کے کمزور پہلو کا پتا چل گیا ہے.... اور اب ہم اس کمزور پہلو سے کچھ نہ کچھ کام نکالیں گے"۔

"اور وہ کمزور پہلو کیا ہے؟"

"یہ کہ.... جب ہم سمندر کی تہ میں اتر جاتے ہیں.... اس وقت وہ نہیں بتا سکتا کہ ہم کہاں ہیں"۔

"اوہ.... اوہ"۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اس کمزور پہلو سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔

"یہ بعد کی بات ہے.... ابھی ہمیں کچھ پتا نہیں"۔

"جمشید.... سمندر میں آب دوزیں ہماری طرف بڑھ رہی ہیں"۔
خان رحمان چلائے۔

"مجھے اسی بات کا ڈر تھا"۔

"پھر اب میں کیا کروں؟"

"کیا! یہ ہمیں آلیں گی خان رحمان؟"

"ہاں جمشید۔۔۔ اس لیے کہ وہ بے شمار ہیں اور سمندر میں چاروں طرف ہیں۔۔۔ یہاں تک کہ ہم سے آگے بھی پہنچی ہوئی ہیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ اب آب دوز میں چلاؤں گا"۔

"کیا مطلب۔۔۔ جمشید۔۔۔ کیا تم یہ خیال کر رہے ہو کہ تم آب دوز چلانے میں مجھ سے زیادہ ماہر ہو"۔

"مجھے افسوس ہے خان رحمان"۔

"کیسا افسوس؟"

"یہ کہ میں واقعی تم سے زیادہ ماہر ہوں"۔

"ایسی بات تم نے زندگی میں پہلی بار کہی جمشید"۔

"اس لیے کہ اس وقت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں۔۔۔ ورنہ تم آب دوز کا سٹیرنگ مجھے نہیں دو گے"۔

"او اچھا۔۔۔ دیکھ لیتے ہیں پھر آج تمہاری مہارت۔۔۔ ویسے کیا تم ان سب سے ٹکرا جانے کا ارادہ کر رہے ہو؟"

"چاہتا تو میں یہ ہوں کہ ان سے ٹکرائے بغیر ہم نکل جائیں۔۔۔ لیکن یہ ایسا کیوں کرنے دیں گے ہمیں"۔

"او کے۔۔۔ اب جو تم کرنا چاہتے ہو کر گزرو"۔

"میں انھیں تارپیڈو ماروں گا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے جمشید۔۔۔ لیکن یار تم یہ خیال کر رہے ہو' ان کے پاس تارپیڈو نہیں ہیں؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ان کے پاس بھی تارپیڈو ہیں۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔ ہم سے کہیں زیادہ تعداد میں ہیں اور یہ ہم پر چاروں طرف سے چلائیں گے۔۔۔ اسی لیے میں نے آب دوز تم سے لی ہے"۔

"اوہ۔۔۔ اب میں سمجھا۔۔۔ تم خود کو ان کے نشانوں سے بچاتے ہوئے۔۔۔ انھیں تارپیڈو کا نشانہ بنانے کی کوشش کرو گے"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اچھا۔۔۔ میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا شروع کرتا ہوں"۔

"صرف آپ ہی نہیں۔۔۔ ہم سب"۔

اور پھر وہاں ایک ہولناک جنگ چھڑ گئی۔۔۔ سمندر کے گہرے پانی میں تارپیڈو میزائلوں کی طرح ادھر سے ادھر آتے جاتے نظر آنے لگے۔

خان رحمان اور باقی لوگ حیرت زدہ سے اس لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ انھوں نے اس قسم کی لڑائی پہلے بھی کئی بار دیکھی تھی۔۔۔ لیکن یہ ان سب سے خوفناک تھی۔۔۔ وہ اس وقت پندرہ آب دوزوں کے گھیرے میں تھے۔۔۔ اور وہ پندرہ کی پندرہ ان پر تارپیڈو فائر کر رہی تھیں۔۔۔ انسپکٹر جمشید آب دوز کو کبھی یک دم پانی میں اور گہرائی میں لے جاتے تو کبھی اوپر ابھر جاتے۔۔۔ اور ساتھ ہی وہ خود بھی تارپیڈو فائر

کر رہے تھے۔۔۔ اچانک انہوں نے ایک آب دوز کو ٹکڑوں میں بکھرتے دیکھا۔

"بہت خوب جمشید۔۔۔ تم نے کمال کر دیا"۔

"ہاں۔۔۔ لیکن یار۔۔۔ ابھی چودہ باقی ہیں۔۔۔ اور یہ لوگ فون کر کے اور منگا لیں گے"۔

"اوہ ہاں! اس وقت ملک کا صدر ان کے قبضے میں ہے"۔ خان رحمان بولے۔

باقی لوگ بھی کانپ گئے۔

"تب پھر ہم کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ ایسے میں پروفیسر عقدان کی آواز سنائی دی۔

"صبر"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"واقعی۔۔۔ صبر کے سوا اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ یوں بھی صبر تو انسانی زندگی کے ہر مرحلے پر کرنا چاہیے"۔

اس وقت انہوں نے دوسری آب دوز کو ٹکڑوں میں تبدیل ہوتے دیکھا۔

"وہ مارا۔۔۔ ایک اور گئی"۔

"ہاں! ایک اور گئی۔۔۔ لیکن اور کتنی آ جائیں گی۔۔۔ یہ سوچ لیں پہلے"۔

"کچھ بھی ہو جمشید۔۔۔ ہمیں اب اس کے مقابلے میں ایک

برتری حاصل ہے۔۔۔ یہ کہ سمندر کے نیچے وہ ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔۔۔ اس وقت سمندر کے نیچے کیا صورت حال ہے۔۔۔ وہ یہ بذریعہ فون تو معلوم کر سکتا ہے۔۔۔ اپنے علم کے ذریعے نہیں۔۔۔ اور یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"اگر یہ بات کوئی بڑی بات ہے پروفیسر صاحب۔۔۔ تب بھی۔۔۔ ہم اس سے فائدہ اس وقت اٹھا سکیں گے۔۔۔ جو یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو جائیں"۔

"ان شاء اللہ ہم نکل جائیں گے"۔ اشفاق کی آواز ابھری۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ تم لوگ آپس میں باتیں کرو۔۔۔ میں انہیں دیکھتا ہوں۔۔۔ دراصل مجھے ڈر یہ ہے کہ کہیں ہمارے پاس تارپیڈو ختم نہ ہو جائیں۔۔۔ ان کے پاس تو ختم ہوں گے نہیں۔۔۔ اور اگر ایسا ہوا تو تب کیا ہو گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔۔۔ آپ ہمیں ایسی خوفناک خبریں نہ سنائیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں کوشش کروں گا۔۔۔ کہ آپ لوگوں کو ایسی خوفناک خبر نہ سنائی دے"۔

جنگ لمحہ بہ لمحہ ہولناک ہوتی چلی گئی۔۔۔ اب آب دوزیں انہیں آس پاس حرکت کرتی نظر آ رہی تھیں۔۔۔ ان کو لانے والوں کو شاید ان کا کوئی خوف نہیں تھا۔۔۔ ان کے سروں پر تو بس ایک دھن سوار

تھی.... یہ کہ ان کو ختم کر دیا جائے.... ان کی آب دوز کو تباہ و برباد کر دیا جائے.... تاکہ وہ پانی میں ہی دفن ہو جائیں.... لہٰذا اب تارپیڈو بھی اندھا دھند فائر کر رہے تھے.... جب کہ انسپکٹر جمشید اپنے تارپیڈو نہایت احتیاط سے استعمال کر رہے تھے.... ایسے میں انہوں نے دیکھا.... ان کے پاس کل گیارہ تارپیڈو رہ گئے ہیں.... جب کہ ان کے گرد گھیرا ڈالنے والی آب دوزیں کم از کم دو درجن تو ضرور تھیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ان کی نسبت بہت زیادہ تارپیڈو تھے۔

انسپکٹر جمشید اب تک بے فکری سے جنگ لڑتے رہے تھے۔ اب بھی ان کے انداز میں بے فکری ہی تھی.... وہ ذرا بھی فکر مند نظر نہیں آ رہے تھے.... لڑائی میں ان کی توجہ اس قدر تھی کہ انہیں ان سب کی موجودگی کا کوئی احساس نہیں رہ گیا تھا.... وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے، لیکن انہیں ان کی باتیں سنائی ہی نہیں دے رہی تھیں۔

اور پھر ان کے پاس تارپیڈو ختم ہو گئے.... انہوں نے چاہا.... یہ خبر اپنے ساتھیوں کو سنا دیں.... لیکن پھر خیال آیا.... وہ یہ خوفناک خبر سنا کر انہیں پریشان کیوں کریں۔

انہیں ایسے میں اور تو کچھ نہ سوجھا.... فوراً آب دوز کو پانی کی سطح پر لے آئے.... اور اس کا رخ ساحل کی طرف کر دیا۔

"یہ کیا.... ہم تو ساحل پر آ گئے"۔

"ہاں! اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کر سکتا تھا.... تارپیڈو ختم

ہو گئے تھے.... اب ان کے تارپیڈوز سے بچنے کے لیے میں یہی کر سکتا تھا کہ فوراً اوپر آ جاؤں.... اب وہ کم از کم تارپیڈو مار کر ہماری آب دوز کو ٹکڑوں میں تبدیل نہیں کر سکیں گے"۔

"لیکن.... وہ بم تو مار سکتے ہیں"۔

"ہاں! لیکن بم ہمارے پاس بھی ہیں.... جب کہ تارپیڈو ختم ہو گئے ہیں"۔

"تب پھر جمشید.... اب آب دوز میرے حوالے کر دو.... مجھے سطح پر لڑنے کا بہت تجربہ ہے اور بموں سے کام لینے کا بھی.... میں بحری فوج میں بھی رہا ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... لے لو"۔ انہوں نے کہا۔

اب آب دوز لانچ بن چکی تھی.... خان رحمان نے اس کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

ایسے میں انہوں نے چار جنگی جہاز اپنی طرف چاروں طرف سے بڑھتے دیکھے۔

خون انہیں اپنی رگوں میں جمتا محسوس ہوا۔

○☆○

تنور

اف مالک.... چار جنگی جہاز.... اب کیا ہو گا جمشید.... کیا ہم اس لانچ سے چار جنگی جہازوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"نہیں کر سکتے"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟"

"رو کر بھی کیا کر لوں گا.... کہ مسکراؤں نہ.... اس طرح دشمن یہ تو کہ سکے گا کہ مرتے وقت بھی انسپکٹر جمشید کے چہرے پر مسکراہٹ تھی"۔

"تب پھر.... ہم سب مسکرائیں گے"۔

"اوہ ہاں.... ضرور.... کیوں نہیں"۔ وہ اور بھی بھرپور انداز میں مسکرائے۔

ایسے میں ایک جہاز سے اعلان کیا گیا۔

"ہتھیار پھینک دو.... ورنہ ہم لانچ کو اڑا دیں گے.... نیچے آب دوزیں موجود ہیں.... جو تارپیڈو سے تمہیں اڑا دیں گی.... اوپر یہ جہاز.... اب تم کر ہی کیا لو گے؟"

انھوں نے چند لمحے سوچا.... باقی سب بھی سوچ میں ڈوب چکے تھے۔

"خان رحمان! اب.... اب ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"ہتھیار پھینک دو جمشید.... اگر یہ ہمیں ختم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے.... تب ہمیں موقع مل سکتا ہے.... کہ ہم ان کے خلاف کچھ کر سکیں"۔

"او کے"۔ انھوں نے ان سے کہا.... باقی ساتھیوں پر ایک نظر ڈالی.... اور بولے۔

"باقی لوگوں کو ہتھیار ڈال دینے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے"۔

"جی نہیں.... ان حالات میں کوئی کیا انکار کرے گا.... جو آپ مناسب سمجھتے ہیں.... کرلیں.... ہم ہر طرح حاضر ہیں"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"شکریہ دوستو.... تم سب بہت اچھے دوست ہو.... اور ہمارے پروفیسر صاحبان بھی بہت اچھے دوست ہیں"۔

"ارے تو یہ آپ دوستی کا ذکر کیوں کرنے لگے.... وہ برابر ہماری طرف بڑھ رہے ہیں.... اب ہم مکمل طور پر ان کے گھیرے میں ہیں.... لانچ کو کسی طرف سے بھی نکال کر نہیں لے سکتے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"ہم ہتھیار ڈال رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز

میں کہا۔

"بہت خوب! یہ کی ہے تم لوگوں نے عقل کی بات.... اپنے ہتھیار پانی میں گرا دو.... اور ذرا بھی غلط حرکت کی تو ہم فائر کھول دیں گے"۔

"فکر نہ کرو"۔ وہ بولے۔

انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔

"اب دوز کا انجن بند کر دو۔ ہاتھ اوپر اٹھا کر اس کے تختے پر کھڑے ہو جاؤ.... ہمارا جہاز نزدیک آ رہا ہے.... تمہیں جہاز پر سوار ہونا ہے"۔

"اچھا"۔ انہوں نے کہا اور ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

ان کے چہرے ایک دوسرے کی طرف اٹھ رہے تھے.... جیسے پوچھ رہے ہوں۔

"اب کیا ہو گا؟"

"وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا"۔

اور پھر انہیں جہاز پر سوار کر لیا گیا۔ یہاں انہیں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں.... ایک گھنٹے بعد انہیں صدر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا.... صدر صاحب انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

"تو تم فرار ہو رہے تھے؟" صدر صاحب نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کوشش یہی تھی"۔

"تم نوبا سے بھاگ کر نہیں جا سکتے.... میری طرح تم بھی اس کی اطاعت قبول کر لو.... فائدے میں رہو گے"۔

"کیا فائدے میں رہیں گے"۔ شوکی نے چہک کر کہا۔

"بے تحاشا"۔

"تب کم از کم میں اطاعت قبول کرتا ہوں"۔ شوکی بولا۔

"کیا کہا.... تم اور اس کی اطاعت کا اعلان کر رہے ہو.... جانتے ہو.... مسٹر نوبا کی اطاعت کا مطلب کیا ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"وہ تم سے کہے گا.... اسے خدا مان لو.... تو کیا تم مان لو گے"۔

انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"نن نہیں.... نہیں.... ہم یہ تو نہیں مان سکتے"۔

"بس تو پھر.... ہم نے ہتھیار ڈال دیے ہیں.... اب یہ جو ہمارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، کر لیں.... ہم نوبا کی اطاعت قبول نہیں کریں گے"۔

"بہت بہتر.... تم لوگوں نے سنا.... ہم نوبا کی اطاعت نہیں کریں گے"۔

"تب پھر تمہارے لیے سزا بہت سخت تجویز کی گئی ہے"۔ صدر نے کہا۔

"اور وہ کیا صاحب صدر؟" فاروق نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آگ میں جلایا جائے گا"۔

"یہ کوئی نئی سزا نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب.... یہ کوئی نئی سزا نہیں ہے"۔

"ہاں! پہلے بھی حق کہنے والوں کو آگ میں جلانے کے پروگرام بنائے گئے.... کچھ کو جلا بھی دیا گیا.... کچھ کو اللہ نے اپنی حکمت سے بچا لیا.... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نمرود نے آگ میں پھینکنے کا پروگرام بنایا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا.... آگ انھیں نہ جلا سکی"۔

"چلو پھر تم بھی آگ سے بچ کر دکھا دینا"۔

"نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا.... یہ کمال انسانوں میں ہوتا ہی نہیں.... ایسا کوئی کام کر کے دکھا سکیں.... یہ سب اللہ کی مہربانی سے ہوتا ہے.... انبیاء کرام سے جو معجزات ہوتے ہیں.... وہ اللہ کی مہربانی سے ہوتے ہیں.... وہ اپنی مرضی سے کوئی معجزہ دکھانا چاہیں تو نہیں دکھا سکتے.... یہی حال اولیائے کرام کی کرامتوں کا ہے.... وہ بھی اپنی مرضی سے کوئی کرامت نہیں دکھا سکتے.... کچھ لوگ سمجھتے ہیں.... انبیاء اور اولیاء اپنی مرضی سے جب چاہیں، جیسا چاہیں، معجزے دکھا سکتے ہیں، کرامت دکھا سکتے ہیں.... یہ بات ہرگز نہیں"۔

"یہ آپ کیا باتیں لے بیٹھے؟"

"جب میں لوگوں کو گمراہ کن کام کرتے دیکھتا ہوں کہ لوگوں نے تباہ کن عقیدوں کو اپنا لیا ہے.... اور شرک اور بدعات کے گڑھے میں گرتے جا رہے ہیں تو پھر میں ایسی باتیں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں"۔

"اچھا! بس آپ کہہ چکے جو کہنا تھا"۔ صدر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"کل صبح میدان کے درمیان میں ایک بہت بڑا تنور دہکایا جائے اور اس تنور میں ان سب کو ڈال دیا جائے"۔ صدر نے حکم دیا۔

"نہیں نہیں"۔ کئی ملازم بول اٹھے۔

"کیوں.... تم لوگوں کو کیا ہوا؟" صدر نے انھیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"کک.... کچھ نہیں سر.... آخر یہ آپ کے اتنے پسندیدہ ساتھی رہے ہیں"۔

"وہ میری بھول تھی.... بلاوجہ انھیں سر پر چڑھا لیا تھا میں نے.... سمجھے تم"۔ صدر صاحب گرجے۔

"یس.... یس سر"۔ وہ کانپ گیا۔

"بس تو پھر.... اپنا کام کرو"۔

"او کے سر.... آپ جو حکم دیں گے.... کریں گے"۔

"لے جاؤ انھیں.... ڈال دو کال کوٹھڑی میں.... ہاتھوں پیروں

میں بیڑیاں ڈالنا نہ بھولنا... یہ لوگ فرار ہونے میں بہت تیز ہیں"۔

"بہت بہتر سر... آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر انھیں قید کر دیا گیا... ہاتھوں پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں... قید خانے کے گرد سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

"اور وہ... مسٹر توبا... وہ کہاں گیا؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اب اسے سامنے آنے کی کیا ضرورت ہے... وہ اپنا کام اس ملک کے صدر کے ذریعے لے رہا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہم اب تک صرف اپنے آپ کو اس کی نظروں سے بچانے کے چکر میں ہیں... اور اس کی کوشش ہے کہ ہمیں نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے... پتا نہیں، اسے صرف ہم سے کوئی خطرہ کیوں محسوس ہوتا ہے... ہم تو پھنس گئے مشکل میں... اس کے خلاف کریں تو کیا... اور اگر آج رات ہم اس قید خانے سے نہ نکل سکے... تو کیا کل ہم تنور میں جلنے سے بچ سکیں گے"۔

"یہ تو اللہ تعالیٰ کو پتا ہے"۔

"توبا کو یہ بات معلوم ہے یا نہیں... سوال تو یہ ہے"۔ اچانک محمود نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سب اچھل پڑے۔

انھوں نے حیرت زدہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ہاں واقعی... یہ ایک بہت اہم بات ہے... کیا اس بات کا علم توبا کو ہے"۔

"یہ تو اس سے معلوم کرنا ہی پڑے گا"۔

"ارے باپ رے... اگر اس نے کہہ دیا کہ ہاں... مجھے معلوم ہے... کل تم جل کر راکھ ہو جاؤ گے"۔ مکھن نے لرز کر کہا۔

"نہیں نہیں"۔ پروفیسر عقلان چلائے۔

"آپ کو کیا ہوا؟" پروفیسر داؤد اس کی طرف مڑے۔

"مجھے مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے"۔

"ڈر لگے یا نہ لگے... مرنا تو پڑے گا آپ کو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! مرنا پڑے گا... لیکن... کوئی مجھے یہ نہ بتائے کہ میری موت کا وقت کب آ رہا ہے"۔

"یہ تو ویسے بھی کسی کو معلوم نہیں"۔

"اور یہ جو بات ہو رہی ہے؟"

"یہ اس شخص کا دعویٰ ہے... کہ اسے معلوم ہوتا ہے... کل کیا ہونے والا ہے"۔

"ایک منٹ... میں صدر سے بات کرتا ہوں"۔

انھوں نے اپنی گھڑی کے ذریعے صدر کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ ملنے پر صدر کی آواز سنائی دی۔

"صاحب صدر.... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"کیا مطلب.... قید خانے میں فون کی سہولت تمہیں کس نے دے دی"۔ وہ چلائے۔

"اللہ تعالیٰ نے"۔

"نہیں بتاؤ پہلے.... تم فون کرنے کے قابل کس طرح ہو"۔

"ایسے راز اب میں آپ کو تو نہیں بتا سکتا.... کیونکہ اب آپ مکمل طور پر توبا کے کنٹرول میں ہیں"۔

"نہیں.... میں توبا کے کنٹرول میں نہیں ہوں"۔

"اچھا چلیے.... آپ کا توبا سے رابطہ تو ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"مہربانی فرما کر اس سے ایک بات پوچھ دیں.... اس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ کل ہم آگ میں جل کر مر جائیں گے یا نہیں.... کیا کسی طرح ہم بچ نکلیں گے"۔

"اوہ.... اوہ"۔ صدر کے منہ سے نکلا۔

"کیا ہوا آپ کو"۔

"وہ .... وہ میرے کانوں میں کہہ رہا ہے.... تم سب کل جل کر راکھ ہو جاؤ گے.... بچ نہیں سکو گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

"ہاہاہا"۔ صدر نے قہقہہ لگایا۔

اور انہوں نے فون بند کر دیا.... اب انہوں نے اپنی خفیہ فورس سے رابطہ کیا.... اور ایسا انہوں نے کوڈ الفاظ میں کیا.... انہیں تمام ہدایات کوڈ میں دیں.... پھر فون بند کر دیا۔

عین اس وقت صدر صاحب اپنے خاص دستے کے ساتھ آتے نظر آئے.... قید خانہ کا دروازہ کھولا گیا.... اس وقت بھی اگر وہ چاہتے تو وہاں سے نکل سکتے تھے.... لیکن ان میں سے اکثر مارے جاتے اور یہ وہ پسند نہیں کرتے تھے۔

"اب کیسے آنا ہوا صدر صاحب؟"

"اس کے ہاتھ سے گھڑی اتار لو"۔

"اوہ تو آپ کا خیال ہے.... میں اس گھڑی کے ذریعے آپ کو فون کر رہا تھا"۔

"ہاں! یہ خیال نہیں.... یہی بات تھی"۔

"یہ لیں گھڑی"۔ انہوں نے اتار کر دے دی۔

"ایک نہیں.... ان سب کی گھڑیاں اتار لیں"۔

"لیکن سر.... اس کی کیا ضرورت ہے؟" وہ مسکرائے۔

"کیوں.... ضرورت کیوں نہیں.... تم تو یہاں بیٹھے جسے چاہو فون کرتے رہو گے"۔ انہوں نے جھلا کر کہا۔

"تب بھی سر اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"کیوں.... فرق کیوں نہیں پڑے گا"۔ انھوں نے آنکھیں نکالیں۔

"جب کل ہم جل کر مر جائیں گے تو کیا فرق پڑ جائے گا کہ ہم کسی کو یہاں سے فون کرتے ہیں"۔

"نہیں.... ہم تم لوگوں کو اتنی رعایت بھی نہیں دے سکتے"۔

"آپ کی مرضی سر"۔

اور ان سب کی گھڑیاں اتار لی گئیں.... پھر مزید تلاشی لی گئی اور کسی کے پاس کوئی چیز بھی نہیں رہنے دی گئی.... پھر قید خانے کا دروازہ بند کر دیا گیا.... اور پہلے کی نسبت زیادہ آدمی وہاں مقرر کر دیے گئے۔ جاتے ہوئے صدر صاحب نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا اور بولے۔

"خدا حافظ جمشید.... یہ ہماری آخری ملاقات ہے.... کل میں میدان میں نہیں آؤں گا"۔

"کیوں.... کیا آپ ہمیں جلتے نہیں دیکھنا چاہتے"۔

"نہیں.... بس.... میں ایوان صدر میں رہ کر دیکھ لوں گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

اور صدر چلے گئے۔

"فون کرنے کا سہارا بھی چھوٹ گیا"۔ شوکی نے سرد آہ بھری۔

"کوئی بات نہیں.... اللہ کو یاد کرو.... مرنا تو ایک دن ہے ہی۔

یہ کل نہیں آئے گی تو کسی اور دن آئے گی.... بس اللہ کو یاد کرو"۔

وہ سب اللہ کے ذکر میں ڈوب گئے.... ان کی آنکھوں میں بار بار آنسو آ رہے تھے.... عجیب و غریب حالت تھی.... ایک شخص نے کتنے لوگوں پر قبضہ کر لیا تھا.... اپنے صرف ایک کمال کے ذریعے۔

"انکل.... معاف کیجئے گا"۔ ایسے میں آصف کی آواز ابھری۔

"معاف کیا.... ہاں بھئی.... سب ایک دوسرے سے اپنا کہا سنا معاف کرا لیں.... تاکہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے اٹھ سکیں"۔

"لیکن یہاں ہمارے علاوہ اور ہے کون؟"

"باقی لوگ تو ویسے ہی معاف کر دیں گے.... پہلے تم تو آپس میں معاف کرا لو"۔

"تب پھر میں نے آپ سب کو معاف کیا؟"

"میں نے بھی آپ سب کو معاف کیا"۔

اس طرح ہر ایک نے یہ جملہ ادا کیا.... پھر وہ ذکر میں ڈوب گئے.... اس طرح نہ جانے کب ان کی آنکھ لگ گئی.... دوسرے دن انہیں ناشتا دیا گیا.... وہ بہت گھٹیا درجے کی چیزوں سے تیار کیا گیا تھا.... پھر بھی انھوں نے صبر شکر کے ساتھ ناشتا کیا۔

وہ پھر ذکر میں لگ گئے.... اور آخر شام کے چار بجے صدر صاحب کا خاص دستہ آتا نظر آیا.... قید خانے کا دروازہ کھولا گیا۔

"تمہارے لیے تنور دہکا دیا گیا ہے"۔ ان کے انچارج نے کہا۔

انہوں نے کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں کیا۔

پھر دستے کے انچارج نے کہا۔

"چلو اب موت کی طرف تمہارا سفر شروع ہوتا ہے"۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

○☆○
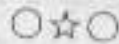
ان کے شہر میں ایک بہت بڑا میدان تھا.... کوئی بڑا جلسہ ہوتا یا کوئی بڑی تقریب ہوتی تو اس میدان میں ہوتی.... آج کی تقریب بھی اس میدان میں ہونا تھی۔

میدان کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا تنور رکھا گیا تھا.... اس کو رکھا بھی اونچی جگہ پر گیا تھا.... تاکہ سب لوگ آسانی سے دیکھ سکیں.... اس سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے.... اس میں لکڑیوں کی جگہ تیل جلایا جا رہا تھا.... گہرے دھوئیں کا بادل اوپر اٹھ رہا تھا اور اس آگ کو دیکھ کر ہی خوف محسوس ہوتا تھا.... پروفیسر عقان تو اس کو دیکھ کر ہی کانپنے لگے۔

"خود کو سنبھالیں پروفیسر صاحب.... موت اٹل ہے.... وہ آ کر رہے گی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم.... میں.... میں کوشش کر رہا ہوں"۔ وہ لرز کر بولے۔

اب انہیں تنور کی طرف لے جایا جا رہا تھا.... اور میدان لوگوں سے اٹا پڑا تھا.... ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے.... شاید ان میں

سے کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ انہیں آگ میں جلایا جائے.... ایسے میں میدان میں نویا کی آواز ابھری۔

"شہر کے لوگوں.... دیکھ لو.... باغیوں کا کیا انجام ہوتا ہے.... یہ ہیں نویا کے باغی"۔

"نن.... نویا کے باغی"۔ فاروق نے کانپ کر کہا۔

"کیوں.... تمہیں کیا ہوا؟"

"میرا مطلب ہے.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی.... موت کے منہ کی طرف جا رہے ہیں اور ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں"۔ آفتاب نے تلملا کر کہا۔

"بہت خوب فاروق.... اسی کو زندہ دلی کہتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی تعریف کی۔

"ایک تو ان صاحب کی تعریف ہونے لگتی ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ یہ ہمیں تنور میں گرائیں گے کیسے.... تپش کی وجہ سے تنور کے پاس کیسے جائیں گے"۔

"ہپ.... پتا نہیں.... یہ بات ہم کیوں سوچیں.... ہمیں کیا فائدہ.... ہمیں تو تنور میں گرنا ہے.... بس گر جائیں گے.... اس سے کیا فرق کہ کیسے گرائے جاتے ہیں"۔ شوکی نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا اٹھے۔

"حیرت ہے انکل.... آپ ان حالات میں بھی مسکرا سکتے ہیں"۔

"اللہ کی مہربانی ہے.... ورنہ ان لمحات میں اچھے اچھوں کا پتا پانی ہو جاتا ہے"۔

"اور وہ آپ نے فون کیا تھا"۔ فرحت نے دبی آواز میں کہا۔

"تیل دیکھو.... تیل کی دھار دیکھو.... ویسے مجھے اس وقت وہ منظر یاد آ رہا ہے.... جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں گرانے کا پروگرام بنایا تھا.... اس نے بہت بڑی آگ جلوائی تھی.... اس قدر بڑی تھی وہ آگ کہ اس کے نزدیک جانا بھی ممکن نہیں رہا تھا.... چنانچہ اس وقت سوال یہ پیدا ہوا تھا کہ انہیں آگ میں کیسے ڈالا جائے.... چنانچہ ایک پنگوڑا جیسی چیز بنائی گئی تھی.... اس میں انہیں بٹھلا دے کر آگ میں پھینکا گیا تھا.... انتہائی قابل ذکر بات اس واقعے میں یہ ہے جب انہیں آگ میں گرایا جانے لگا تھا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت جبرائیل تشریف لائے اور ان سے کہا۔

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کروں"۔

تو انہوں نے جواب دیا۔

"کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے"۔

"نہیں.... میں خود آیا ہوں"۔ انہوں نے جواب دیا۔

"تب پھر مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں.... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا تھا۔

"تو پھر اپنے اللہ سے مدد مانگ لیں.... دعا کر لیں"۔ جبرائیل علیہ

اسلام نے کہا۔

"دنیا وہ دیکھ نہیں رہا.... وہ میرے حال کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے"۔

چنانچہ انہیں آگ میں پھینک دیا گیا.... اور ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا.... ٹھنڈی بھی ایسی کہ اس کی ٹھنڈک تکلیف دینے والی نہ ہو.... تاکہ میرے ابراہیم کو سردی نہ محسوس ہونے لگے.... آگ ٹھنڈی ہو گئی.... نمرود ناکام ہو گیا.... اللہ تعالیٰ اس واقعہ کے طفیل ہمیں بھی اس آگ سے بچائے آمین"۔ انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"اور آپ نے دعا کیوں کی؟"

"ہم نبی نہیں ہیں.... بہت کمزور بندے ہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر ہم بھی حضرت ابراہیم کو یاد کر کے اللہ سے دعا کرتے ہیں"۔

"ہاں بالکل.... یہ بہت ضروری ہے.... خاص طور پر اس وقت ہم سب کو اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے.... پتا نہیں ہم اس آگ سے بچتے ہیں یا نہیں.... جیسا کہ نوبا نے بتایا ہے.... کہ ہم جل مریں گے.... تو پھر تو ہمیں دعا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر دیں"۔

"آمین"۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

اب وہ تنور کے بالکل نزدیک پہنچ گئے تھے.... ایسے میں ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی.... وہ نیچے آ رہا تھا.... دیکھتے ہی دیکھتے ہیلی کاپٹر بہت نیچے آ گیا.... اس سے رسی لٹکا دی گئی۔

"تم میں سے صرف ایک اس رسی پر چڑھ جائے"۔ وہاں موجود فوجی آفیسر نے حکم دیا.... انسپکٹر جمشید فوراً آگے بڑھے۔

"نہیں اباجان.... پہلے آپ نہیں.... میں جاؤں گا"۔ محمود نے چیخ کر کہا۔

"نہیں.... خاموش رہو"۔ وہ سرد لہجے میں بولا.... پھر انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"ہم سب ایک ہی بار اس رسی پر کیوں نہ چڑھ جائیں"۔

"کوئی حرج نہیں.... اگر ایک ساتھ مرنے کا شوق ہے.... تو سب کے سب چڑھ جاؤ اور ایک ساتھ چھلانگیں لگا دو.... اس لیے کہ ہمیں ایسی کوئی ہدایت نہیں کہ ایک ایک کو پھینکا جائے گا"۔

"شکریہ جناب! آپ نے ہمارے لیے آسانی پیدا کر دی"۔

اور پھر وہ سب رسی کی سیڑھی پر چڑھ گئے.... اب ان کی ایک قطار سی فضا میں لٹک رہی تھی.... اس کے بعد ہیلی کاپٹر اوپر اٹھنے لگا.... اوپر اٹھ کر اس کو عین تنور کے اوپر آنا تھا.... وہ اوپر اٹھتا چلا گیا.... یہاں تک کہ کافی اوپر اٹھ گیا۔

"اتنا اوپر کیوں اٹھ رہے ہو.... اس کی ضرورت نہیں.... اب

فوری سیدھ میں نیچے آؤ"۔ فوجی آفیسر نے سپیکر پر حکم دیا۔

اس وقت ان کی حیرت کی حد نہ رہی... جب اس حکم پر عمل نہ کیا گیا... بلکہ لکی قطار چھوٹی ہونے لگی... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ہیلی کاپٹر میں سوار ہوتے نظر آئے۔

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟" فوجی گرجے۔

ساتھ ہی انہوں نے ہیلی کاپٹر کی طرف رخ کر کے فائرنگ شروع کر دی... لیکن اس وقت تک وہ بہت اوپر اٹھ چکا تھا... گولیاں بے کار گئیں... وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے... اچانک لوگوں نے بے تحاشا تالیاں بجانا شروع کر دیں... اب وہ اتنی اونچائی سے انہیں کیسے بتاتے کہ تالیاں نہ بجائیں... خدا کا شکر ادا کریں... جس نے انہیں آگ سے بچا لیا... اور دوسرے یہ کہ اس طرح تالیاں بجانے پر حکام ان پر آنسو گیس کی بارش کر سکتے تھے... کیونکہ یہ حکمرانوں کی شکست تھی... ادھر ہیلی کاپٹر اونچا ہوتا جا رہا تھا۔

"بھئی صرف اونچے نہ ہوتے جاؤ... لڑاکا طیارے بھی بس آتے ہی ہوں گے... اپنے خاص ساحل کی طرف چلو"۔ انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"او کے سر"۔

اب وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ چکے تھے۔

"ایک بات واضح ہو گئی... ایسے میں محمود کی آواز ابھری۔

"یہ کہ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔ آصف بول اٹھا۔

"یہ بات تو ہمیں پہلے ہی معلوم ہے... اور ہمیں کیا... ساری دنیا کو معلوم ہے... کوئی زبان سے اقرار کرے نہ کرے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"تب پھر تمہارا اشارہ کس بات کی طرف ہے"۔

"یہ کہ نوبا کو ہر بات کا پہلے سے ہرگز علم نہیں ہو جاتا... ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی طرح سے چند خاص باتیں وہ ضرور معلوم کر لیتا ہے... بلکہ ان کی فلم تک تیار کر لیتا ہے... اور وہ صرف ایسے کام ہیں... جو شیطانی ہیں... مثلاً" میچ میں جوا ایک شیطانی کام ہے... حرام کام ہے... چنانچہ اسے کسی شیطان کے ذریعے پورا میچ دیکھنے کو مل جاتا ہے"۔

"ہوں... اب یہی کہا جا سکتا ہے... کہ جتنے شیطانی کام ہیں... ان میں سے کچھ کی خبریں اسے شیطانوں کے ذریعے ہو جاتی ہیں... اور نوبا کا باپ... شیبان کوئی سائنس دان نہیں تھا... بلکہ وہ شیطانی علوم حاصل کرنے کے چکر میں رہتا تھا... اور اس نے شاید کل کی باتیں جاننے بلکہ ان کی فلم تک تیار کر لینے کے لیے کچھ اور قسم کے تجربات کیے ہوں اور ان میں اسے کامیاب ہو گئی ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک.... یہی کہا جا سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے ان کی تائید کی۔

عین اس وقت انھوں نے لڑاکا طیاروں کی گھن گرج سنی۔

"دم گئے.... ہیلی کاپٹروں کو فوری طور پر نیچے لے چلو.... ہم شاید سمندر تک پہنچنے ہی والے ہیں"۔

"یس سر"۔

"لیکن جمشید.... لڑاکا طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کی رفتار میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں خان رحمان.... اسی لیے سمندر کا رخ کر رہے ہیں.... ہم اپنی آب دوز میں بیٹھ کر سمندر میں اتر رہے ہیں"۔

"تب ہمیں ایک بار پھر آب دوزوں اور تارپیڈو کا سامنا کرنا ہو گا"۔

"پہلے ہمیں لڑاکا طیاروں سے خود کو بچانا ہے"۔

عین اس لمحے ان کے سروں پر سے چند طیارے گزر گئے اور ان گنت گولیاں ہیلی کاپٹر کے دائیں بائیں سے گزر گئیں۔

"ارے باپ رے.... اس قدر جلد ان کی فائرنگ کی امید نہیں تھی"۔

"اب وہ پھر آ رہے ہیں"۔ پائلٹ چلا اٹھا.... آواز میں بلا کا خوف تھا۔

"غوطہ لگا جاؤ"۔ خان رحمان چلائے.... اور اٹھ کھڑے ہوئے.... شاید اب وہ ہیلی کاپٹر خود اڑانا چاہتے تھے۔

ہیلی کاپٹر انتہائی تیزی سے نیچے کی طرف چلا.... اور شاید یہی چیز انہیں بچا گئی.... طیارے ایک بار پھر ان کے سروں سے گزرے تھے.... اور گولیاں برساتے ہوئے گزر گئے تھے۔

"لاؤ.... ہٹ جاؤ.... اب میں اڑاؤں گا اسے"۔ خان رحمان بولے۔

"بہت اچھا سر"۔

انھوں نے سیٹ سنبھال لی اور اور نیچے ہوتے چلے گئے.... یہاں تک کہ انہیں لانچ نظر آنے لگی.... وہ پہلے ہی تیار تھے.... کیونکہ خفیہ فورس والوں نے انہیں پھر تیار کر رکھا تھا۔

اور پھر انھوں نے ساحل پر چھلانگ لگا دی.... طیارے ایک بار پھر گزر گئے.... اور گولیوں کی بارش کر گئے.... لیکن وہ بال بال بچے.... اور آن کی آن میں لانچ میں داخل ہو گئے.... اس کا انجن پہلے ہی حرکت میں تھا.... فوراً ہی وہ سمندر کے سینے پر آگے بڑھ گئے.... ادھر طیارے پھر آئے.... لیکن اس سے پہلے کہ وہ گولیاں برساتے.... وہ پانی میں اترنے لگے.... ادھر گولیاں برسیں، ادھر وہ مکمل پانی میں چلے گئے۔

"بہت تیزی سے اسے نیچے لے جائیں خان رحمان.... ہمیں ۴۵ کے زاویہ سے جانا ہے"۔

"اچھا! میں سمجھ گیا"۔ وہ مسکرا دیے۔

لانچ ایک سمت سے بڑھنے لگی... ایسے میں دس کے قریب لانچیں سامنے سے آتی نظر آئیں۔

"خدا کا شکر ہے... یہ بھی وقت پر پہنچ گئیں"۔

"جی... کیا فرمایا... خدا کا شکر ہے؟" شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"آپ دیکھ نہیں رہے... دس آب دوزیں ہماری طرف بڑھ رہی ہیں"۔

"اسی لیے تو خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں... یہ ہماری خفیہ فورس کی ہیں اور اب ہماری طرف بڑھنے والی آب دوزوں سے مقابلہ یہ کریں گی... ہم صرف آگے بڑھیں گے"۔

"کیا... وہ مارا... تب تو ہم نکل گئے"۔

"ان شاء اللہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر سمندر میں ایک بار پھر تارپیڈو کی لڑائی چھڑ گئی۔

اس لڑائی میں اس قدر شدت آئی کہ مچھلیاں تک خوف زدہ ہو گئیں... اور تہ میں اترنے لگیں۔

ادھر ان کی آب دوز کا راستا اب صاف تھا... مقابلہ ان کے دس ساتھی کر رہے تھے... اور ان تک کسی دشمن آب دوز کو نہیں آنے دے رہے تھے... اس طرح وہ جلد ہی دوست ریاست کی

سمندری حدود تک پہنچ گئے... وہاں بھی پہلے ہی اطلاع تھی اور ریاست کا حکمران ایاز خان... ان کے استقبال کے لیے پہلے سے تیار تھا... بہت سی آب دوزوں کے ساتھ... تاکہ آنے والی دشمن آب دوزوں سے مقابلہ کیا جا سکے... انہوں نے ایاز خان کو بتا دیا کہ ان کے پیچھے جو دس آبدوزیں ہیں... وہ ان کے ساتھی ہیں... ان کے بعد جو آئیں گے... وہ دشمن ہوں گے... اس نے سر ہلا دیا۔

پھر دس آب دوزیں بھی وہاں پہنچ گئیں... انہیں بھی آگے گزر جانے دیا گیا... اور پھر ریاست کی آب دوزیں آنے والی آبدوزوں کے مقابلہ میں آ گئیں... سمندر میں ایک ہولناک جنگ شروع ہو گئی... اور آخر کار دشمن کی آبدوزیں بھاگ نکلیں۔

ریاست کے حکمران نے جب انہیں یہ خوش خبری سنائی تو انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا... اور وہ سب سجدے میں گر گئے... اب دو باتیں صاف ہو گئی تھیں... اور ایسا اس کیس میں پہلی بار ہوا تھا... ایک یہ کہ ہر بات کا علم وہ نہیں رکھتا... اور دوسرے یہ کہ اسے بھی شکست ہو سکتی ہے... گویا ناقابل شکست نہیں ہے... اور شاید یہی اس کے وہ کمزور پہلو تھے... جن کی بنا پر وہ ان سے خوف کھا رہا تھا۔

"میں نے پہلی بار محسوس کیا ہے کہ ہم ان شاء اللہ اس سے ٹکرا سکیں گے... ورنہ پہلے تو میرے احساسات یہی تھے کہ ہم اس سے مقابلہ کس طرح کر سکیں گے"۔

"تو کیا انکل! اب ہم خطرے باہر ہیں؟"

"یہ تو خیر نہیں کہا جا سکتا۔۔۔ ان کا اگلا قدم کیا ہو گا۔۔۔ یہ کچھ اندازہ نہیں۔۔۔ اس وقت تک تو صرف یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر ہر بات کا پہلے علم نہیں ہو جاتا۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یہ نہ کہتا کہ ہم جل کر مر جائیں گے"۔

ایسے میں ایاز خان دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔۔۔ اس کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا۔

○☆○
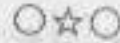
خطرے کی زد

وہ گھبرا گئے۔۔۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"کیا بات ہے۔۔۔ جناب۔۔۔ خیر تو ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"جناب کے ملک کی فوج نے میری ریاست پر چڑھائی کر دی ہے۔۔۔ ریاست اب چاروں طرف سے ان کے گھیرے میں ہے' کسی وقت بھی جنگ چھڑ سکتی ہے"۔

"اوہ۔۔۔ نہیں"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"اس کی امید نہیں تھی"۔

"نہیں تھی نا امید۔۔۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔۔۔ ہمارے ملک کے صدر بھی آپ پر حملے کا حکم نہیں دے سکتے تھے' لیکن اس وقت وہ اس نوجوان نوبا کے قبضے میں ہیں۔۔۔ جو وہ چاہتا ہے۔۔۔ ان سے کرا لیتا ہے۔۔۔ لہٰذا آپ فکر نہ کریں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کہا۔۔۔ میں فکر نہ کروں۔۔۔ میری ریاست پر آپ کے اتنے بڑے ملک نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا ہے اور میں فکر نہ کروں"۔

"حملہ کیا نہیں.... کرنے والا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوہ ہاں! میں غلط کہہ گیا"۔ ایاز خان شرما گیا۔

"بس تو پھر اپنے کمانڈر انچیف کے ذریعے یہ پوچھیں.... وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ بات پوچھنے کی ضرورت نہیں.... وہ بار بار اس بات کا اعلان کر رہے ہیں"۔

"اور وہ اعلان یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آپ کے حوالے کر دیں"۔

"ہاں! لیکن یہ نہیں ہو سکتا"۔ ایاز خان نے کہا۔

"کیا نہیں ہو سکتا؟"

"ہم لوگ اپنے مہمان کو دشمن کے حوالے نہیں کرتے.... جانیں دے دیتے ہیں.... ابھی آپ دیکھ لیں گے"۔

"اور ہم کیا دیکھ لیں گے؟"

"فوج، پولیس اور عوام.... سب کو میں نے.... یعنی ان سب کے بڑوں کو میں نے طلب کیا ہے.... بڑے ہال میں سب جمع ہو رہے ہیں.... آوازیں آپ تک آئیں گی"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن اس اجلاس میں آپ ہمیں کیوں شریک نہیں کرتے"۔

"آپ کے بارے میں فیصلہ ہونا ہے.... آپ کو شامل نہیں کیا جا

سکتا"۔

"ہماری آبدوز کہاں ہے؟"

"ساحل پر موجود ہے.... اس کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا"۔

"وہ اس وقت آپ کے فوجیوں کے نزدیک ہے؟"

"ہاں.... بالکل.... سمندر میں آپکے ملک کے جہاز.... کچھ دور کھڑے ہیں"۔

"کیا ہمیں اپنی آب دوز تک جانے کی اجازت ہے؟"

"کیا مطلب.... آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہماری آب دوز میں کچھ بہت اہم چیزیں موجود ہیں.... ان کے بغیر ہم کسی کام کے نہیں رہ جائیں گے"۔

"اوکے.... آپ وہ نکال لائیں.... ہم اس وقت تک اپنی آپس کی بات کر لیں گے.... اور بات چیت کی ریکارڈنگ آپ کو سنا دیں گے"۔

"اگر آپ ہماری وجہ سے پریشان ہو گئے ہیں تو ہم یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں"۔

"نہیں.... جب تک میں قوم سے فیصلہ نہ لے لوں.... کچھ نہیں کر سکتا"۔

"بہت بہتر.... ہم ذرا آب دوز تک جا رہے ہیں"۔

"آپ کو کوئی نہیں روکے گا.... روکنے کی کوشش کرے تو اس

ے کہ دیں کہ وہ مجھ سے بات کر لے"۔ ایاز خان نے کہا۔

"بہت بہتر"۔

"آؤ بھئی چلیں"۔

"میری بڑی گاڑی میں جائیں.... میرا ڈرائیور ساتھ لے جائیں.... اس طرح کوئی راستے میں بھی نہیں روکے گا"۔

"یہ اچھا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

اس طرح وہ اپنی آب دوز تک پہنچے.... اس کے اندر داخل ہو کر انہوں نے دروازے بند کر لیے.... اب ان کی آواز باہر سے نہیں سنی جا سکتی تھی۔

"ہم چند افراد اس پوری ریاست کو مصیبت میں نہیں ڈال سکتے.... اب ہم اپنی لڑائی خود لڑیں گے.... اور میں نے سوچ لیا ہے"۔

"کیا سوچ لیا ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

وہ دبی آواز میں انہیں اپنا پروگرام بتانے لگے۔

"یہ ٹھیک رہے گا.... اس طرح پوری ریاست محفوظ رہے گی"۔

"خان رحمان.... شروع ہو جاؤ"۔

خان رحمان نے آب دوز کا انجن سٹارٹ کیا.... انجن سٹارٹ ہونے کی آواز نے فوجیوں کو چونکا دیا.... لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ سکتے.... آب دوز تیر کی طرح اپنے ملک کے ایک جہاز کی سمت میں روانہ ہو گئی.... ایاز خان کے فوجی ظاہر ہے.... چلا اٹھے ہوں گے۔

لیکن وہ ان کی آوازیں نہیں سن سکے.... اس لیے کہ انہوں نے آب دوز کے تمام دروازے مکمل طور پر بند کر رکھے تھے.... ادھر ان کے ملک کے جنگی جہاز نے جب ایک لانچ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو توپوں کے رخ اس کی طرف کر دیے.... اور سپیکر پر اعلان کیا۔

"یہ آب دوز کس سلسلے میں ہماری طرف آ رہی ہے"۔

"اس میں انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی موجود ہیں.... ہمیں ان کا پروگرام معلوم نہیں.... شاید وہ خود ہی آپ سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں"۔

"یہ اچھا ہے"۔ ادھر سے کہا گیا.... تاہم توپوں کے رخ بدستور ان کی طرف رہے۔

خان رحمان نے مناسب فاصلے پر آب دوز روک دی.... اب انہوں نے صرف ایک دروازہ کھولا.... اور انسپکٹر جمشید باہر نکلے۔

"کیا آپ مجھے پہچان سکتے ہیں"۔ وہ سپیکر میں بولے۔

"ہاں! کیوں نہیں.... آپ کو نہ پہچانیں گے"۔

"او کے.... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کی گرفتاری اور بس.... اس ریاست سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے"۔

"اسی لیے ہم سب اس طرف آ گئے ہیں.... آب دوز میں ہم سب موجود ہیں نا.... لیکن ہم آپ کے ساتھ جہاز پر سوار ہو کر نہیں

جائیں گے۔۔۔ اپنی آب دوز میں جائیں گے"۔

"کیا آپ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟"

"دیکھئے۔۔۔ آپ کے پاس یہی ایک راستا بچا ہے۔۔۔ ریاست سے ہم نکل آئے ہیں۔۔۔ اور آپ کے گھیرے میں یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہیں۔۔۔ لیکن اگر آپ یہ ضد کریں گے کہ آپ ہمیں پہلے گرفتار کر کے جہاز پر سوار کریں اور پھر یہاں سے رخصت ہوں۔۔۔ تو ہم یہ بات منظور نہیں کریں گے"۔

"ہمیں صدر صاحب سے بات کرنے کی مہلت دی جائے"۔

"آپ ضرور ایسا کریں"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید آب دوز کے اندر آ گئے۔۔۔ اور دروازہ بند کر دیا۔۔۔ اب وہ شیشے میں سے جہاز کا جائزہ لے رہے تھے۔۔۔ ایسے میں خان رحمان حرکت میں آئے اور یک دم آب دوز پانی میں اترنے لگی۔۔۔ جہاز پر تنی توپیں جلدی جلدی اپنا رخ بدلنے لگیں۔۔۔ تاکہ آب دوز کو نشانہ بنا سکیں۔۔۔ لیکن خان رحمان پہلے ہی حساب لگا چکے تھے۔۔۔ جس فاصلے پر وہ کھڑے تھے۔۔۔ اس کے مطابق توپوں کو ان کی سیدھ میں آنے میں جتنا وقت لگتا تھا۔۔۔ اس سے چند سیکنڈ پہلے پوری آب دوز پانی میں چلی جاتی۔۔۔ اور ان کا حساب درست ثابت ہوا۔۔۔ ادھر وہ پانی میں اترنے، ادھر ان پر گولے برسائے گئے۔۔۔ لیکن وہ پانی میں پھٹے۔۔۔ اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔۔۔ اب وہ لانچ تیر کی طرح

ایک سمت میں روانہ ہوئی۔

جب تک جنگی جہازوں سے ان کے تعاقب میں آب دوزیں اتاری گئیں۔۔۔ وہ بہت دور نکل آئے تھے۔۔۔ اور اب ان کی آب دوزوں کو پہلے ان کو تلاش کرنا تھا۔۔۔ حملے کی نوبت بعد میں آ سکتی تھی۔

ادھر وہ اڑے چلے جا رہے تھے۔

"بہت خوب! یہ تجویز خوب رہی"۔ پروفیسر داؤد خوش ہو گئے۔

"ہاں! اس طرح ریاست کے لوگ مصیبت میں پڑنے سے بچ گئے۔۔۔ ورنہ وہ ہماری وجہ سے سب کے سب مارے جاتے۔۔۔ اور ان کے ساتھ ہمیں بھی اپنے ملک کی فوج سے لڑنا پڑتا۔۔۔ جو مجھے کسی طرح بھی منظور نہیں تھا۔۔۔ ہم اپنے ملک کی فوج اور پولیس سے کسی قیمت پر لڑنا پسند نہیں کرتے۔۔۔ ہاں ان دونوں اداروں میں سے اگر کوئی شخص غدار ثابت ہو۔۔۔ تو اس سے ضرور لڑتے ہیں"۔

"غدار کے لیے تو خود فوج کے قانون میں کوئی گنجائش نہیں"۔

"اور پولیس میں بھی"۔

"بالکل"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"اوہ جمشید اوہ"۔ انہوں نے خان رحمان کی خوف میں ڈوبی آواز سنی۔

"کیا ہوا۔۔۔ میرا خیال تھا۔۔۔ اب ہمارے راستے میں کوئی نہیں آئے گا"۔

"لیکن جمشید..... یہ خیال بالکل غلط ثابت ہو گیا"۔ وہ بولے۔
"کیا مطلب..... کیسے؟"
"میں آب دوزیں ہماری طرف بلا کی رفتار سے آ رہی ہیں..... اور وہ ہماری آب دوز سے بہت بڑی ہیں..... اسی لیے ان کی رفتار بھی بہت زیادہ ہے..... دوسرے یہ جنگی ساز و سامان سے پوری طرح لیس ہیں..... ہماری آب دوز تو ان میں سے ایک کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

"اور ہم اس سے کتنی دور ہیں"۔
"ابھی آدھ گھنٹے کا راستا باقی ہے"۔
"خان رحمان..... کیا تم بیس منٹ اور نہیں گزار سکتے..... میرا مطلب ہے..... کوشش کرو..... کہ بیس منٹ اور یہ حملہ نہ کر پائیں"۔
"یہ کام آسان نہیں جمشید..... اگر ہماری آب دوز بھی اتنی طاقت ور ہوتی تو پھر یہ کام مشکل نہیں تھا"۔
"اوہو بھئی..... اپنی فوجی مہارت کو آزماؤ نا"۔
"او کے..... میں اپنی پوری کوشش کروں گا..... آپ لوگ اپنی تیاری مکمل کر رکھیں"۔ خان رحمان بولے۔
"ہم مکمل طور پر تیار ہیں..... اگر تم ناکام ہو جاؤ..... یعنی بیس منٹ تک ان کو خود سے دور نہ رکھ سکو تو خطرے کی زد میں آنے سے پہلے ہی ہمیں بتا دینا"۔

"وہ میں سمجھتا ہوں"۔
خان رحمان نے اب آب دوز کو ایک عجیب انداز میں چلانا شروع کیا..... کبھی وہ سمندر کی تہ میں اترتے تو کبھی اوپر اٹھ کر سطح کے قریب آ جاتے..... اور کبھی درمیان میں چلتے..... اور وہ چل بھی رہے تھے..... لہریں لیتے ہوئے..... اس طرح دس منٹ گزر گئے..... پھر خان رحمان کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

○☆○
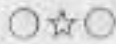
عجیب بات

"بس جمشید... میں جو کر سکتا تھا کر چکا... اب ان لوگوں نے بھی اپنی آب دوزوں کو اسی طرح چلانا شروع کر دیا ہے... اور اس طرح یہ نشانہ لینے کی پوزیشن میں آ گئے ہیں... اب یہ کسی وقت بھی ہمیں نشانہ بنا سکتے ہیں"۔

"اوہ اچھا... اس کا مطلب ہے... دس منٹ کی کسر رہ گئی... گویا دس منٹ کا لانچ کا فاصلہ باقی رہ گیا... اور یہ دس منٹ کا لانچ کا فاصلہ ہمیں کافی مہنگا پڑے گا... خیر اللہ مالک ہے"۔

اس کے صرف ایک منٹ بعد ان کی آب دوز پر تین طرف سے تارپیڈو مارے گئے... اور اس کے ٹکڑے سمندر میں بکھر گئے... سطح پر آنے لگے۔

حملہ آور آب دوزیں واپس جانے لگیں... ساحل پر پہنچ کر انہوں نے اپنے کمانڈر کو رپورٹ دی۔

"ان کی آب دوز کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے سر"۔

"کیا... نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"میرا خیال تھا... وہ خود کو ہمارے حوالے کر دیں گے اور ہم انہیں صدر صاحب کے حوالے کر دیں گے... پھر وہ جانیں... صدر جانیں... میری یہ خواہش ہرگز نہیں تھی کہ انہیں نشانہ بنایا جاتا"۔

"لیکن سر! ہم کیا کر سکتے تھے... وہ کسی طرح رکنے پر آمادہ نہیں تھے"۔

"اچھا خیر... جو ہونا تھا' ہوا"۔ اس کی آواز سے غم جھانک رہا تھا۔

"کیا آپ دکھ محسوس کر رہے ہیں؟"

"ہمارے ملک میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے... جو ان کی موت پر دکھ محسوس نہیں کریں گے"۔ اس نے کہا۔

"یہی بات ہے سر"۔ ماتحت نے بھی دکھی لہجے میں کہا۔

"تت... تو کیا... تم بھی"۔

"ہاں سر! ہم سب دکھ محسوس کر رہے ہیں"۔

"تب پھر... آپ نے ہمیں ہدایات کیوں نہیں دیں... کہ انہیں ختم نہ کیا جائے... صرف گرفتار کیا جائے"۔

"صدر صاحب نے مجھے یہی حکم دیا تھا کہ اول تو انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے... اور اگر یہ ممکن نہ ہو... تو پھر ختم کر دیا جائے"۔

"افسوس! یہ اچھا نہیں ہوا.... قوم کے ان ہیروز کو ہمارے ہاتھوں مرنا پڑ گیا"۔

"ان کی قسمت میں یہی تھا.... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ کمانڈر رو پڑا۔

اور پھر ان سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے.... وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے.... ایاز خان کے فوجی یہ مناظر دیکھ رہے تھے.... وہ چلا پڑے۔

"کیا ہوا.... آپ واپس جا رہے ہیں؟"

"ہاں! وہ مارے گئے.... میرے فوجیوں کے ہاتھوں ان کی آب دوز کے ٹکڑے اڑ گئے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"حقیقت یہی ہے.... اور ہم خود ان کے لیے غمگین ہیں.... ہمارے دل رو رہے ہیں"۔

"اف مالک"۔ ایاز خان کے کمانڈر نے کہا۔

پھر وہ ایاز خان کے سامنے پیش ہوا اور یہ خبر سنائی۔

"نن نہیں"۔ ایاز خان چلا اٹھا۔

کئی منٹ تک وہ سکتے کے عالم میں بیٹھا رہا.... پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"انہوں نے ہم سب کو بچانے کے لیے اپنی جانیں قربان کر

دیں.... وہ بہت عظیم تھے.... بہت زیادہ عظیم"۔

"ایاز خان کی سسکیاں بلند ہوتی چلی گئیں.... اس کا کمانڈر بھی رو پڑا۔

○

صدر صاحب کے فون کی گھنٹی بجی.... ان کے سیکرٹری نے انہیں بتایا.... کہ انشارجہ کے صدر کا فون ہے۔

"یس! کیا بات ہے جناب؟" صدر کا لہجہ اکھڑا تھا۔

"آپ کے لہجے کو کیا ہو گیا ہے؟"

"میرے لہجے کو تو یا ہو گیا ہے.... آپ بات کریں.... فون کس لیے کیا ہے"۔

"آواز میں بہت اکڑ آ گئی ہے"۔ انشارجہ کے صدر نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! آ گئی ہے.... آپ بات کریں.... اگر سیدھی طرح بات نہیں کرنا چاہتے تو فون بند کر رہا ہوں"۔

"نن نہیں.... میں بات بتاتا ہوں"۔ انشارجہ کا صدر گھبرا گیا۔

"ہاہاہا.... کیا وقت آ گیا ہے.... انشارجہ کا صدر مجھ سے گھبرا کر بات کر رہا ہے"۔

"میں نے سنا ہے.... آپ لوگوں نے انسپکٹر جمشید اور ان کے تمام ساتھیوں کو.... یعنی تینوں پارٹیوں کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے....

ان کی آب دوز کو سمندر کی تہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے"۔

"یہ خبر اب پرانی ہو چکی.... میرا پورا ملک اس خبر پر آنسو بہا چکا.... بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی بہت سے لوگ رو چکے ہیں.... اب تو سب کے آنسو خشک ہو چکے ہیں.... اور آپ اب اس کا ذکر کر رہے ہیں.... میں نے کہا ہے.... بات کریں.... فون کس لیے کیا ہے؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں.... میرا بدترین دشمن گلاتان.... کس جگہ چھپا ہوا ہے.... اگر آپ مسٹر توبا سے پوچھ کر بتا دیں.... تو میں آپ کو منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

"او کے.... میں توبا سے بات کرتا ہوں.... آپ ایک گھنٹے بعد فون کر لیں"۔

"او کے"۔ اس نے کہا۔

ایک گھنٹے بعد پھر اس کا فون آیا.... صدر نے آواز سن کر کہا۔

"ایک کروڑ ڈالر"۔

"منظور ہے"۔

"بھیج دیں.... پتا بتا دیا جائے گا"۔

"اور اگر وہ اس جگہ نہ ملا"۔

"دو کروڑ واپس کیے جائیں گے.... لیکن اس جگہ ہمارا آدمی آپ کے آدمیوں کے ساتھ جائے گا.... تاکہ آپ جھوٹ نہ بول دیں کہ وہاں نہیں ملا"۔

"میں ایک کروڑ کے لیے جھوٹ نہیں بولوں گا"۔ انشارجہ کے صدر نے جھلا کر کہا۔

"ایک کروڑ کے لیے نہیں .... دو کروڑ کے لیے.... ہم دو کروڑ دیں گے نا"۔

"میں دس کروڑ کے لیے بھی جھوٹ نہیں بولوں گا"۔

"ہمیں اعتبار نہیں"۔

"اچھی بات ہے.... آپ اپنا آدمی بھیج دیں"۔

"جب رقم ملے گی.... بھیج دیں گے اور ہاں جلدی کریں.... اگر اس نے جگہ بدل دی تو پھر مجھے دوبارہ دیکھنا پڑے گا.... وہ کہاں ہے اور پھر آپ کو مزید ایک کروڑ ادا کرنا ہوں گے"۔

"حد ہو گئی"۔

"ہاں! وہ تو خیر ہو گئی"۔ صدر نے ہنس کر کہا۔

دوسرے دن انہیں ایک کروڑ کا چیک مل گیا.... انہوں نے اس جگہ کا نام فون پر بتا دیا اور انشارجہ میں اپنے سفیر کو ہدایات دے دیں کہ وہ اس چھاپہ مار ٹیم کے ساتھ جائے گا اور مہم ختم ہونے پر اطلاع دے گا۔

اسی شام سفیر نے انہیں فون کیا.... کہ انشارجہ کے صدر کا دشمن نمبر ایک گلاتان گرفتار کر لیا گیا ہے.... وہ ٹھیک اسی جگہ سے ملا.... جس جگہ کی رپورٹ دی گئی تھی۔

"بہت خوب! اب یہ واقعہ انشارجہ اور ہمارے ملک کے اخبارات میں خوب زور شور سے آنا چاہیے"۔

"او کے سر"۔

اس سے اگلے روز کے اخبارات نے اس واقعے کو خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا... اس طرح یہ بات پوری دنیا میں مشہور ہو گئی... کہ انشارجہ کے صدر نے اپنے دشمن گلاتان کو نوبا کے ذریعے پکڑا ہے۔

دوسرے دن انہیں پھر ایک فون ملا... یہ فون فرانج کے صدر کا تھا۔

"آپ کا کیا کام ہے؟"

"مسٹر نوبا سے پوچھ دیں... ہمارے ملک میں کل ہونے والے انتخابات میں کون جیتے گا؟"

"پانچ کروڑ"۔

"منظور ہے"۔

"تین گھنٹے بعد بتا سکوں گا... رقم کا ڈرافٹ بھیج دیں"۔

"میرے ملک کے بنک کا ڈائریکٹر ڈرافٹ لائے گا"۔

"او کے"۔

پھر یہ واقعہ بھی اخبارات میں آیا... اس طرح ملک کے صدر روز بروز کروڑوں ڈالر کمانے لگے... ان کے ملک میں دولت بڑھنے

گی... حکومت روز بروز خوش حال ہونے لگی... لیکن اس کی خوش حالی سے عوام کو کوئی فائدہ نہ ہوا... صدر نے اور نوبا نے عوام کی طرف کوئی توجہ نہ دی... ان کی مشکلات کو دور کرنے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔

وہ اپنی دنیا میں مگن تھے... اور عوام اپنی مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے... ادھر روز بروز کمائی ہو رہی تھی... عوام روز بروز اور زیادہ مشکل میں پھنس رہے تھے... جب حکمران اپنے عوام کی طرف توجہ نہ دیں تو پھر یہی ہوا کرتا ہے"۔

اس طرح ملک کی حالت روز بروز خراب ہونے لگی... لوگ نوبا اور ملک کے صدر سے نفرت کرنے لگے... پولیس اور فوج بھی ان سے نفرت کرنے لگی... لیکن وہ کر بھی کچھ نہیں سکتے تھے... اگر کوئی صدر پر حملہ کرنا چاہتا تو نوبا انہیں پہلے سے خبردار کر دیتا تھا اور نوبا تو تھا ہی سب کی نظروں سے اوجھل... اس کا وہ کیا بگاڑ سکتے تھے۔

ایسے میں دارالحکومت میں ایک دن ایک بہت بوڑھا سفید بالوں والا آدمی داخل ہوا... اس کے چہرے سے نور ٹپک رہا تھا... راستا چلتے ایک آدمی سے اس نے کہا۔

"بیٹا... کیا تم مجھے پانی پلا سکتے ہو... ایک وقت کا کھانا کھلا سکتے ہو"۔

"یہاں تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں بابا جی... اس شہر

میں کون آپ کو پانی پلائے گا' کون آپ کو کھانا کھلائے گا"۔

اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا.... اچانک اس نے ایک عجیب بات محسوس کی۔

○☆○
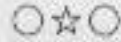
وارے نیارے

اس شخص نے محسوس کیا کہ کوئی انجانی طاقت اس سے کہ رہی ہے۔

"بے وقوف نہ بن اور اللہ کے اس نیک بندے کو اپنے گھر لے چل' اسے پانی پلا' اسے کھانا کھلا"۔

وہ تیزی سے مڑا اور دھک سے رہ گیا.... کیونکہ وہ بوڑھا وہاں نہیں تھا۔

"ارے وہ.... کہاں چلا گیا.... ابھی ابھی تو یہیں تھا"۔ اس نے مارے خوف کے کہا۔

پھر اس نے چاروں طرف دیکھا.... اور بلند آواز میں بولا۔

"باباجی.... آپ کہاں ہیں؟"

اسے کوئی جواب نہ ملا.... وہ حیرت زدہ سا گھر آگیا.... اس نے گھر والوں کو یہ بات بتائی تو وہ سر پیٹ کر رہ گئے۔

"آپ سے بہت بھاری غلطی ہوئی.... ایک اللہ والا ملا تو آپ نے اسے بھی گنوا دیا.... وہ تو کر دیتا ہمارے وارے نیارے"۔ اس کی

بیوی بولی۔

"بس کیا بتاؤں"۔

"کچھ نہ بتائیں اور وہیں جا کر اسے تلاش کریں"۔

"اچھا"۔ اس نے کہا اور گھر سے نکل آیا.... راستے میں اسے جو ملتا گیا.... وہ یہ واقعہ اسے بتاتا گیا.... اس طرح کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہو لیے.... اس نے بھی سوچا' چلو اچھا ہے.... تلاش کرنے میں آسانی ہو گی.... بڑے میاں یہاں اسے جس جگہ ملے تھے.... وہاں پہنچ کر انھوں نے اس کی تلاش شروع کی' کوئی ادھر گیا' کوئی ادھر گیا.... آخر اس کی نظر ایک گھنے درخت پر پڑی.... وہ بوڑھا اس درخت سے ٹیک لگائے.... آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا.... وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

"باباجی.... مم.... مجھے معاف کر دیں"۔

باباجی نے آنکھیں کھول دیں.... آنکھیں سرخ انگار ہو رہی تھیں۔

"تم نے کیا قصور کیا ہے بیٹا کہ میں تمھیں معاف کر دوں"۔

"آپ بھول گئے بابا"۔

"اور میں کیا بھول گیا بیٹا.... یاد کرا دو نا"۔

"تھوڑی دیر پہلے آپ مجھے یہاں ملے تھے.... آپ نے پانی پلانے اور کھانا کھلانے کی بات کی تھی.... چلیے میں آپ کو کھانا بھی

کھلاؤں گا اور پانی بھی پلاؤں گا"۔

"اب تو ہم کھا چکے اور پی چکے"۔ بوڑھے نے کہا۔

"کیا کہا.... کھا چکے.... پی چکے"۔

"ہاں بالکل"۔ اس نے کہا۔

"لیکن آپ نے کہاں سے کھایا.... یہاں تو دور دور تک نہ کھانے کی چیز ہے نہ پینے کی"۔

"اللہ تعالیٰ سب کو کھلاتا پلاتا ہے.... تو کیا وہ مجھے نہیں کھلائے گا"۔

"تب پھر آپ نے مجھ سے کھانا کیوں مانگا تھا؟" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کہ تمھیں کوئی فائدہ ہو جائے.... اگر تم کسی غریب کو کچھ کھلاؤ پلاؤ گے تو اس کا فائدہ تمھیں ہو گا.... ورنہ اسے تو کوئی نہ کوئی کھلا ہی دے گا.... اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا ہی دیتے ہیں"۔

"نہیں.... آپ میرے گھر چلیے.... آپ میرے پاس رہیے چل کر"۔

"نہیں.... میں یہیں ٹھیک ہوں.... یہ لو.... یہ بیچ کر کام چلاؤ اپنا"۔

یہ کہہ کر بوڑھا جھکا' زمین سے ایک کنکر اٹھایا اور اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"جی.... کیا فرمایا.... اس کنکر کو بیچ کر اپنا کام چلاؤں.... اس کو کون خریدے گا"۔

"کوئی جوہری.... ایمان دار جوہری ہی اس کے صحیح دام دے سکے گا.... کسی دھوکے باز کے پاس نہ چلے جانا.... وہ ٹھگ لے گا"۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا.... بھلا کنکر پتھر بھی کوئی خریدتا ہے"۔

"ہاں! اس کو ضرور خریدے گا.... جاؤ"۔

اتنے میں اور لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے.... انہیں جب ساری بات معلوم ہوئی تو کسی نے اس کا کندھا دبا دیا اور دبی آواز میں بولا۔

"بے وقوف نہ بنو.... اس کنکر کو معمولی نہ سمجھو.... اس کو بازار لے چلو"۔

"عجیب بات کرتے ہو"۔

"اوہو.... تم نہیں جانتے.... پاگل آدمی.... اللہ والے جب کسی کو اس طرح کوئی کنکر پتھر دیتے ہیں تو وہ سونا بن جاتا ہے.... ہیرا بن جاتا ہے"۔

"یہ.... یہ کنکر سونا بن جائے گا"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"ہاں! بن جائے گا.... تم چل کر تو دیکھو"۔

اچھا آؤ پھر.... چل کر دیکھتے ہیں"۔

اب وہ سب بازار پہنچے.... کنکر اب تک اس کی مٹھی میں دبا ہوا

تھا.... اس نے ایک جوہری کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا.... اگرچہ وہ دل میں ڈر رہا تھا کہ اب خوب مذاق اڑے گا.... لیکن اس کے ساتھ آنے والے اسے اس کام پر مجبور کر رہے تھے۔

"میں یہ فروخت کرنا چاہتا ہوں"۔

"کیا؟" جوہری نے کہا۔

"یہ"۔ یہ کہہ کر اس نے مٹھی کھول دی۔

اب وہ سب بری طرح چونکے.... کیونکہ اس کی ہتھیلی پر کنکر نہیں.... ایک موتی تھا.... جوہری نے چونک کر اس موتی کو دیکھا۔

"یہ کہاں سے چرایا تم لوگوں نے"۔ جوہری نے فوراً موتی ہاتھ میں لے لیا اور ان کی نظر بچا کر ایک بٹن دبا دیا۔

"کیا کہا آپ نے چرایا.... یہ ہم نے چرایا نہیں.... ہم چور نہیں ہیں.... سیدھے سادے لوگ ہیں.... ملازم پیشہ.... یہ میرے ساتھی اس بات کے گواہ ہیں کہ میں چور نہیں ہوں"۔

"چور چور کی گواہی نہیں دے گا تو کیا کرے گا.... تم لوگوں کو یہ بتانا ہو گا کہ یہ تم نے کہاں سے چرایا"۔

"آخر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہم نے کہیں سے چرایا ہے"۔ اس کے ایک اور ساتھی بولا۔

"اس لیے کہ تم بھوکوں ننگوں کے پاس یہ موتی ہو ہی نہیں سکتا.... یہ کم از کم ایک لاکھ کا ہے"۔

"ہیں؟" وہ بولے۔

"ہاں! کم از کم ایک لاکھ کا.... اور جب تک بات صاف نہیں کر دیتے.... میں نہ تو موتی تمہیں دوں گا.... نہ رقم"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... موتی تو آخر ہمارا ہے.... آپ اس کو کیسے رکھ سکتے ہیں"۔

"تب پھر آپ بتائیں.... یہ کہاں سے لائے ہیں؟"

"یہ مجھے ایک بزرگ نے دیا ہے.... اس بات کے یہ گواہ ہیں"۔

"بزرگ"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں جناب یہی بات ہے.... اس میں ایک فیصد بھی جھوٹ نہیں ہے"۔

"وہ بزرگ کہاں ہے؟"

"آپ کو اس سے کیا؟"

"اگر نہیں بتائیں گے تو آپ کو چور ہی خیال کریں گے ہم"۔

اس نے پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"بتا دو.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔

اس نے تفصیل سنا دی.... جوہری کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"اب بتائیں.... اب آپ کیا کہتے ہیں؟"

"اگر یہ کہانی سچی ہے.... تب تم پر چوری کا الزام نہیں لگ سکتا.... لیکن تصدیق تو کرنا پڑے گی"۔

"اسے نہیں.... ہم پولیس کو ساتھ لے کر چلیں گے"۔

"ہیں.... پولیس.... آپ پولیس کو کیوں درمیان میں لے آئے ہیں.... اس طرح وہ بھی حصے دار بنیں گے"۔

"اور اگر کہانی جھوٹی ہوئی تو تم جنگل میں فرار ہو جاؤ گے"۔

جوہری ہنسا۔

"اچھا اب جو آپ چاہتے ہیں وہ کریں"۔ اس نے منہ بنایا۔

پھر وہاں پولیس آگئی.... پولیس آفیسر نے یہ ساری کہانی غور سے سنی.... پھر اس نے کہا۔

"ہمیں اس جگہ جانا ہو گا.... ورنہ تصدیق نہیں ہو سکتی"۔

"چلئے جناب.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"پہلے تو تھا تمہیں اعتراض"۔ جوہری نے اسے گھورا۔

"پہلے تھا.... اب جب کہ یہ حضرات آگئے ہیں.... کوئی اعتراض نہیں رہ گیا"۔

"بہت جلد سیدھے ہو گئے.... لیکن پولیس کو دیکھ کر سیدھے ہوئے.... میرے کہنے پر نہیں ہوئے"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں.... ہم چور نہیں ہیں"۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے"۔

اور پھر وہ سب جنگل میں اس جگہ پہنچے... بوڑھا اسی طرح اسی درخت سے لگا بیٹھا تھا... آنکھیں بھی بند تھیں... جونہی وہ نزدیک پہنچے' اس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"میں جانتا تھا... یہ لوگ تمہیں یہاں پھر لائیں گے... تصدیق لیے بغیر وہ یہ موتی خرید بھی نہیں سکتے تھے... لیکن اب میں کہتا ہوں... ان کی کہانی بالکل درست ہے... یہ کنکر میں نے ہی اسے دیا تھا"۔

"کیا واقعی بابا؟"

"ہاں بالکل"۔

"تب پھر ایک ایک کنکر ہمیں بھی دے دیں بابا"۔

"یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے... فقیر کی موج ہے... اس وقت میں موج میں نہیں ہوں... چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار ایسا ہوتا ہے... میرے اپنے ہاتھ میں کچھ نہیں... کسی دوسرے سے لے کر دیتا ہوں"۔

"کسی دوسرے سے؟" وہ بولے۔

"ہاں! اب کسی دوسرے سے لے کر دیتے ہیں... اپنے پاس سے تو کوئی بھی کسی کو نہیں دے سکتا"۔

"آپ کی باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں... لیکن خیر... اگر ایسا چوبیس گھنٹے میں ایک بار ہوتا ہے... تو ہم یہاں رہیں گے... آپ کی

خدمت کریں گے... آخر چوبیس گھنٹے گزر ہی جائیں گے"۔

"تمہاری مرضی"۔ بوڑھا بولا۔

اب وہ اس کے آس پاس بیٹھ گئے... کوئی اس کے پاؤں دبا رہا تھا... تو کوئی اس کی ٹانگیں۔

دوسرے دن اچانک اس نے ایک کنکر اٹھایا اور پولیس آفیسر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"دیکھو... آپس میں لڑنا نہیں... آپس میں لڑنا بہت برا ہے... اس طرح کسی کے ہاتھ بھی کچھ نہیں آتا... جوہری سے اس کے پیسے لے لینا... اور آپس میں تقسیم کر لینا... اگر تم نے خود ساری رقم ہضم کرنے کی نیت کی تو یہ کنکر موتی نہیں بن سکے گا... کنکر کا کنکر رہ جائے گا"۔

"اوہ نہیں بابا... ہم ایسا نہیں کریں گے... جوہری صاحب ہمیں اس کی جو قیمت دیں گے... ہم اس کو آپس میں تقسیم کر لیں گے"۔

"یہی تم لوگوں کے حق میں بہتر رہے گا"۔

"کیا ہم پھر بھی آ سکتے ہیں بابا؟" پولیس آفیسر نے کہا۔

"نہیں... بس... اتنا کافی ہے... اگر یہ بات شہر میں پھیل گئی تو لوگ ہمیں تنگ کریں گے"۔

"اچھا بابا"۔

اور وہ شہر میں آ گئے... جوہری نے جب دوسرے کنکر کو دیکھا تو

وہ پہلے کی نسبت بڑا موتی تھا' اس کے اس نے انہیں دو لاکھ دیے...
اور انہوں نے وہیں اس کے سامنے ہی آپس میں تقسیم کر لیے... اور
پہلے آدمی کو ایک لاکھ لے کر جانے کی اجازت دے دی گئی... کیونکہ
اب اس کی کہانی میں انہیں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا۔
وہ گھر آیا... ایک لاکھ روپے بیوی بچوں کے سامنے ڈھیر کر
دیے۔
"یہ... یہ کیا؟" وہ دھک سے رہ گئے۔
اب پھر اسے کہانی سنانا پڑی... عورت نے سن کر ماتھا پیٹ لیا
اور رونے لگی۔
"اب کیا ہوا؟"
"تم سے بڑی بھول ہوئی... بھلے آدمی... اس بزرگ کو...
والے کو جنگل میں کیوں چھوڑ کر آئے... اسے گھر لانا تھا... وہ ہمارے
ہمارے پاس رہیں گے... ہم دن رات ان کی خدمت کریں گے... اور
وہ جب چاہیں گے... ہمیں ایک کنکر اٹھا کر دے دیا کریں گے... اس
طرح ہم کس قدر مال دار ہو جائیں گے... تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔
"اب مجھے پھر جانا اچھا نہیں لگتا"۔
"پھر جانا ہو گا"۔ بیوی نے آنکھیں نکالیں۔
"وہ کیا خیال کریں گے؟"
"ایسے لوگ کچھ خیال نہیں کیا کرتے... انہیں کرنا کیا ہو

ہے... ایک کنکر ہی تو اٹھا کر دینا ہوتا ہے"۔
"تم... تم بہت لالچی ہو... پہلے یہ ایک لاکھ تو خرچ کر لو"۔
"حد ہو گئی... اس ایک لاکھ سے تم ایک اچھا مکان بھی نہیں
خریدا جا سکتا... آج کل لاکھ سے بنتا کیا ہے... اگر تم اس کی خدمت
کرو گے تو وہ خوش ہو کر کئی کنکر تمہیں دے دے گا... اور اس طرح ہم
ایک اچھا مکان خرید سکیں گے... اس کے ایک کمرے میں بابا کو رکھیں
گے"۔
"اچھا میں جاتا ہوں"۔ اس نے تنگ آ کر کہا۔
اور وہ پھر جنگل میں چلا گیا... بڑے میاں اسی طرح بیٹھے تھے۔
"آنکھیں کھولے بغیر وہ بولے۔
"تو تمہاری بیوی نے تمہیں ٹکنے نہیں دیا... پھر بھیج دیا... اس
سے کہو... لالچ بری بلا ہے... اور یہ ایک کنکر اور لے جاؤ"۔
یہ کہ کر اس نے کنکر اس کی طرف بڑھا دیا۔
"لیکن بابا... آپ ہمارے پاس چل کر کیوں نہیں رہتے"۔
"ہمیں شہر کا شور پسند نہیں... یہاں سکون ہے... اللہ کی یاد
میں مزا آتا ہے یہاں"۔ بابا نے کہا۔
"تب پھر ہم بھی یہاں آ جاتے ہیں... آپ کے پاس... آپ کی
خدمت کیا کریں گے"۔
"تمہاری مرضی"۔

وہ دوسرا کنکر لے کر گھر آگیا... مٹھی کھولی تو وہ موتی تھا... بیوی کو دکھایا تو وہ خوش ہو گئی۔

"دیکھا... میں نے کیا کہا تھا... ان لوگوں کو کنکر اٹھا کر دینا ذرا بھی مشکل نہیں ہوتا"۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے... ہم وہیں چل کر رہیں گے... دن رات ان کی خدمت کریں گے... وہ شہر آنے کو تیار نہیں"۔

"اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے... تم فوراً" وہاں ان کے لیے جھونپڑا بنوا ڈالو"۔

جھونپڑا بنوایا گیا... پھر اس کے ساتھ دوسرے جھونپڑا بنا... ایک میں وہ آ گئے... دوسرے میں بابا... ہوتے ہوتے بابا کی شہرت میں اضافہ ہونے لگا... وہ اب بابا کا سب سے بڑا مرید بن چکا تھا... وہ جس کی ملاقات کرانا چاہتا... کرا دیتا... اور جس کو چاہتا انکار کر دیتا... کہ دیتا کہ بابا آرام کر رہے ہیں... پھر کسی وقت آنا"۔

بابا بھی ہر کسی کو کنکر نہیں دیتا تھا... کسی کو دعا دیتا... کسی کو تعویذ... تو کسی کو کنکر اور کسی کو کچھ... اس طرح وہاں روزانہ میلا سا لگنے لگا... پھر وہاں ان جھونپڑوں کی جگہ بڑی سی ایک عمارت بنائی گئی... جنگل شہر بننے لگا... اس عمارت کے آس پاس مختلف چیزوں کی دکانیں لگیں... مکانات بننے لگے... ہر چیز وہاں ملنے لگی... اور اب وہ سب سے بڑا مرید سب سے زیادہ اہم ہو گیا... لوگ بابا سے پہلے اس

کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہتے... اس کا نام فیاض شاہ تھا۔

باباجی لوگوں کو دھڑا دھڑ اپنا مرید بنانے لگے... مرید نذرانے لانے لگے... یہ سب چیزیں باباجی لوگوں میں تقسیم کرا دیتے... اور ان میں سے خود کچھ نہ لیتے... وہ تو چند لقمے صبح شام کھاتے اور بس... انہیں دنیا کی اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی... ان کے مریدوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا... کبھی کبھی وہ اپنے کسی مرید سے کوئی کام بھی لے لیتے... اس سے کہتے... شہر جاؤ... میرے لیے فلاں چیز لے آؤ... لیکن اس فلاں چیز کے پیسے وہ خود دیتے تھے... کسی دوسرے کو نہیں دینے دیتے تھے۔

ہوتے ہوتے پولیس کے بڑے بڑے آفیسرز بھی وہاں آنے لگے... پہلے پہل پولیس کے آفیسرز نے انہیں شک کی نظروں سے دیکھا... ان کو خوب دیکھا بھالا... ٹٹولا... چیک کیا... تلاشیاں بھی لیں... لیکن وہ کوئی ایسی وجہ تلاش نہ کر سکے کہ ان پر شک کیا جا سکتا... آخر تھک ہار گئے اور ان کے مرید بنتے چلے گئے... اب پولیس والے بھی ان کے مرید تھے... کچھ فوجی بھی آ کر مرید ہو گئے... اس طرح رونق بڑھتی چلی گئی۔

ایسے میں اخبارات میں ایک دن نوبا کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا... ٹی وی پر بھی صدر کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا... الفاظ یہ تھے۔

"یہ اعلان نوبا کی طرف سے ہے
سننے میں آیا ہے کہ جنگل میں کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رہے ہیں.... شہریوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کے جال میں نہ آئیں.... میں اس کا پول کھول دوں گا.... وہ بے نقاب ہو جائے گا.... اور آپ کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنا بڑا فراڈیا ہے.... ۱۵ تاریخ کی شام کو میں اس سے مقابلہ پر اتروں گا.... اور دیکھوں گا' وہ کتنے پانی میں ہے"۔

○☆○
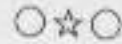
پھانسی پر چڑھا دو

اس اعلان کا ذکر بابا سے کیا گیا.... انہوں نے فوراً" کہا:
"اللہ والوں کو ایسے مقابلے کرنے کی ضرورت نہیں.... میں نے آپ لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ اس جنگل کو شہر بنا دو.... میرے لیے یہ کرو.... وہ کرو.... میں تو کچھ بھی کرنے کو تیار نہیں تھا.... میں تو اپنی دنیا میں مگن رہنا چاہتا تھا.... اور بس.... لیکن نہ جانے مسٹر نوبا کے ذہن میں کیا ہے.... وہ مجھے کیوں پریشان کرنا چاہتے ہیں.... کیا میں نے مسٹر نوبا کے کسی معاملے میں ٹانگ اڑائی ہے.... کہ وہ اب ایسا کر رہا ہے.... میں ہرگز کوئی مقابلہ نہیں کروں گا.... وہ جو چاہیں کریں"۔

باباجی کے یہ الفاظ صدر کے ذریعے نوبا تک پہنچے.... اس نے کہا۔

"مقابلہ ہو کر رہے گا"۔

دوسرے دن شام کو صدر اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر اس جنگل میں پہنچ گئے اور بابا کی جھونپڑی کے پاس رک کر بولے۔

"بابا.... میں نوبا کا ایک خادم آ گیا ہوں' آپ پہلے مجھ سے

ملاقات کرلیں"۔

"اللہ والوں کو دنیا داروں سے ملاقات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی"۔ بابا کی آواز گونجی۔

"اگر آپ مقابلہ نہیں کریں گے تو آپ کو گرفتار کرلیا جائے گا"۔

"تب پھر کرلیں گرفتار"۔ بابا بولے۔

"کیا کہا... کرلیں گرفتار"۔

"نہیں! ہم بابا کو گرفتار نہیں ہونے دیں گے... ان کا جرم کیا ہے آخر"۔ لوگ چلا اٹھے۔

"اگر کسی نے رکاوٹ بننے کی کوشش کی... تو اسے بھی گرفتار کرلیا جائے گا"۔ فوجی نے بلند آواز میں کہا۔

"تب پھر کرلیں گرفتار... لیکن صرف مجھے... ان لوگوں کا کیا قصور... لوگو تم درمیان میں دخل نہ دو... یہ گرفتار کرتے ہیں... کرنے دیں... میں فوراً ہی یہاں واپس آجاؤں گا"۔

لوگ رک گئے... بابا کو گرفتار کرلیا گیا... وہاں سے انہیں شہر میں لایا گیا۔

اب پورے شہر میں ہلچل مچ گئی... سنسنی طاری ہو گئی... ہر کوئی سوچ رہا تھا... اب کیا ہو گا... ہر کوئی پریشان تھا' ہراساں تھا... ادھر توبا کو نہ جانے بابا سے کیا ضد تھی... وہ انہیں چھوڑنے پر کسی طرح

تیار نہیں تھا... ایسے میں ایک خبر گونجی... خبر یہ تھی۔

"بابا کو اگرچہ گرفتار کرلیا گیا... گرفتار کرکے اسے شہر میں لایا گیا ہے... لیکن اس کے باوجود بابا وہیں اپنے مکان پر موجود ہیں... اپنے کمرے میں ہیں"۔

اس خبر نے شہر کو حیرت زدہ کردیا... لوگ بے تحاشا جنگل کی طرف دوڑ پڑے... انہوں نے وہاں جاکر جب دیکھا تو بابا واقعی اپنی جگہ پر نظر آئے۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے باباجی"۔ فیاض شاہ چلا اٹھا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"آپ وہاں بھی ہیں اور یہاں بھی"۔

"اللہ چاہیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے"۔ بابا ہنسے۔

"لل... لیکن... اب شہر کا شہر اس طرف امڈا چلا آرہا ہے"۔

"انہیں روکو"۔ وہ گھبرا گئے۔

"اب وہ نہیں رکنے کے... آپ کو دیکھ کر ہی یہاں سے لوٹیں گے"۔

"اچھا خیر... آنے دو پھر انہیں"۔

شہر کے ان گنت لوگ وہاں جمع ہو گئے... وہ بابا کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بری طرح بے چین تھے... ان میں سرکاری لوگ بھی تھے۔

آخر بابا مکان کی چھت پر آگیا اور کہنے لگا۔

"آپ لوگوں کو میری وجہ سے پریشان نہیں ہونا چاہیے.... وہ مجھے گرفتار کر کے بھی گرفتار نہیں کر سکتے.... ہم اللہ والے اس قسم کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے.... ہم تو بس اللہ سے لو لگائے رکھتے ہیں.... ہاں کوئی ہمیں زیادہ تنگ کرے تو اس کو ضرور ہم سبق سکھاتے ہیں.... اور تو بابا بھی سبق سیکھ چکا ہو گا.... اب آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جائیں"۔

"بہت اچھا باباجی"۔

سب لوگ لوٹ آئے.... تب فیاض شاہ اندر آیا اور بابا سے بولا۔

"لیکن باباجی.... آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟؟"

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟؟"

"آپ وہاں بھی موجود ہیں اور یہاں بھی"۔

"فیاض شاہ.... تم ابھی یہ راز نہ پوچھو.... اسی میں بہتری ہے"۔

"بہت بہتر"۔

ایک گھنٹے بعد فوج نے ایک بار پھر اس مکان کو گھیرے میں لے لیا.... فیاض شاہ گھبرا گیا.... وہ فوراً باباجی کی خدمت میں پہنچا۔

"فوج نے مکان کو گھیر لیا ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... وہ اگر مجھے گرفتار کرتے ہیں تو کرنے دو۔

میں پھر یہاں موجود رہوں گا.... ان شاء اللہ"۔

"مطلب یہ کہ وہ باباجی وہاں قید میں ہونے کے باوجود آپ یہاں بھی موجود ہوں گے"۔ فیاض شاہ چلا اٹھا۔

"ہاں! تم فکر نہ کرو"۔

"لیکن جو وہاں قید ہوں گے"۔

"وہ قید خانے میں قیدیوں کو اللہ کی طرف لگائیں گے"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر فوج نے باباجی کو باہر نکلنے پر مجبور کر دیا.... وہ باہر نکل آئے.... انہیں گرفتار کر لیا گیا اور وہاں سے لے گئے.... ایک بار پھر شہر میں ہلچل مچ گئی.... پہلے تو لوگ اس وجہ سے مطمئن ہو گئے تھے کہ اگر حکومت نے بابا کو گرفتار کر لیا ہے تو کیا ہوا.... ان کا بابا تو جنگل میں اپنے مکان میں موجود ہے.... انہیں اس بات کی کیا پروا کہ حکومت نے کسے گرفتار کیا ہے.... لیکن جب دوبارہ ان کی گرفتاری کی خبر اڑی تو لوگ ایک بار پھر پریشان ہو گئے.... اور پھر سے جنگل کی طرف دوڑ پڑے.... ہزارہا لوگ اس مکان کے گرد جمع ہو گئے اور حکومت کے خلاف نعرے لگانے لگے۔

باباجی ایک بار پھر چھت پر نمودار ہوئے اور بولے۔

"کیا بات ہے.... آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟؟"

"اوہ.... آپ پھر یہاں ہیں.... ہم نے تو سنا تھا کہ ان لوگوں نے

پھر آپ کو گرفتار کر لیا ہے"۔

"بالکل کیا ہے... اب تک وہ میرے دو ہمزادوں کو گرفتار کر چکے ہیں... لہذا جیل میں میں نہیں... میرے ہمزاد ہیں... مجھے وہ اب بھی گرفتار نہیں کر سکتے... لہذا آپ لوگ فکر نہ کریں... ان ہمزادوں کو بھی ہم جب چاہیں گے... چھڑا لیں گے"۔

"باباجی"۔ کسی نے بلند آواز میں کہا۔

"زندہ باد"۔

"یہ نعرہ درست نہیں ہے... آپ نعرۂ تکبیر... اللہ اکبر... یہ نعرہ لگائیں... صرف اور صرف خدا کا نام بلند کریں"۔

"اب ہمارے ملک میں خدا کا نام بلند کرنا جرم ہو گیا ہے باباجی... جو کوئی خدا کا نام لیتا ہے... اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے... مسجدوں کو تالے لگا دیے گئے ہیں"۔

"فکر نہ کرو... بہت جلد وہ تالے کھلیں گے... نوبا نیست و نابود ہو گا... آپ لوگ اپنے گھروں کو جائیں... اور پر سکون رہیں... اگر میری گرفتاری کی پھر خبر سنیں تو ادھر آنے کی ضرورت نہیں... وہیں بیٹھے بیٹھے یہ خیال کر لیں کہ وہ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے... ہاں میرے کسی ہمزاد کو ضرور لے جائیں گے"۔

"آخر ایسے کتنے ہمزاد ہیں آپ کے"۔

"یہ سوال نہ پوچھو... بس جب ضرورت پڑتی ہے... میں ایک

ہمزاد بنا لیتا ہوں"۔

"جی کیا فرمایا... آپ خود بنا لیتے ہیں"۔

"غلط سمجھے... میں بھی غلط کہہ گیا... اللہ تعالیٰ بنا دیتے ہیں"۔

"اچھا تو پھر ہم بے فکر ہو کر جائیں"۔

"ہاں بالکل"۔ انہوں نے کہا۔

لوگ لوٹ گئے... وہ نیچے آ گئے... فیاض شاہ انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے باباجی"

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جب پہلی بار فوجی آئے... آپ کو گرفتار کرنے کے لیے... تو اس وقت یہاں کوئی نہیں تھا... صرف آپ تھے... وہ آپ کو لے گئے... لیکن آپ پھر گھر کے اندر نظر آ گئے... دوبارہ بھی یہی ہوا... ابھی جب فوج آئی تو آپ، اکیلے یہاں تھے... وہ آپ کو لے گئے... لیکن آپ پھر بھی یہاں موجود ہیں... آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"بھئی... تم پریشان نہ ہو... فکرمند نہ ہو... اس کی وضاحت میں پھر کسی وقت کروں گا"۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی"۔

ادھر شہر میں زبردست ہل چل تھی... لوگ نوبا کے خلاف نفرت ہی نفرت محسوس کر رہے تھے اور باباجی سے محبت ہی محبت... ادھر

صدر کا برا حال تھا.... اس نے غصے میں ایک فوجی آفیسر کو حکم دیا۔

"جن دو کو ہم نے گرفتار کیا ہے.... انہیں میرے سامنے لایا جائے.... آخر یہ کیسے ممکن ہے.... کہ وہ وہاں بھی موجود ہے اور ہم دو بار اسے گرفتار بھی کر چکے ہیں"۔

"معاف کیجیے گا سر.... ایک بات کہنے کی اجازت چاہتا ہوں"۔ آفیسر نے کہا۔

"ہاں! کہیے"۔

"آپ تو بیا سے کیوں نہیں پوچھتے.... وہ تو بتا سکتا ہے.... کہ یہ کیا چکر ہے"۔

"اوہ ہاں.... بالکل ٹھیک.... میں اس سے رابطہ کرتا ہوں.... آپ ان دونوں کو یہاں لے آئیں"۔

"بہت بہتر"۔ آفیسر نے کہا اور چلا گیا۔

وہ دو عدد باباجی کو لے کر صدر کے سامنے پہنچا.... صدر صاحب آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے.... اس نے مناسب نہ سمجھا کہ انہیں آواز دے.... بس یونہی کھڑا رہا.... دروازے کے باہر اس کے ماتحت کھڑے تھے۔

"آپ خاموش کھڑے ہو گئے.... انہیں بتائیں نا.... کہ آپ ہمیں لے آئے ہیں"۔ ایک باباجی نے منہ بنا کر کہا۔

اس کی آواز سن کر بھی صدر نے آنکھیں نہ کھولیں۔

"سر.... یہ لوگ آ گئے ہیں"۔

وہ اب بھی نہ ہلے.... آفیسر گھبرا گیا.... اس نے قریب جا کر ان کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔

"ک.... کیا.... بات ہے"۔ وہ زور سے اچھل پڑے۔

"سر.... یہ حاضر ہیں"۔

"اوہ! میری آنکھ لگ گئی تھی.... دراصل میں رات سو نہیں سکا"۔

"کیوں سر؟"

"وہ.... وہ.... بس.... بس میری طبیعت خراب تھی"۔

"لیکن سر.... آپ نے مجھے حکم کیوں نہیں دیا کہ آپ کے ڈاکٹر کو فون کر دوں"۔

"بس.... میں نے تمہیں بے آرام کرنا مناسب خیال نہیں کیا"۔

"ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی سر.... میں ہر وقت یہاں ڈیوٹی پر ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... تو یہ آ گئے"۔

"ہاں سر.... یہ حاضر ہیں"۔

"اچھا.... آپ باہر جائیں.... دروازہ بند کر دیں.... اور کسی کو اندر نہ آنے دیں.... پہلے میں ان سے بات کروں گا"۔

"اوکے سر"۔ وہ چلا گیا... دروازہ بند ہو گیا۔

"اب آپ بتائیں... یہ سب کیا چکر ہے؟"

"کس چکر کی طرف اشارہ ہے"۔ ایک نے سرد آواز میں کہا۔

صدر نے اپنے جسم میں کپکپی محسوس کی۔

"آپ کو گرفتار کیا گیا... آپ پھر بھی جنگل والے مکان میں موجود تھے... آپ کو وہاں سے دوبارہ گرفتار کیا گیا... آپ پھر وہاں موجود ہیں... آخر یہ کیسے ممکن ہے... کیا آپ جادوگر ہیں؟"

"اللہ والے جادوگر نہیں ہوتے... جادو حرام ہے"۔

"تب پھر... آپ یہاں بھی موجود ہیں... اور وہاں بھی... کیا آپ حاضر ناظر ہیں... آپ تو کہتے ہیں... سوائے اللہ کے کوئی حاضر ناظر نہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے... ہم بالکل درست کہتے ہیں... اللہ کی کتاب قرآن کریم بھی جگہ جگہ یہی اعلان کرتی ہے... اللہ ہر جگہ موجود ہے... اس کے علاوہ کوئی ہر جگہ موجود نہیں ہے"۔

"تب پھر... آپ اپنے بارے میں وضاحت کریں"۔

"کیا بات ہے... آپ کو نوبا نے نہیں بتایا آپ کو"۔ ایک نے ہنس کر کہا۔

"تم نوبا کی بات چھوڑو... اس سے میں بعد میں رابطہ کروں گا"۔

"تب ہم اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتے"۔

"تم دونوں کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا... اگر سوال کا جواب نہ دیا"۔

"چڑھا دیں"۔

"آفیسر"۔ صدر نے چیخ کر کہا... وہ دوڑا اندر آیا۔

"انہیں ابھی اور اسی وقت پھانسی پر چڑھا دو... ہم اپنی آنکھوں سے ان کی پھانسی کا منظر دیکھیں گے"۔

○☆○

مشکل کام نہیں

شہر کے مشہور ہوٹل البراتو کے ہال میں لوگ کھانا کھا رہے
تھے.... اچانک ایک چیخ بلند ہوئی.... سب لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔
لیکن کوئی نہ جان سکا کہ ہال میں کون چیخا تھا.... آخر کاؤنٹر سے بھاری
بھر کم آواز ابھری۔

"یہ کون چیخا تھا؟"

"میں"۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا' ساتھ ہی اس نے سینے پر
ہاتھ رکھا۔

وہ خوبصورت اور نوجوان آدمی تھا.... چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"آپ کیوں چیخے تھے؟"

"میں نے یہاں کوئی بورڈ لکھا ہوا نہیں پڑھا.... کہ یہاں چیخنا منع
ہے"۔

لوگ ہنسنے لگے۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"کوئی بات ہوئی یا نہیں.... ہوٹل کی انتظامیہ لکھ کر لگا دے۔

یہاں چیخنا منع ہے"۔

"اوہو.... آپ چیخے کیوں تھے.... ہم تو صرف وجہ پوچھ رہے
ہیں.... کیا آپ کو ہوٹل کی انتظامیہ سے کوئی شکایت ہے"۔

"ہاں! ہے"۔ وہ پھر چیخا۔

"آپ آہستہ آواز میں بات نہیں کر سکتے"۔

"نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"اس ہوٹل میں.... لوگوں کو مردار جانور کا گوشت کھلایا جا رہا
ہے"۔

"کیا!!!" سب لوگ چلا اٹھے۔

"نہیں.... یہ غلط ہے.... خبردار.... اس کے بعد کوئی لفظ منہ سے
نہ نکالنا"۔ وہی بھاری بھر کم آواز سنائی دی.... اور ایک گول مٹول سا
آدمی کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"یہ آدمی ہے یا گیند"۔ نوجوان اس کو دیکھ کر ہنسا۔

"ابھی بتاتا ہوں بچے"۔ گیند نما آدمی غرایا۔

"آپ کی تعریف؟"

"یہ اس ہوٹل کے مالک ہیں.... منیجر بھی یہی ہیں.... مسٹر سام
بارو"۔ ایک بیرے نے فخریہ انداز میں تعارف کرایا۔

"اوہ اچھا.... خوشی ہوئی ان سے مل کر.... کیا نام بتایا.... مسٹر

خام بارو"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔
"اوہو.... سام بارو"۔ بیرا چلایا۔
"اب یہ کیوں چیخے"۔
"ہمارا ہوٹل ہے.... جو جی چاہے.... کریں.... آپ کون ہیں....
اور یہ آپ نے کیا بکواس کی؟"
"دیکھئے جناب تہذیب کے دائرے میں رہ کر بات کریں"۔
"تم جیسوں سے ایسی ہی زبان میں بات کی جاتی ہے"۔
"بہت جلد آپ تہذیب کے دائرے میں بات کرنے پر مجبور ہو
جائیں گے"۔ نوجوان نے برا سا منہ بنایا۔
"کیا مطلب؟" سام چونکا۔
"میں نے کہا ہے.... آپ بہت جلد مجھ سے تہذیب سے بات
کریں گے"۔
"میں بہت جلد تمہیں اٹھا کر باہر پھینک رہا ہوں"۔
"میرا قصور.... کیا صرف یہ کہ میں نے یہ کہہ دیا.... یہاں مردار
جانور کا گوشت فروخت ہوتا ہے"
"ہاں! یہ تم نے کیا بکواس کی ہے.... ہم بہترین گوشت استعمال
کرتے ہیں"۔
"نہیں.... مردار جانور کا"۔ اس نے مضبوط ہو کر کہا۔
"کیا تم اس شہر میں نئے ہو.... اس ہوٹل میں پہلی بار آئے

ہو؟"
"شہر میں نیا نہیں.... لیکن بہت دنوں سے ملک سے باہر تھا....
ہاں ہوٹل میں پہلی بار آیا ہوں.... وہ بھی مجبور ہو کر"۔
"مجبور ہو کر.... کس نے مجبور کیا آپ کو یہاں آنے پر؟"
"کسی نامعلوم طاقت نے کہا تھا کہ اس ہوٹل میں جاؤ.... اب
معلوم ہوا.... وہ نامعلوم طاقت مجھے یہاں کیوں لانا چاہتی تھی"۔
"وہ کیوں لانا چاہتی تھی؟" سام ہنسا۔
"تاکہ میں لوگوں کو خبردار کرسکوں کہ مردار جانور کا گوشت کھلایا
جاتا ہے یہاں"۔
"حد ہو گئی.... کیا تم ابھی آدھ گھنٹہ پہلے ہوٹل میں داخل نہیں
ہوئے تھے؟" سام بولا۔
"ہاں! یہی بات ہے.... بلکہ میں تو شہر میں بھی ایک گھنٹہ پہلے ہی
داخل ہوا ہوں.... جہاز سے اترا تو ٹیکسی ڈرائیور نے آپ کے ہوٹل کا
نام لیا.... میں نے سر ہلا دیا.... اور وہ مجھے یہاں لے آیا.... میں تو یہ
تک نہیں جانتا کہ شہر کے حالات کیا ہیں.... پہلے میں اپنے دوستوں کے
ہاں جانا چاہتا تھا.... لیکن کسی انجانی طاقت نے مجھ سے کہا کہ نہیں....
ہوٹل ابرا تو جانا ہے"۔
"حیرت ہے.... کمال ہے.... خیر.... اب آپ کے حق میں بہتر یہ
رہے گا کہ آپ خود چل کر ہوٹل سے نکل جائیں.... اور اس کھانے کا

بل میز پر رکھ دیں... بیرا... ان کا کتنا بل بنتا ہے"۔

"سات سو نو روپے سر"۔

"ہاں تو سات سو نو روپے میز پر رکھ دیں اور چلتے پھرتے نظر آئیں... آپ کے لیے آسانی اسی میں رہے گی... ورنہ پھر آپ کو گڑبڑ کرنے کے جرم میں حوالات جانا ہو گا... پولیس کو میں پہلے ہی اطلاع دے چکا ہوں... کہ ہوٹل میں ایک عدد سرپھرا موجود ہے... آ کر اسے پکڑ لیں"۔

"وہ مجھے کس جرم کے تحت گرفتار کریں گے"۔

"کیوں بھائیو کیا یہاں کسی نے توڑ پھوڑ ہوتے دیکھی ہے؟"

کوئی کچھ نہ بولا... نہ کسی نے ہاں میں سر ہلایا نہ نہیں میں۔

"شاید آپ لوگ گواہی دیتے ہوئے ڈرتے ہیں... کہ مسٹر سام نہ جانے آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا... لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہی مسٹر سام آپ کو مردار جانور کا گوشت کھلا رہا ہے"۔

"آخر ہم اس بات پر کیسے یقین کر لیں؟" ایک گاہک بلند آواز میں بولا۔

"خدا کا شکر ہے... کوئی تو بولا... جواب اس کا یہ ہے کہ ہوٹل کی تلاشی لی جائے"۔

"یہ ہمیں تلاشی لینے نہیں دیں گے"۔

ایسے میں دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا... اور پولیس اندر

داخل ہوئی... آگے ایک سب انسپکٹر تھا... اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں... وہ بہت خوفناک لگ رہی تھیں... آتے ہی بولا۔

"مجھے انسپکٹر لالہ کہتے ہیں مسٹر سام... آپ کو میری یاد کیسے آ گئی؟؟"

"آپ ان صاحب کو دیکھ رہے ہیں مسٹر لالہ؟"

"ہاں کیوں... کیا ہوا انہیں اچھے بھلے تو ہیں"۔ انسپکٹر لالہ بولا۔

"اوہو... آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں"۔

"تو آپ بات کو سمجھانے کی کوشش کریں نا"۔ لالہ جھلا کر بولا۔

"ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے... خیر... میں آپ کو ساری بات بتاتا ہوں"۔ اس دوران سب انسپکٹر کے آدمی اس نوجوان کو گھیرے میں لے چکے تھے۔

اب ہوٹل کے مالک سام بارو نے لالہ کو ساری بات سنائی۔

"تب تو بات صاف ہو گئی... ہم اسے لے جاتے ہیں... گرفتار کر لو بھئی اسے"۔

"لیکن جناب... کس جرم کے تحت... کیا ہمارے ملک میں کوئی قانون نہیں ہے؟"

"قانون ہے... لیکن آپ کسی کو مار ڈالتے ہیں... بلاوجہ خون کر دیتے ہیں... تو کیا آپ کو گرفتار کرنا قانون کی خلاف ورزی ہے؟"

"نہیں... لیکن... یہاں تو ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا؟" نوجوان

مسکرایا۔

"اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ یہاں مردار کا گوشت فروخت کرتے ہیں"۔

"تو میں نے کیا غلط کہا؟"

"اس بات کا ثبوت؟"

"یہ دیکھئے.... میری پلیٹ میں جو گوشت ہے.... یہ مردار جانور کا ہے.... اگر یہ مردار کا گوشت نہیں ہے.... تو یہ لوگ اس بات کو ثابت کریں"۔

"حد ہو گئی.... ہم ثابت کریں.... الزام آپ لگا رہے ہیں.... اور ثابت ہم کریں"۔

"مجھے ثابت کرنے کی تو یہ دعوت ہی نہیں دے رہے"۔ وہ مسکرایا۔

"تو میں آپ سے کہتا ہوں.... کہ یہ ثابت کریں"۔ لالہ جبلہ

"آپ کن کی باتوں میں آ گئے.... بس پکڑ کے لے جائیں"۔ سام نے سرد آواز میں کہا۔

"اوہ ہاں واقعی.... گرفتار کر لو اسے"۔

"یہ بھی قانون کی خلاف ورزی ہے.... آخر آپ کس جرم کے تحت گرفتار کریں گے مجھے؟"

"لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے جرم میں.... ہال میں موجود تم

لوگ آپ کی باتوں سے خوف زدہ ہو گئے ہیں"۔

"کیوں جناب! کیا آپ میری باتیں سن کر خوف زدہ ہو گئے ہیں"۔

"نہیں.... اس میں خوف کی کوئی بات نہیں"۔ ایک گاہک نے منہ بنا کر کہا.... کیونکہ لوگ اب یہ بات صاف طور پر محسوس کرنے لگے تھے کہ اس نوجوان کے ساتھ زیادتی ہو رہی تھی.... اگر اس نے ایک دعویٰ کیا تو اسے ثابت کرنے کا موقع دیا جانا چاہیے تھا.... نہ کہ بس گرفتار کر لیا جائے۔

"دیکھا آپ لوگوں نے.... میری وجہ سے کوئی خوف زدہ نہیں ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"آپ نے ہوٹل کے معاملات میں دخل اندازی کی ہے"۔ سام غرایا۔

"کیا یہ کہنا دخل اندازی ہے کہ ہمیں مردہ گوشت کیوں کھلایا جا رہا ہے.... ہم مردہ کے پیسے دیتے ہیں یا زندہ کے"۔

"زندہ کے"۔ لوگ چلائے۔

"بس تو پھر ہوٹل کے مالک یہ بات ثابت کریں کہ یہ آپ کو مردہ جانور کا گوشت نہیں کھلاتے"۔

"مجھے ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے.... جس نے یہ شوشہ چھوڑا ہے.... وہ ثابت کرے"۔ سام بارو نے چیخ کر کہا۔

"بہت خوب! یہی تو میں چاہتا ہوں"۔

"تب پھر آپ کریں ثابت"۔ سب انسپکٹر نے کہا۔

"وہاں لیجیے.... جب کوئی جانور مر جاتا ہے.... تو خون کا کچھ نہ کچھ حصہ اس کے گوشت میں ہی رہ جاتا ہے.... اور جم جاتا ہے.... لیکن کسی جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو قریب قریب تمام خون اس کا نکل جاتا ہے اور اندر خون نہیں رہ جاتا.... کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں؟"

"پتا نہیں.... ہم نے تو ایسی بات پہلی بار سنی ہے"۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ ایک طرف سے آواز ابھری۔ لوگ اس طرف گھوم گئے.... یہ الفاظ ایک نوجوان آدمی نے کہے تھے۔

"آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں ایک ڈاکٹر ہوں.... مویشیوں کا ڈاکٹر"۔ اس نے کہا۔

"اوہ.... اس کا مطلب ہے.... مردہ جانور کے گوشت میں خون رہ جاتا ہے.... جما ہوا خون"۔ نوجوان بولا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"تب پھر دیکھیں.... جو گوشت میری پلیٹ میں موجود ہے.... اس کو پانی سے دھو رہا ہوں تاکہ شوربا وغیرہ اس پر سے صاف ہو جائے"۔

یہ کہہ کر اس نے گوشت کی بوٹیوں کو ایک برتن میں دھو ڈالا....

پھر صاف بوٹیوں کو ایک خالی پلیٹ میں رکھ لیا.... جیب سے چاقو نکالا اور اس ان بوٹیوں کو نہ جانے کس طرح تراشا کہ اندر جما ہوا خون صاف نظر آنے لگا۔

"یہ دیکھیے.... یہ ہے جما ہوا خون"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ لوگ چلائے۔

"بیڑہ غرق.... تم نے کس وہم میں ہمارے گاہکوں کو ڈال دیا....

صاحبان.... ایسی کوئی بات نہیں.... دراصل یہ صاحب ہوٹل ملتان کے آدمی ہیں اور ہمارے ہوٹل کو بدنام کرنے کا منصوبہ بنا کر آئے ہیں"۔

"کیا!!!" لوگ پھر چلا اٹھے۔

اور اب وہ نوجوان کو بری طرح گھور رہے تھے.... اس کے چہرے پر ذرا بھی پریشانی کے آثار نہیں تھے۔

"آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... میں کسی ہوٹل کا ایجنٹ نہیں ہوں.... میں تو ابھی ابھی افریقہ سے چلا آ رہا ہوں.... وہاں کے جنگلات میں کئی ماہ گزار کر"۔

"یہ جھوٹا ہے"۔ سام چلایا۔

"کیا کہا.... میں جھوٹا ہوں"۔

"ہاں بالکل.... یہی بات ہے"۔

"انسپکٹر صاحب! آپ ذرا میرے کاغذات چیک کر کے ان لوگوں کو بتائیں.... کہ میں جھوٹا ہوں یا کیا ہوں"۔

"اچھا"۔ اس نے فوراً کہا۔

اور پھر اس نے پوری توجہ سے چیک کیا.... آخر بولا۔

"یہ کاغذات بالکل درست ہیں اور ان کی رو سے یہ افریقہ کے ملک میں کئی ماہ گزار کر سیدھے اس ہوٹل میں چلے آ رہے ہیں.... لہٰذا اس بات کا دور دور تک امکان نہیں کہ یہ کسی ہوٹل کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں"۔

"شکریہ جناب.... آپ نے میری بہت مدد کی"۔

"جو سچ تھا' میں نے تو صرف وہ بیان کیا ہے.... لیکن جو ثبوت آپ نے پیش کیا.... وہ مکمل نہیں ہے"۔

"تب پھر میرا ایک دعویٰ ہے.... اور وہ یہ کہ اس ہوٹل کے نیچے ایک بڑا تہ خانہ ہے.... اس تہ خانے میں آپ کو مردہ جانوروں کا گوشت فریزروں میں مل جائے گا.... آپ اس گوشت کو ڈاکٹر حضرات سے چیک کرا لیں"۔

"آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟" انسپکٹر اس کی طرف مڑا۔

"اس ہوٹل کے نیچے کوئی تہ خانہ نہیں ہے"۔

"اور اگر مل گیا تہ خانہ؟"

"تب ہم آپ کو سچا جان لیں گے"۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں"۔ ہال کے ایک طرف آواز ابھری۔ آواز ایک لڑکے کی تھی.... سب لوگ اس آواز کی طرف مڑے۔

"آپ کون ہیں.... اور یہ آپ نے کیا کہا؟" سام نے جھلا کر کہا۔

"میں نے یہ کہا ہے جناب کہ اس ہوٹل میں تہ خانہ تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں.... بشرطیکہ یہ صاحب ہمیں ساتھ ملا لیں"۔

"ہم.... میں.... یعنی کہ میں.... اور آپ کو ساتھ ملا لوں"۔ نوجوان آدمی نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! ملا لیں ہمیں ساتھ"۔ لڑکا بولا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے.... ملا لینے کو جی چاہ رہا ہے.... اچھا ملا لیا"۔ نوجوان مسکرایا۔

"تب آپ لوگ ایک طرف ہٹ جائیں.... تہ خانہ میں تلاش کر کے دوں گا"۔

"کیا!!!" لوگ چلائے۔

"ہاں جناب! تہ خانہ میں تلاش کر کے دوں گا.... اس میں گوشت آپ خود دیکھ لیجئے گا.... اور ڈاکٹر صاحبان اس گوشت کو مردہ جانوروں کا گوشت ثابت کریں گے.... اس طرح بات مکمل ہو جائے گی"۔ لڑکے نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ.... آپ کون ہیں دوست؟" نوجوان نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے آپ بتائیں.... آپ کا کیا نام ہے؟" لڑکا بولا۔

"میرا نام منور علی خان ہے اور میں ایک شکاری ہوں.... شکار

کرنا میرا مشغلہ بھی ہے اور کاروبار بھی..... اس لیے میں فوراً بتا سکتا ہوں کہ گوشت مردہ جانور کا ہے یا ذبح کیے ہوئے جانور کا"۔

"اوہ..... اوہ"۔ لڑکا بولا۔

"کیوں..... کیا ہوا؟" منور علی خان بولے۔

"آپ کا نام بہت سنا ہوا ہے..... میں بہرحال آپ کا ساتھ ضرور دوں گا"۔

"لیکن ابھی تک آپ نے اپنا نام نہیں بتایا؟" منور علی خان بولے۔

"میرا نام احمد ہے..... جناب..... اب آپ مجھے اپنا کام کرنے دیں"۔

"او کے..... لیکن میں آپ کے ساتھ رہوں گا..... کہیں ہوٹل کا کوئی ملازم مسٹر سام کے اشارے پر آپ کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ لڑکا مسکرایا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے..... میرا دل آپ کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے"۔

"تو آپ اپنے دل کو نہ روکیں نا..... اسے کھنچا چلا آنے دیں"۔ لڑکا مسکرایا۔

"یار احمد..... سچ بتانا..... آپ کا نام یہی ہے؟" منور علی خان نے

دبی آواز میں کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے..... میں نے اپنا نام غلط بتایا ہے"۔

"نہیں! میں نے یہ نہیں کہا..... لیکن ہو سکتا ہے..... آپ نے اپنا پورا نام نہ بتایا ہو"۔

"کیوں نہ ہم وہ کام کریں..... جس کا ہم نے اعلان کیا ہے..... لوگ ہمیں گھور رہے ہیں کہ یہ کیا کھسر پھسر کر رہے ہیں"۔

"اوہ ہاں..... واقعی"۔

اور پھر وہ آگے بڑھے..... سام، انسپکٹر لالہ اور چند دوسرے لوگ ان کے ساتھ ہو لیے..... ان میں ہوٹل کے چند گاہک بھی تھے..... باقی لوگ ہال میں ہی رک گئے..... ہال میں رک جانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"افسوس..... یہ تو گئے بے چارے کام سے"۔

"کیا مطلب؟" ہال میں موجود چند آدمی چونک کر بولے۔

"آپ لوگ سام کو نہیں جانتے..... لیکن میں جانتا ہوں"۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں بھئی؟"

"سام جیسے ظالم اور جلاد قسم کے آدمی شہر میں دو چار ہی ہوں گے..... میری بات کو لکھ لیں..... اب یہ لوگ آپ کو زندگی میں کبھی نظر نہیں آئیں گے..... میرا مطلب ہے..... وہ نوجوان اور لڑکا"۔

"کیا کہہ رہے ہیں؟" خوف زدہ آواز ابھری۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔۔۔ ابھی خود ہی دیکھ لو گے"۔

"آخر کیوں۔۔۔ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا؟"

"موت کے گھاٹ اتار دے گا۔۔۔ اور گڑھے میں گرا دے گا"۔

"غلط۔۔۔ بالکل غلط۔۔۔ ان کے ساتھ انسپکٹر پولیس بھی ہے۔۔۔ اور چند دوسرے لوگ بھی۔۔۔ ان کی موجودگی میں وہ یہ سب کیسے کر سکے گا"۔

"گاہک تو ابھی واپس آ جائیں گے۔۔۔ ان کے چند منٹ بعد انسپکٹر واپس آ جائے گا۔۔۔ اور اس کے ساتھ وہ مک مکا کر لے گا"۔

"یہ مک مکا کیا ہوتا ہے"۔ ایک گاہک نے حیران ہو کر کہا۔

"حیرت ہے۔۔۔ آپ نہیں جانتے۔۔۔ ہمارے ملک میں مک مکا کے کہتے ہیں"۔

"نہیں۔۔۔ میں یہاں نیا ہوں اور صرف اردو زبان جانتا ہوں۔۔۔ میں نے اردو ادب میں آج تک مک مکا کا لفظ نہیں سنا"۔

"بھائی اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہوٹل کا مالک سام، انسپکٹر پولیس سے سودا کر لے گا۔۔۔ وہ اپنا حصہ وصول کرے گا اور چپ چاپ واپس آ کر کہہ دے گا۔۔۔ تہ خانہ نہیں ملا۔۔۔ اور جب لوگ پوچھیں گے کہ وہ دونوں کیوں واپس نہیں آئے۔۔۔ تو بتا دے گا۔۔۔ وہ شرمندگی سے بچنے کے لیے ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل گئے۔۔۔ اور اس بات کا عینی گواہ وہ خود ہو گا۔۔۔ یعنی ان کے نکل جانے کا۔۔۔ لہٰذا پولیس کی

ح بھی مسٹر سام پر شک نہیں کر سکے گی"۔

"اوہ نہیں۔۔۔ نہیں"۔ ہال میں کوئی خوف زدہ انداز میں چلایا۔

لوگ اس کی طرف مڑے۔۔۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔۔۔ وہ بھی یک لڑکا تھا۔۔۔ چہرے پر دہشت کے آثار نمایاں تھے۔

"کیوں۔۔۔ آپ کو کیا ہوا؟"

"میں یہ باتیں سن کر ڈر گیا ہوں۔۔۔ اس لیے کہ میں اس کا بھائی وں"۔ اس نے بتایا۔

"اگر آپ اس کے بھائی ہیں تو آپ اس کے ساتھ کیوں نہیں ئے تھے؟"

"م۔۔۔ میں۔۔۔ میں کیسے جاتا۔۔۔ اس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ ہال میں موجود رہوں"۔

"تو اب تو آپ کو پتا چل گیا نا۔۔۔ کہ اندر کیا ہونے والا ہے۔۔۔ آپ جائیں اور انہیں بچانے کی کوشش کریں"۔ کسی نے کہا۔

"ہاہاہا۔۔۔ یہ بے چارہ بچائے گا۔۔۔ سام سے انہیں۔۔۔ سام دنیا کا ین نشانہ باز۔۔۔ بہترین لڑاکا۔۔۔ اور کتنے ہی ایوارڈ جیتنے والا انسان ۔۔۔ یہ بے چارے کیا لڑیں گے اس سے"۔

"نن نہیں۔۔۔ میں تو خیر ویسے بھی اندر نہیں جا سکتا"۔

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میرے بھائی کی ہدایت یہی ہے"۔

"حد ہو گئی.... ارے بے وقوف.... اندر وہ ذبح ہو جائیں گے اور تم ہدایت کو لیے پھر رہے ہو"۔ کسی نے چیخ کر کہا۔

"ٹک.... کیا کیا جائے.... مجبوری ہے"۔

"حد ہو گئی.... اس میں مجبوری کیسی؟"

"ہم ایک دوسرے کی ہدایات کا بہت احترام کرتے ہیں.... لہٰذا میں نہیں جاؤں گا"۔

"تب پھر تم اپنے بھائی کی شکل اب بھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

"ٹک.... کیا واقعی؟"

"بالکل.... تو کیا اب تک تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں آیا۔"

"نہیں بالکل نہیں"۔

"تب پھر چند منٹ انتظار کرو"۔

اور پھر آدھ گھنٹے بعد اندرونی دروازہ کھلا۔

○☆○
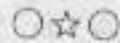
ہڑبونگ

منور علی خان باقی لوگوں کے ساتھ اندر پہنچے.... ادھر ادھر کا جائزہ لیا گیا.... آخر لڑکے نے ایک کمرے میں پہنچ کر پہلے تو کئی منٹ تک بغور دیکھا.... پھر کہا۔

"تہ خانہ اس کمرے کے فرش کے نیچے ہے.... میرا مطلب ہے.... اس کا راستا یہاں سے نکلے گا"۔

"تو پھر راستا تلاش کرو نا"۔ سام نے برا سا منہ بنایا۔

"او کے.... میں تلاش کر دیتا ہوں.... لیکن پھر آپ برا نہ مانئے گا"۔ لڑکا مسکرایا۔

"کیا کہا.... برا نہ مانئے گا.... حد ہو گئی"۔ انسپکٹر نے جھلا کر کہا۔

"کیا مطلب.... حد کیسے ہو گئی؟"

"ارے بھئی.... اگر تہ خانہ مل گیا تو ان کی تو ہو جائے گی ایسی کی تیسی.... بات صرف برا ماننے پر تو نہیں ختم ہو جائے گی.... پھر تو انہیں گرفتار کیا جائے گا.... ان پر مقدمہ چلے گا"۔

"نہیں چلے گا انسپکٹر صاحب"۔ سام مسکرایا۔

"کیوں.... کیوں نہیں چلے گا؟"

"کیا آپ میرے ہوٹل میں پہلی بار آئے ہیں؟"

"ہاں! ہے تو یہی بات.... میں اس شہر میں نیا آیا ہوں"۔

"اوہ.... تب تو ٹھیک ہے.... آپ کو بھلا میرے بارے میں کیا معلوم ہو سکتا ہے"۔

"ارے تو آپ بتا دیں نا"۔

"میرے بارے میں پہلے آپ اپنے آفیسر سے معلوم کر لیں.... وہ کیا کہتے ہیں.... کیونکہ ایسا نہ ہو کہ پھر آپ کو چھٹکارا حاصل نہ ہو سکے"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟"

"یہ آپ کو دھمکی دے رہے ہیں"۔ لڑکا بولا۔

"آپ چپ رہیں"۔ انسپکٹر نے منہ بنایا۔

"بہت بہتر"۔ لڑکے نے فوراً کہا۔

"بلکہ آپ تہ خانہ تلاش کریں"۔

"اس کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں"۔

"کیا مطلب؟" منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"تلاش کیے بغیر مجھے اس کا دروازہ نظر آ رہا ہے"۔

"کیا.... کیا کہا؟" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... مجھے نظر آ رہا ہے دروازہ"۔

"غلط.... بالکل غلط"۔ سام چلایا۔

"کہاں ہے وہ دروازہ انسپکٹر.... کیا آپ کو یہاں کوئی دروازہ نظر آ رہا ہے۔"

"نہیں بالکل نہیں"۔

"اور مسٹر منور علی خان.... آپ کو؟"

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"تو یہ لڑکا جھوٹ بول رہا ہے نا"۔

"نہیں بالکل نہیں"۔ منور علی خان کہا۔

"کیا کہا.... نہیں بالکل نہیں"۔ سام چلایا۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے.... دروازہ اگرچہ ہمیں نظر نہیں آ رہا ہے.... لیکن اگر یہ صاحب زادے کہ رہے ہیں تو پھر انہیں ضرور نظر آ رہا ہو گا"۔

"حد ہو گئی.... کہنے کو تو آپ ہیں مشہور شکاری اور باتیں کر رہے ہیں بچوں جیسی"۔

"ہر شکاری بچوں جیسی باتیں کرتا ہے.... جو شکاری بچوں جیسی باتیں نہ کرے.... وہ تو شکاری ہوتا ہی نہیں"۔

"پتا نہیں.... آپ کیا کہ رہے ہیں"۔ سام نے جھلا کر کہا۔

"آپ اس بات کو نہیں سمجھیں گے.... آپ اپنی بات کریں"۔

"کیا آپ لوگوں کو یہاں کوئی دروازہ نظر آ رہا ہے؟"

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"اور یہ صاحب زادے کہہ رہے ہیں کہ انہیں نظر آ رہا ہے"۔

"آپ دروازہ کھول کر دکھا دیں.... تاکہ سب کو معلوم ہو جائے.... کون سچا.... کون جھوٹا"۔

"اچھا"۔ لڑکے نے کہا اور ایک طرف بڑھا۔

اچانک دیوار میں ایک دروازہ نظر آنے لگا اور اس میں سے ٹھنڈک سی نکل کر کمرے میں آنے لگی۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا؟" سب لوگ دھک سے رہ گئے.... ادھر سام کا منہ مارے حیرت کے کھلا ہوا تھا۔

"مسٹر سام.... یہ کیا ہے.... آپ تو کہہ رہے تھے کہ یہاں کوئی تہ خانہ نہیں ہے"۔

"ہم ابھی بات کر لیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر سام نے دروازہ بند کر دیا۔

بڑھتی ہوئی ٹھنڈک میں فوراً کمی واقع ہو گئی۔

"یہ دراصل ایک سرد خانہ ہے.... کولڈ سٹور.... کھانے پینے کی چیزیں اس میں محفوظ رہتی ہیں اور یہ کوئی غیر قانونی چیز نہیں ہے"۔

"اوہو.... تو آپ نے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا کہ یہاں ایک کولڈ سٹور ہے.... پہلے تو آپ سرے سے تہ خانے کے ہی انکاری تھے"۔

"یہ تہ خانہ نہیں ہے.... کولڈ سٹور ہے"۔

"یہ جو کچھ بھی ہے.... اگر اس میں مردہ جانوروں کا گوشت ہے تو آپ مجرم ہیں"۔ انسپکٹر نے منہ بنایا۔

"پہلے آپ فون پر اپنے آفیسر سے بات کر لیں"۔

"مجھے ان سے بات کرنے کی ضرورت نہیں.... پہلے ہم اس کولڈ سٹور کو دیکھیں گے"۔

"نہیں.... ایسا نہیں ہو گا"۔ سام بولا۔

"کیا مطلب.... کیسا نہیں ہو گا؟"

"یہ آپ کا حصہ ہے.... اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ہزار روپے کے نوٹوں والے دو پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا؟"

"آپ کا صرف اس وقت کا حصہ.... اب آپ کو ہر ماہ حصہ ملا کرے گا"۔

"لل.... لیکن کس بات کا؟"

"مردار گوشت کا حصہ"۔

"کیا.... کیا کہا.... آپ واقعی مردار گوشت پکاتے ہیں؟"

"ہاں! اس میں شک نہیں"۔

"ارے باپ رے.... میں نے ابھی ابھی دو پلیٹ گوشت کھایا ہے"۔ انسپکٹر چلا اٹھا اور لگا ابکائیاں کرنے۔

"حد ہو گئی.... انسپکٹر صاحب.... وہ تو آپ کے پیٹ میں جا

چکا.... آپ نوٹ پکڑیں اور چلتے پھرتے نظر آئیں.... باہر موجود لوگوں سے کہ دیں.... کہ یہ لوگ مارے شرمندگی کے پچھلے دروازے سے ہوٹل سے چلے گئے ہیں.... کیونکہ یہاں کوئی تہ خانہ نہیں ملا.... صرف اتنا کہنے کے لیے میں آپ کو یہ دو پیکٹ دے رہا ہوں"۔

"اور.... اور آپ ان کا کیا کریں گے؟" انسپکٹر نے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"آپ کو اس سے کیا"۔

"نہیں.... پہلے بتائیں"۔

"بھئی میں ان کا چار ڈالوں گا.... لوگوں کو کھلاؤں گا.... اس سے پہلے بھی میں نے بہت سے لوگوں کا اچار ڈالا ہے.... کھلاؤں آپ کو بھی"۔

"نن نہیں.... نہیں.... نہیں"۔ انسپکٹر چلا اٹھا۔

"بس تو آپ چلتے پھرتے نظر آئیں"۔

"نہیں.... میں کسی انسان کے قتل میں حصے دار نہیں بن سکتا.... یہ پیکٹ آپ رکھیں.... مجھے ان کی ضرورت نہیں"۔

"تب پھر آپ کے آفیسر صلاہی صاحب بات کریں گے ابھی اور اسی وقت.... اگر تم نے ان سے بات نہ کی تو زندگی بھر پچھتاؤ گے"۔ سام کا لہجہ بدل گیا.... سرد ہو گیا۔

"کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہ لیں.... میرے بارے میں معلوم کر لیں.... کہیں غلط فہمی میں مارے نہ جائیں' آپ.... اب یہاں سے نہیں جا سکتے.... جائیں گے تو میری شرط مان کر"۔

"مم.... میں.... میں سمجھا نہیں"۔

"اپنے چاروں طرف دیکھ لیں؟"

اس نے خوف زدہ انداز میں چاروں طرف دیکھا.... اسے چاروں طرف پستول اپنی طرف تنے نظر آئے.... اب کمرے میں دس آدمی ہوٹل کے بھی موجود تھے.... وہ کب غیر محسوس انداز میں داخل ہوئے.... اسے پتا ہی نہ چلا۔

"یہ.... یہ سب کیا ہے؟"

"ایک طرف دو نوٹوں کے پیکٹ ہیں یعنی دو لاکھ روپے.... اور دوسری طرف موت ہے"۔

"عقل مند آدمی.... تم ان کا کیا کرو گے.... یہ جو ہوٹل کے گاہک ساتھ اندر آ گئے ہیں"۔ انسپکٹر نے جھلا کر کہا۔

"ان کی بات آپ مجھ پر چھوڑ دیں.... ان سے بات میں خود کر لوں گا.... آپ اپنی بات کریں"۔

"پہلے میں اپنے آفیسر سے بات کروں گا"۔

"ہاں ضرور.... یہ ہوئی نا بات"۔ سام مسکرایا۔

اور پھر اس نے خود نمبر ملا کر اسے موبائل تھما دیا۔

"ہاں.... بتائیں.... کیا بات ہوئی مسٹر سام"۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا۔

"سر! یہ میں ہوں.... انسپکٹر تنویر"۔

"ابھی ابھی تو سلسلہ ملنے پر میں نے مسٹر سام کی آواز سنی تھی"۔

"ہاں سر.... یہ بھی یہیں موجود ہیں.... یہاں ایک خوفناک صورت حال ہے.... میں ان حالات میں کیا کروں؟"

"تم صرف وہ کرو.... جس کا تمہیں مسٹر سام حکم دیں"۔

"کیا کہہ رہے ہیں سر.... یہ چند آدمیوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں.... ساتھ میں مجھے بھی"۔

"ارے تو تم کیوں قتل ہوتے ہو بے وقوف.... ان کی بات مان لو.... اور رقم لے کر چلے آؤ.... اور مسٹر سام سے میرا حصہ بھی لانا نہ بھولنا"۔

"سر.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... یہ چند لوگوں کی زندگی اور موت کا معاملہ ہے"۔

"ہو گا.... ہمیں کیا.... ہم تو لاشیں ملنے کے بعد کارروائی کریں گے نا.... اور ابھی تک ہمیں کوئی لاش نہیں ملی.... پھر ہم کیا کریں"۔

"آپ کو اطلاع مل چکی ہے سر.... کہ یہاں کیا خونی کھیل کھیلا جانے والا ہے"۔

"تو تم اس خونی کھیل میں کیوں شریک ہوتے ہو.... فوراً" میرے [illegible]ں چلے آؤ"۔

"نہیں سر.... یہ نہیں ہو سکتا.... میں نے آج تک رشوت نہیں [illegible]... اور پھر یہاں تو انسانی جانوں کا معاملہ ہے.... اس قدر خوفناک جرم [illegible]ے بارے میں تو میں سوچ بھی نہیں سکتا.... نہیں سر"۔ وہ چلا اٹھا۔

"اچھا ٹھیک ہے.... تم ریسیور مسٹر سام کو دے دو"۔

انسپکٹر نے لرزتے ہاتھوں سے فون سام کو دے دیا.... سام نے [illegible]لیس آفیسر کی بات سن کر کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر صلابی ایسا ہی ہو گا"۔ اس نے کہا اور فون بند [illegible]ردیا.... اب اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ ناچنے لگی۔

"پتا ہے.... آپ کے آفیسر مسٹر صلابی نے کیا کہا ہے؟"

"مجھے کیا پتا"۔

"یہ کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ اب اس بے وقوف انسپکٹر کو [illegible]ی ہلاک کرنا ہو گا"۔

"اوف.... نہیں.... نہیں"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"اب مجبوری ہے.... آپ نے میری پیشکش نہیں مانی.... اپنے [illegible]فیسر کا حکم نہیں مانا.... اب اگر میں آپ کو جانے دیتا ہوں تو آپ تو [illegible] "مزید پولیس لے کر آئیں گے اور مجھے گرفتار کر لیں گے.... میرے [illegible]دمیوں کو گرفتار کر لیں گے.... اس لیے میں کچھ نہیں کر سکتا"۔

انسپکٹر نے خوف زدہ نظروں سے اس لڑکے کی طرف دیکھا۔

"یہ تم نے مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا؟"

"آپ تو مصیبت سے نکل آئے ہیں... آپ کی ایمانداری … مجھے بہت خوشی ہوئی ہے"۔ لڑکا بولا۔

"لیکن اب یہ ایمان داری میرے کس کام آئے گی؟" انسپکٹر تنویر نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ایمان دار انسان کے کام نہیں آئے گی تو کس کے کام آ… گی"۔

"آخر کیسے... میرے چاروں طرف پستول تنے ہیں... ان کے ارادے ہرگز ہمیں چھوڑنے کے نہیں ہیں... ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"صبر... شکر... اور انتظار"۔ لڑکا بولا۔

"انتظار... کس بات کا؟"

"پیش آنے والے حالات کا"۔

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"بس... یہی کہ آپ فکر نہ کریں"۔

"اچھا... اب آپ کریں... جو کرنا ہے... اب میرے فکر کرنے نہ کرنے سے بھی کچھ نہیں ہو گا"۔ انسپکٹر تنویر نے … ہوئے کہا۔

"مسٹر منور علی خان... آپ کو کچھ لڑائی بھڑائی کا بھی تجربہ ہے یا … ہیں"۔

"ارے بھائی... میں تو ہاتھوں سے لڑتا ہوں... یہ تو ہیں ہلکے … انسان"۔ وہ ہنسے۔

"ٹھیک... لیکن... ان ہلکے پھلکے انسانوں کے ہاتھوں میں پستول … ہیں... جو کافی بھاری ہیں"۔

"ہاں ان کا مسئلہ ٹیڑھا ہے... ہم دو کے لیے... اتنے پستول... … آپ لوگ ہاتھوں اور پیروں سے نہیں لڑ سکتے"۔

"ہاں! کیوں نہیں... آپ کی اس خواہش کا میں احترام کر لیتا … پستول جیبوں میں رکھ لو بھئی... اور ہاتھوں پیروں سے ان کی … کرو"۔

"او کے سر... یہ اور مزے دار رہے گا"۔ ایک نے خوش ہو کر …

… اب ان سب نے پستول جیبوں میں رکھ لیے اور ان کی طرف …

"میں تو خیر ان کا مقابلہ کر لوں گا... لیکن بیچے... آپ کیا کریں …؟" منور علی خان بولے۔

"آپ میری فکر نہ کریں"۔

"اور انسپکٹر تنویر صاحب... آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"میں آپ کے ساتھ ہوں.... ان سے لڑوں گا"۔ اس نے کہا۔
"بہت خوب! آج کے دور میں آپ ایک اچھے پولیس آفیسر ہیں"۔
"مجبوری کی وجہ سے.... ایمان داری پر اتر آیا ہے"۔ سام نے
"نہیں.... ان کے لیے یہ زیادہ آسان تھا کہ آپ کی بات مان لیتے، دو لاکھ روپے مل رہے تھے.... لیکن انہوں نے وہ ٹھکرا دیے۔ اپنے آفیسر کا حکم بھی نہیں مانا.... ایسے آفیسر کی تو ہمیں قدر کرنی چاہیے"۔
"اب اگلے جہان جا کر قدر کرنا"۔ سام بولا۔
اتنے میں اس کے آدمی ان کے سروں پر پہنچ گئے.... منور علی خان نے ایک چھلانگ لگائی اور ان کے دوسری طرف پہنچ گئے... انھیں اس طرح اچھلتے دیکھ کر لڑکے نے بھی چھلانگ لگائی.... اور ان کی طرف سمت میں نظر آیا۔
انسپکٹر تنویر نے حیرت زدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھا.... دشمنوں کے سامنے وہ رہ گیا تھا.... اپنے سامنے دس کے قریب طاقت ور غنڈوں کو دیکھ کر اس کا رنگ اڑ گیا.... لیکن پھر بھی اس نے اس طرح پوزیشن لی جیسے باقاعدہ ان سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہو.... ایسے میں منور علی خان اور وہ لڑکا ان پر ٹوٹ پڑے.... اور ان کی ہڑبونگ مچا کر رکھ دی.... ان کے ہاتھ بجلی کی طرح چل رہے تھے۔

یہ دیکھ کر انسپکٹر تنویر کو بھی جیسے ہوش آ گیا اور ہوش کے ساتھ جوش آ گیا.... وہ بھی ان سے بھڑ گیا.... اب حیران ہونے کی باری سام کی تھی.... لمحہ بہ لمحہ وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کو پستول جیب میں رکھنے کا حکم دے کر غلطی کی تھی.... اچانک اس کی آواز ابھری۔
"بند کرو یہ دھینگا مشتی.... آخر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خود کو تھکائیں.... ہٹ جاؤ ایک طرف.... ان کے لیے تو میرا ایک پستول کافی ہے"۔
انہوں نے چونک کر دیکھا.... اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک پستول چمک رہا تھا.... انگلی گویا ٹریگر پر زور دینے کے لیے تیار تھی اور وہ اپنے ساتھیوں کے الگ ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔
پھر جونہی وہ ایک طرف ہوئے.... اس نے ایک فائر منور علی خان پر جھونک دیا۔

○☆○
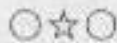
برے پھنسے

منور علی خان تڑ سے گرے... سام نے قہقہہ لگایا۔

"یہ کیسی رہی؟" اس نے بلند آواز میں کہا۔

"بہت اچھی"۔ منور علی خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! یہ کیا؟" سام دھک سے رہ گیا۔

"اب آپ بتائیں مسٹر سام! یہ کیسی رہی؟" لڑکا ہنسا۔

"اوہ ہاں.... واقعی.... تم لوگ عجیب ہو.... خیر.... میں اپنا پستول تو اب خالی کروں گا"۔ اس نے منہ بنایا۔

"ضرور.... ضرور.... شوق فرمائیں"۔ منور علی خان مسکرائے۔

اور پھر اس نے اپنا پستول ان دونوں پر خالی کر دیا.... ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا.... ایسے میں منور علی خان کی سرد آواز گونجی۔

"اب تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو.... ورنہ پھر میری باری آئے گی.... شوق فرمانے کی"۔

انہوں نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

"مسٹر تنویر.... آپ کے شکار حاضر ہیں"۔

"اوہ ہاں! مجھے انہیں گرفتار کرنا ہے"۔

"کیا فائدہ.... ادھر آپ انہیں پولیس اسٹیشن لے جائیں گے، ادھر ان کے سفارشی صاحب آپ کو فون کریں گے.... انہیں چھوڑ دیا جائے"۔

"نہیں وہ انسپکٹر نہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ جب تک وہ تحریری حکم نہیں دیں گے.... میں انہیں چھوڑوں گا.... اور اس وقت تک میں ان کے خلاف پرچہ تو کاٹ ہی چکا ہوں گا.... لہٰذا انہیں عدالت میں کھینچوں گا"۔

"اور اگر آپ کے آفیسر نے ویسے ہی آپ کا تبادلہ کر دیا یہاں سے"۔

"اوہ ہاں! وہ یہ کر آزما سکتے ہیں"۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"بس تو پھر جو ہم کہیں وہ کریں آپ"۔

"اور میں کیا کروں؟"

"انہیں اسی تہ خانے میں دھکا دے دیں.... یہ روزانہ دوسروں کو مردار گوشت کھلواتے رہے ہیں.... اب اس تہ خانے میں اپنی زندگی بچانے کے لیے کچا مردار گوشت کھا کھا کر پیٹ بھریں گے.... اور وہ بھی کب تک.... آخر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے.... کیونکہ گوشت

کھانے کے بعد پانی پینے کی بھی ضرورت ہے.... اور اس تہ خانے
میں پانی کا نل تو لگایا نہیں ہو گا"۔

"نن نہیں.... نہیں.... تم ایسا نہیں کر سکتے"۔ سام چلایا۔

"پہلے تو آپ بتائیں.... ہم ایسا کیوں نہیں کر سکتے"۔

"آپ باہر جا کر کیا بتائیں گے"۔

"یہی کہ تم لوگ پچھلے دروازے سے نکل گئے"۔ لڑکا ہنسا۔

"ہپ.... پاگل تو نہیں ہیں آپ"۔ منور علی خان نے بوکھلا کر
اس کی طرف دیکھا۔

"ہپ.... پتا نہیں"۔ لڑکا فوراً بولا۔

"کیا کہا.... پتا نہیں .... کس بات کا پتا نہیں؟"

"اس بات کا کہ میں پاگل ہوں یا نہیں.... اور میرا خیال یہ ہے
اس بات کا پتا تو کسی کو بھی نہیں ہوتا"۔

"کس بات کا پتا" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اس بات کا کہ وہ پاگل ہے یا نہیں"۔

"تم کچھ عجیب سی باتیں کر رہے ہو دوست.... ایسی باتیں تو
میرے دوستوں کے بچے کرتے ہیں"۔

"آپ کن کی باتیں کر رہے ہیں"۔

"انسپکٹر جمشید.... انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بچے اور شوکی
برادرز کی"۔

"اوہ.... تو کیا آپ تک ان کے بارے میں اطلاعات نہیں
پہنچیں"۔

"کک.... کیسی اطلاعات"۔

"وہ سب کے سب مارے جا چکے ہیں.... آپ یہ تفصیلات
اخبارات میں دیکھ سکتے ہیں"۔

"نہیں.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"یہ ٹھیک ہے"۔ سام نے زہریلے انداز میں کہا۔

"تم نے یہ بات بہت نفرت زدہ انداز میں کہی.... خیر تو ہے"۔

"مجھے ان سے نفرت تھی.... کئی بار انہوں نے میرے ہوٹل پر
چھاپہ مارا، اور مجھے گرفتار کر لیا.... اب جب کہ وہ مارے جا چکے ہیں تو
مجھے کسی کا خوف نہیں رہا.... لیکن حیرت اس لڑکے پر ہے.... اس نے
اس قدر جلد تہ خانہ کس طرح تلاش کر لیا"۔

"ایسے کام میں چٹکی بجاتے میں کر لیتا ہوں"۔ اس نے خوش
ہوتے ہوئے کہا۔

"اب ان کا کیا کرنا ہے؟" منور علی خان بولے۔

"وہی تہ خانہ.... چلو بھئی.... تم اپنے پیروں پر چلتے ہوئے تہ
خانے میں اتر جاؤ"۔

"نہیں نہیں.... ہم خود کو قانون کے حوالے کرنے کے لیے تیار
ہیں"۔

"وہاں تمہارے حمایتی تمہیں چھڑانے کے لیے تیار ہیں"۔ وہ بولا۔

منور علی خان نے پھر اسے گھورا۔

"اب آپ مجھے کیوں گھورنے لگے؟"

"تت... تم کون ہو؟"

"مم... میں... میں احمد ہوں... بتایا تو ہے آپ کو"۔

"اور ہاں واقعی... بتایا تو تھا تم نے"۔

"میرا خیال ہے... ہم قانونی طریقہ اختیار کرتے ہیں... اس کے بعد جو ہو گا' دیکھا جائے گا"۔ انسپکٹر تنویر نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"انہیں گرفتار کر کے لے جاتے ہیں... پھر حالات کا مقابلہ کریں گے... آپ میرے ساتھ چلیں"۔

"سرکاری آفیسرز کے مقابلے میں ہماری کیا چلے گی بھلا"۔

"آپ گواہی تو دیں گے... مسٹر صلاتی کو بتا تو سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے... ایسا ہی کر لیتے ہیں"۔

اور پھر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں... انہیں ساتھ لیے جب وہ ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے تو لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے... ان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت دوڑ گئی۔

"ارے یہ کیا... یہ تو انسپکٹر صاحب نے انہیں گرفتار کر لیا

ہے"۔

"ہاں جناب... اندر واقعی تہ خانہ موجود ہے... اور اس میں لوار گوشت کا ذخیرہ موجود ہے... آپ سب لوگ بھی دیکھ سکتے ہیں..."

"ارے ہاں... وہ مارا"۔ لڑکا اچھل پڑا۔

"اب تم نے کیا مار لیا دوست"۔

"ترکیب؟" اس نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی... انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"جی ہاں! وہ تو ہوتی ہی رہتی ہے... حد کا کام ہی کیا ہے... ہونا"۔

"یار تم تو کر دو گے مجھے پاگل... کہیں تم میں فاروق کی روح تو نہیں گھس آئی؟"

"فاروق... یہ آپ کس فاروق کی بات لے بیٹھے"۔

"جن کے بارے میں تم نے بتایا ہے کہ وہ مارے جا چکے ہیں"۔

"آپ پہلے اخبارات دیکھ لیں... ہوٹل کے ہیڈ بیرے سے نکلوا لیں... مسٹر سام... ہیڈ بیرے کو ہدایات دیں"۔

"اچھا"۔ اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا... پھر چونک کر بولا۔

"لیکن ہم تو پولیس اسٹیشن جا رہے ہیں؟"

"ہاں وہاں بھی جا رہے ہیں... لیکن کچھ دیر بعد"۔

"اچھا خیر" اس نے کہا اور ایک بیرے کو اشارہ کیا... وہ اس

کے نزدیک آ گیا۔

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں.... میں ابھی واپس آ جاؤں گا"۔

"وہ تو خیر ٹھیک ہے سر.... لیکن اب ہوٹل کا کیا ہو گا؟"

"کپڑے کی مارکیٹ بنا لیں گے اس کو.... کپڑا تو مردار گوشت سے تیار نہیں ہوتا نا"۔

"اوہ اچھا"۔ اس نے کہا اور چلا گیا۔

ادھر لڑکے نے کاؤنٹر کا رخ کیا اور جلدی جلدی فون کرنے لگا۔ اس نے پانچ چھے جگہ فون کیے.... اور پھر ان کے پاس آ گیا.... ادھر وہ اخبارات اٹھا لایا۔

"کیا خیال ہے.... ان اخبارات کو ساتھ ہی لے چلتے ہیں.... اب یہاں رک کر کیا کریں گے؟" سام بولا.... وہ بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ ادھر اس کے گاہک اٹھ اٹھ کر جا رہے تھے.... ان سے کوئی بل کا مطالبہ کرنے والا نہیں رہا تھا وہاں.... یوں بھی مردار گوشت کا بل کون مانگتا۔ اور پھر وہاں دس بارہ آدمی اندر داخل ہوئے.... یہ سب کے سب اخباری رپورٹر تھے.... اس لڑکے نے دراصل انہی کو فون کیا تھا۔ اندر آتے ہی ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہمیں یہاں سے کس نے فون کیا تھا؟"

"میں نے"۔ لڑکے نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میرا نام احمد ہے.... میں ان کا ساتھی ہوں.... آپ انہیں تو ضرور جانتے ہوں گے"۔

"ارے یہ.... یہ تو دنیا کے مشہور شکاری منور علی خان ہیں"۔

"جی ہاں.... انہوں نے اور میں نے مل کر اس ہوٹل میں ایک تہ خانہ دریافت کیا ہے.... اس تہ خانے میں مردار گوشت کا ایک ذخیرہ موجود ہے"۔

"کیا"۔ وہ چلائے۔

"آپ خود آنکھوں سے دیکھ لیں.... اور اس تہ خانے میں زندہ انسانوں کو قید بھی کیا جاتا رہا ہے.... بلکہ قید میں جب وہ لوگ مر جاتے ہیں تو یہ انہیں گٹر میں بہاتے رہے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"یہ جھوٹ ہے.... بکواس ہے.... ان دونوں کی سازش ہے"۔

"ہائیں.... تو کیا یہ مردار گوشت خود اپنے کندھوں پر لاد کر لائے تھے؟" ایک اخباری نمائندے نے کہا۔

سام ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"آپ نے جواب نہیں دیا، مسٹر سام"۔

"جواب.... ہاں ضرور کیوں نہیں.... جواب بھی دوں گا.... پہلے انہیں اپنی کارروائی کرنے دیں.... پھر میں آپ سب کو جواب دوں گا...."

جس اخبار نے بھی میرے خلاف کچھ لکھا۔ کل اس کا انجام سب دیکھیں گے"۔

"یہ تو دھمکی ہے۔۔۔ صاف دھمکی"۔ ایک رپورٹر بولا۔

"ہاں! یہ دھمکی ہے۔۔۔ اس کو بھی نوٹ کر لیں۔۔۔ تم سب مل کر میرا بال بیکا نہیں کر سکو گے"۔

"ہمیں آپ کا بال بیکا کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔ کیا خیال ہے؟"

"حد ہو گئی"۔ سام نے چلا کر کہا۔

"وہ تو خیر ابھی اور ہو گی۔۔۔ آپ لوگ پہلے تو تہ خانے کا معائنہ کر لیں۔۔۔ آئیے ہم دکھاتے ہیں آپ کو۔۔۔ انسپکٹر صاحب۔۔۔ آپ ان کا خیال رکھیے گا۔۔۔ یہ فرار ہونے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں"۔

"اس صورت میں انہیں شوٹ کر دوں گا"۔ انسپکٹر تنویر نے کہا۔

"نہ۔۔۔ نہ۔۔۔ آپ ایسا نہ کریں"۔ ایک رپورٹر بولا۔

"کیوں جناب۔۔۔ اگر یہ بھاگنے کی کوشش کریں تو میں ایسا کیوں نہ کروں"۔

"اس لیے کہ اس طرح آپ خود مصیبت میں گھر جائیں گے"۔

"کوئی پرواہ نہیں"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر وہ سب تہ خانہ دیکھنے چلے گئے۔ انہوں نے تہ خانے کی تصاویر بھی لیں اور باہر آ گئے۔

"اندر تہ خانے میں تو واقعی مردار گوشت موجود ہے۔۔۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟"

"آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ وہ بالکل تازہ گوشت ہے"۔ سام مسکرایا۔

"کیا کہا۔۔۔ وہ گوشت تازہ ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"تب پھر اب یہاں ڈاکٹر حضرات کو بلایا جائے گا۔۔۔ انسپکٹر صاحب۔۔۔ کیا آپ کسی سرکاری ڈاکٹر کو یہاں بلا سکتے ہیں"۔

"فون کر دیتا ہوں"۔

"نہیں۔۔۔ ایک منٹ ٹھہریں۔۔۔ میں فون کرتا ہوں"۔ لڑکا بولا۔

پھر ڈاکٹر صاحب وہاں پہنچ گئے۔۔۔ انہوں نے گوشت کا معائنہ کیا اور بولے۔

"یہ تو مردار گوشت ہے"۔

"آپ سرٹیفکیٹ لکھ دیں"۔

"بہت بہتر"۔

"سوچ سمجھ کر سرٹیفکیٹ لکھئے گا۔۔۔ ڈاکٹر صاحب"۔ سام نے ڈاکٹر کو بھی دھمکی دی۔

"کیا مطلب... کیا آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟"

"بالکل... کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے"۔ سام ہنسا۔

"یہ... آپ لوگ دیکھ رہے ہیں"۔ ڈاکٹر نے سہم کر کہا۔

"جی ہاں! لیکن آپ فکر نہ کریں... کھسیانی بلی کھمبا نہیں نوچے گی تو اور کیا کرے گی... یہ بے چارے کچھ کرنے کے قابل نہیں... بس دھمکیاں دینے کے قابل رہ گیا ہے"۔

"اوہ اچھا خیر... یہ رہا سرٹیفکیٹ... کیا اب میں جا سکتا ہوں... مجھے بہت مریض دیکھنے ہیں"۔ وہ بولا۔

"ہاں ضرور"۔

"لیکن کل اپنی حفاظت کرنا"۔ سام بولا۔

"کیا مطلب؟"

"کل میں تمہارے پاس آؤں گا... اور اس وقت تم سے آٹے دال کا بھاؤ پوچھوں گا"۔

"اس کے لیے کل آنے کی کیا ضرورت ہے... ابھی پوچھ لیں... ایک دن میں کوئی اتنے بھاؤ نہیں چڑھ جائیں گے"۔

"سمجھ لوں گا... بس حوالات پہنچنے کی دیر ہے... ادھر میں وہاں پہنچوں گا... ادھر میری رہائی کے احکامات آپ کو مل جائیں گے"۔

"وہ ایسا کون سا مجسٹریٹ ہے... جو آپ کی ضمانت لے گا... بغیر دیکھے اور پوچھے کہ تمہارا جرم کیا ہے... تم پر الزام کیا ہے"۔

"ایسے بے شمار مجسٹریٹ اور جج ہیں"۔

"بھئی اس کی باتیں بہت لمبی چوڑی ہیں... میرا مطلب ہے... ڈینگیں بہت ہانک رہا ہے"۔

"اس کی ڈینگیں نکل جائیں گی... آپ فکر نہ کریں"۔ انسپکٹر تنویر نے کہا۔

اور آخر کار وہ وہاں سے پولیس اسٹیشن پہنچے... لیکن وہ لمحہ بھی انہیں چونکا دینے کے لیے کافی تھا... وہاں ایک مجسٹریٹ چند آدمیوں کے ساتھ خود موجود تھا۔

"مسٹر سام کی ضمانت ہو چکی ہے... آپ فوراً ان کی ہتھکڑیاں کھول دیں"۔

"کس نے ضمانت دی اور کس سلسلے میں؟" لڑکا بولا۔

منور علی خان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا... ان کا دل دھک دھک کرنے لگا... ویسے راستے میں وہ اخبارات پڑھ چکے تھے... ان میں ان کے مرنے کی خبریں واضح طور پر درج تھیں... لیکن یہ خبریں پڑھ کر وہ ذرا بھی فکرمند نہیں ہوئے تھے... کیونکہ ایسی خبریں وہ پہلے بھی بہت مرتبہ پڑھ چکے تھے۔

"حد ہو گئی یعنی کہ"۔ مجسٹریٹ نے بھنا کر کہا۔

"کیوں جناب! یہ حد کس سلسلے میں ہو گئی؟" لڑکا بولا۔

"آخر یہ ایسا کون سا کیس ہے... جس میں ضمانت نہیں لی...

سکتی تھی"۔

"پہلے آپ سن لیں"۔

"آپ کچھ نہ سنیں سر.... تعمیل کروائیں.... اب یہ مجھے ایک منٹ بھی گرفتار نہیں رکھ سکتے"۔

"یہ کاغذات وصول کریں.... اور ہتھکڑیاں کھول دیں.... ورنہ یہ توہین عدالت کا کیس بن جائے گا"۔

"آپ دوسرے فریق کی بات سنے بغیر کس طرح ضمانت لے سکتے ہیں؟"

"میں لے سکتا ہوں.... سینئر مجسٹریٹ ہوں"۔ وہ چلا اٹھا۔

عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی.... انہوں نے دیکھا' ایک لمبا چوڑا پولیس آفیسر چلا آ رہا تھا.... اس کے چہرے پر غصہ ہی غصہ تھا۔

"یہ یہاں کیا تماشا ہو رہا ہے.... ارے.... یہ کیا.... مسٹر سام.... آپ کے ہتھکڑیاں کس نے لگائیں"۔

"اس نے.... آپ کے انسپکٹر نے"۔

"کھولو.... جلدی"۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"آپ کی تعریف؟" لڑکا پرسکون انداز میں بولا۔

"ارے.... تم انہیں نہیں جانتے.... یہ ہیں مسٹر صلابی.... میرے آفیسر.... ڈی ایس پی صاحب"۔

"اوہ اچھا.... مسٹر صلابی کیا آپ کو ان لوگوں کا جرم معلوم ہے؟"

"نہیں.... اور نہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے.... میں تو بس ایک کام جانتا ہوں کہ آپ انہیں فوراً رہا کر دیں"۔

"او کے سر.... آپ تحریر لکھ کر دے دیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں.... ان کی ضمانت ہو چکی ہے.... اور یہ اب انہیں گرفتار رکھ ہی نہیں سکتے"۔ مجسٹریٹ نے فوراً کہا۔

صلابی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا.... پھر خوش ہو کر بولا۔

"بہت خوب.... یہ اچھی بات ہے"۔ صلابی ہنسا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں؟"

"یہی کہ ہم انہیں ابھی بھی نہیں چھوڑیں گے"۔ احمد بولا.... جب کہ تنویر اب پریشان ہو چکا تھا.... اسے کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں"۔ احمد نے اسے تسلی دی۔

اور پھر لڑکے نے کسی کے نمبر ملائے۔

"یہ آپ کسے فون کر رہے ہیں؟"

"آئی جی صاحب کو"۔

"وہ کیا کر لیں گے.... ضمانت عدالت لی ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... حالات تو ان کے سامنے آ جائیں گے نا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور آخر کار وہاں آئی جی صاحب بھی آ گئے... انھوں نے حیران
ہو کر منور علی خان کو دیکھا۔
"مسٹر منور علی خان... آپ... لیکن مجھے فون تو غالباً"...
"میں نے کیا تھا جناب"۔ احمد نے فوراً کہا۔
"نہیں... وہ تو فون آپ نے تو خیر ہرگز نہیں کیا تھا؟" آئی جی
حیران ہو کر بولے۔
"تب پھر کس نے کیا تھا؟" لڑکا بولا۔
"میرے ایک واقف نے... خیر... اس بات کو چھوڑیں... یہاں
معاملہ کیا ہے؟"
سارا معاملہ ان کے سامنے لایا گیا... وہ سوچ میں ڈوب گئے...
پھر مجسٹریٹ کی طرف مڑے۔
"کیا آپ کا طریقہ درست ہے جناب؟"
"بالکل"۔ اس نے کہا۔
"او کے... انھیں رہا کر دیا جائے"۔
"وہ مارا"۔ سام چلایا۔
"یہ آپ نے کیا کہا سر؟" منور علی خان بولے۔
"ہم عدالت کا احترام کریں گے"۔ آئی جی بولے۔
"جو آپ کا حکم"۔
اور ان کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں... پھر وہ تھانے سے نکل

آئے... آئی جی صاحب نے منور علی خان ہاتھ تھام رکھا تھا... باہر آ کر
وہ ان کی طرف مڑے... اور بولے۔
"آپ نے مجھے فون کیا تھا؟"
"جی ہاں"۔ احمد نے کہا۔
"تب تم فاروق ہو"۔
"جی... فاروق... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔
"بالکل یہی بات کہنے کو میرا جی چاہ رہا تھا"۔
"اور میں فاروق کی آواز سن کر ہی تو دوڑا آیا ہوں"۔ آئی جی
مسکرائے۔
"آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟"
"اگر اس میں کوئی مصلحت ہے... تو خیر ہے"۔
"میں اپنے ہوٹل جا رہا ہوں... آپ کا کیا پروگرام ہے؟"
"اب ہم اس ہوٹل میں کس طرح جا سکتے ہیں"۔ منور علی خان
بولے۔
"ہاں! یہ بھی ہے... آخر کھائیں گے کیا؟"
"ہوٹلوں کے گوشت... ہم پہلے ہی نہیں کھاتے... دال اور
سبزی کھاتے ہیں"۔ لڑکا بولا۔
"میں کیا کروں؟" آئی جی بولے۔
"آپ دفتر چلیں"۔

"سسام بہت خطرناک ہے.... بڑے بڑے لوگ اس کی پشت پر
ہیں.... لہٰذا آپ لوگوں کو بچ کر رہنا ہو گا.... رہا ہونے کے بعد وہ سیدھا
ہوٹل جائے گا.... لہٰذا اس کے ہوٹل کا رخ تو ہرگز نہ کریں"۔
"بہت بہتر.... لیکن ہمیں وہاں سے اپنا سامان تو لینا ہو گا"۔
"گولی مارو سامان کو.... اب ہرگز ادھر کا رخ نہ کریں"۔
"اچھا.... ہم کسی اور ہوٹل میں جا رہے ہیں"۔
"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... بلکہ میں تو کہتا ہوں.... آپ لوگ
میرے ہاں چلے چلیں"۔
"شکریہ سر.... یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں.... ہمیں اپنا
کام کرنا ہے"۔
"اچھا خیر"۔
اور وہ چلے گئے۔
"اب ہم کیا کریں؟"
"ہم ہوٹل البراٹو میں جائیں گے.... اپنا سامان نہیں چھوڑ
سکتے"۔ منور علی خان بولے۔
"میرا بھی یہی خیال ہے"۔
وہ ہوٹل میں داخل ہوئے.... فوراً" ہی ان پر ایک جال گرا۔
وہ جال میں الجھ کر رہ گئے.... ساتھ ہی انہوں نے سسام کا قہقہہ سنا۔
"آ گئے نا جال میں.... میں جانتا تھا.... تم دونوں واپس ضرور آ

گے"۔
"کوئی بات نہیں"۔
"اب بھی تو وہی تہ خانہ مقدر بنا آپ کا"۔
"اللہ مالک ہے"۔
"اب میں مزید مہلت نہیں دے سکتا.... انہیں.... ان لوگوں کو
فوراً" جال سمیت تہ خانے میں ڈال دو"۔ اس نے حکم دیا۔
بیروں نے انہیں جال سمیت اٹھایا اور تہ خانے کی طرف چلے۔
"برے پھنسے"۔ منور علی خان بولے۔
"کوئی بات نہیں"۔
"اب بھی تم یہ کہہ رہے ہو کہ کوئی بات نہیں"۔
"اب میں اور کیا کہوں"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔
"اس میں شک نہیں.... کہ تم ایک دلیر اور بہادر لڑکے ہو....
کاش تم فاروق ہوتے"۔
"آپ بار بار فاروق کا نام لے رہے ہیں.... یہ چکر کیا ہے؟"
لڑکا بولا۔
"تہ خانے میں چل کر بتاؤں گا"۔ منور علی خان مسکرائے۔
"کیا بتائیں گے؟"
"فاروق کے بارے میں اور کیا"۔
"جال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل

ہے"۔

"کیا واقعی... آخر تم ہو کیا؟"

"چلیے... ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میں ہوں کیا"۔

جونہی وہ تہ خانے میں داخل ہوئے... زور سے اچھلے۔

○☆○

پھر دھماکا

کمرے میں ایک عجیب سا آدمی بیٹھا تھا... اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی... سام اسے دیکھ کر غرایا۔

"کون ہو تم... اور یہاں کیا کر رہے ہو... بلکہ تم یہاں آئے کیسے؟"

"دروازے سے"۔ اس کی آواز ابھری۔

آواز سن کر وہ اور حیران ہوئے... اس قدر باریک آواز انہوں نے شاید پہلی بار سنی تھی۔

"اوہو... تمہیں ہوٹل میں کس نے داخل ہونے دیا؟" سام چلا اٹھا۔

"بیروں نے"۔ وہ بولا۔

"واہ... کیا جواب ہے"۔ لڑکا بولا۔

"ابھی اور سنو گے بچے"۔ وہ اس سے بولا۔

"شش... شکریہ"۔ لڑکے نے فوراً کہا۔

"بے چارے شکریے کے دو ٹکڑے کر دیے"۔ عجیب سے آدمی

نے منہ بنایا۔

"کک.... کیا طلب؟" منور علی خان زور سے اچھلے۔

"اس قدر اچھلنا اچھا نہیں"۔ اس آدمی نے ہنس کر کہا۔

"لل.... لیکن"۔ منور علی خان گڑبڑا گئے۔

"کیا ہوا؟" وہ بولا۔

"میں شکاری ہوں.... میں تو ساری عمر اچھلتا کودتا رہا ہوں.... میرا مطلب ہے جنگلوں میں"۔

"وہ اچھلنا کودنا اور بات ہے.... یہ اچھلنا کودنا اور"۔

"اب میں یہاں اچھلنے کودنے پر لیکچر تو سننے سے رہا"۔ منور علی خان نے منہ بنایا۔

"تو نہ سنیں.... ان سے میری باتیں سنیں"۔ اس نے سام کی طرف دیکھا۔

"میں ابھی بیروں کی فوج کو بلاتا ہوں.... وہ تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیں گے"۔ سام بولا۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... وہ بے چارے تو مجھے اندر داخل ہونے سے نہیں روک سکے.... اٹھا کر مجھے کیا پھینکیں گے"۔

"آخر وہ کیوں نہیں روک سکے؟"

"انہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے.... ان سے پوچھنے میں زبان گھستی ہے کیا؟"

"ابھی لو"۔ یہ کہہ کر سام نے دیوار میں لگا گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ فوراً" ہی ہیڈ بیرا اندر آ گیا.... اس کی شکل پر اڑھائی بج رہے تھے۔

"کیا ہوا تمہیں.... کیوں بخار چڑھا ہوا ہے"۔

"سر.... میں سر"۔ وہ گڑبڑا گیا۔

"کیا ہو گیا ہے بھئی؟"

"سر! آپ نے مجھے ان صاحب کے بارے میں پوچھنے کے لیے بلایا ہے نا"

"ہاں بالکل! یہ کون صاحب ہیں.... اور تم نے انہیں اندر کیوں آنے دیا.... میرا مطلب ہے یہاں.... گاہک کی حیثیت میں یہ ہال تک تو آ سکتے تھے"۔

"یہی تو عجیب بات ہے سر"۔

"آخر کیا.... کچھ بتاؤ بھی تو"۔

"جب یہ اندر داخل ہونے لگے.... تو بیروں کو جیسے سانپ سونگھ گیا.... یہ سیدھے ہال میں سے گزر کر اندر جانے لگے.... لیکن کسی میں یہ جرأت نہ ہوئی.... کہ ان سے پوچھ لیتا.... یہ اندر کہاں جا رہے ہیں.... یہ رہائشی حصہ نہیں ہے.... پرائیویٹ حصہ ہے.... لیکن ہم میں سے کوئی ان سے نہیں پوچھ سکا"۔

"یہی میں پوچھنا چاہتا ہوں.... آخر کیوں؟"

"آپ پوچھ کر دکھا دیں"۔ ہیرے نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب.... یہ تم مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو؟"

"آپ زیادہ سے زیادہ نوکری سے نکال دیں گے نا.... اور اس سے زیادہ کیا کریں گے"۔

"ہائیں ہائیں.... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"میں نے کہا نا.... پہلے آپ تو پوچھ کر دکھائیں ان سے.... یہ کون ہیں.... یہاں اندر کس طرح گھس آئے"۔

"ان سے پوچھ چکا"۔ سام بڑبڑایا۔

"تب پھر.... انہوں نے کیا بتایا؟"

"کہتے ہیں اپنے ہیروں سے پوچھیں.... ہیروں سے پوچھ رہا ہوں تو وہ الٹا سیدھا جواب دے رہے ہیں.... آخر یہ سب کیا چکر ہے؟"

"الٹ پلٹ ہوتا نظر آ رہا ہے"۔ احمد مسکرایا۔

"کیا مطلب.... ارے یہ کیا.... تم ان صاحب سے ذرا خوف زدہ نظر نہیں آ رہے"۔

"ان سے خوف زدہ ہونے کی بات ہمیں تو ان میں نظر نہیں آ رہی"۔

"کک.... کیا مطلب.... تب پھر.... میں کیوں خوف محسوس کر رہا ہوں"۔

ہاہاہا"۔ ہیڈ ہیرے نے قہقہہ لگایا۔

"کیا ہوا تمہیں؟" سام چلایا۔

"اب آپ خود مان گئے ہیں کہ آپ انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ہیں.... اگر ہم خوف زدہ ہو گئے تو ہمیں مجرم ٹھہرا رہے ہیں.... یہ انصاف تو نہ ہوا"۔

"اچھا بابا.... مان گیا میں.... اب ذرا مجھے ان سے بات کرنے دو"۔ یہ کہہ کر سام اس کی طرف مڑا۔

"مہربانی فرما کر آپ بتائیں.... کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ یہ ہوٹل میرے ہاتھ بیچ دیں.... یوں بھی اب اس کی بہت بدنامی ہو چکی ہے.... گاہک تو اب کوئی آئے گا نہیں یہاں.... اس وقت بھی ہال میں الو بول رہے ہیں"۔

"کک.... کیا کہا.... ہال میں الو بول رہے ہیں.... ایک منٹ.... میں ابھی آتا ہوں"۔ احمد نے بے چین ہو کر کہا۔

"کہاں چل دیے؟" منور علی خان نے جل کر کہا۔

"الو دیکھنے جا رہا ہوں"۔

"ارے بابا.... یہ محاورۃ" الو بول رہے ہیں.... وہاں سچ مچ الو تو نہیں ہیں"۔

"اوہ! میں تو خوش ہو گیا تھا"۔ احمد نے مایوس ہو کر کہا۔

"کیا تم الو دیکھنے کے لیے اس قدر بے چین ہو"۔ منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"جی.... جی ہاں.... بہت تعریف سننے میں آتی ہے اس کی"۔

"میرے ساتھ چلنا.... اتنے الو دکھاؤں گا.... اتنے الو دکھاؤں گا.... کہ تم خود کو الو سمجھنے لگو گے"۔

"خیر یہ تو نہیں ہو گا"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا نہیں ہو گا"۔

"یہ کہ میں الوؤں کو دیکھ کر خود کو الو محسوس کرنے لگوں.... اور یہ اس لیے نہیں ہو گا کہ میں تو پہلے ہی خود کو الو خیال کرتا ہوں"۔

"حد ہو گئی"۔ عجیب آدمی نے جھلا کر کہا۔

"کیا ہوا؟" منور علی خان نے فوراً" کہا۔

"کچھ نہیں.... مجھے ان سے بات کرنے دیں.... ہاں تو آپ یہ ہوٹل فروخت کر رہے ہیں یا نہیں"۔

"بالکل.... بالکل"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"تب پھر لگایئے اس کے دام"۔

"آپ.... آپ خود ہی لگا لیں"۔

"تین روپے"۔

"کیا کہا.... تین روپے کا ہوٹل"۔

"ہاں.... ساز و سامان اور بیروں سمیت.... میں یہ ہوٹل تین روپے کا خریدنے کے لیے تیار ہوں اور اگر یہ رقم کم محسوس ہوتی ہے.... تو زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین روپے کا لے سکوں گا"۔

"ٹھیک ہے.... مجھے یہ سودا منظور ہے"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر"۔ ہیڈ بیرا چلایا۔

"تم چپ رہو یہ میری چیز ہے"۔

"اس میں شک نہیں"۔

"تمام بیروں کو بلا لو.... اس تہ خانے کو خالی کر دیں.... اس کو رجوک کر صاف کر دیں.... یا اس کو بالکل بند کرا دیں.... اب ہم اس وٹل کو نئے سرے سے چلائیں گے"۔

"نئے سرے سے.... کیا مطلب؟" سام نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ میرا مسئلہ ہے"۔ وہ بولا۔

"او کے.... آپ پہلے مجھے فارغ کر دیں"۔

اس عجیب آدمی نے جیب میں ہاتھ ڈالا.... منور علی خان' احمد رباقی بیرے حیرت زدہ انداز میں اس سودے بازی کو دیکھ رہے تھے.... ب اس عجیب آدمی کا ہاتھ باہر آیا تو وہ اور حیران ہوئے.... اس کے تھ میں ایک پانچ روپے کا نوٹ تھا.... نوٹ حد درجے پرانا اور کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔

"یہ لو.... ڈیڑھ روپیہ واپس دے دو"۔

"ہم.... میرے پاس تو ٹوٹے ہوئے پیسے نہیں ہیں"۔

"یہ برا ہوا! اب میں تم سے ڈیڑھ روپیہ کیسے واپس لوں گا.... ے ہاں.... تم اپنے بیروں سے اس نوٹ کو کیوں نہیں تڑوا لیتے"۔

"نہیں جناب! میں یہ پانچ روپے کسی کو نہیں دے سکتا... یہ ایک ہوٹل کی قیمت ہیں"۔

"غلط... یہ سارا نوٹ ہوٹل کی قیمت نہیں... اس میں سے صرف ساڑھے تین روپے"۔

"اوہ ہاں! میں غلط کہہ گیا... اچھا ٹھہریں... میں کوشش کرتا ہوں"۔

"لیکن... ذرا خلوص سے کوشش کرنا... آج کل جو کوشش بھی کی جاتی ہے... وہ خلوص سے خالی ہوتی ہے"۔

سام نے برا سا منہ بنایا... جیبوں کی تلاشی لی اور بہت کوشش کے بعد ایک روپیہ نکل سکا... باقی نوٹ بڑے بڑے تھے۔

"آپ اس سے کام نہیں چلا سکتے"۔

"خیر... یوں ہی سہی"۔ اس نے نوٹ لے لیا۔

"اب میں اجازت چاہتا ہوں"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔

"میں اپنا سامان لے سکتا ہوں... ذاتی سامان"۔

"ہاں ضرور... کیوں نہیں... ارے ہاں رسید لکھ دیں کہ آپ نے یہ ہوٹل چار روپے میں فروخت کر دیا ہے... یہیں بیٹھ کر رسید لکھ دیں"۔

"اچھا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"کیا اب ہم جال سے باہر آسکتے ہیں"۔ احمد نے بھنا کر کہا۔

"اوہ! مجھے خیال نہیں رہا... ویسے تم دونوں اگر چاہو تو اس ہوٹل میں بطور بیرا ملازمت کر سکتے ہو... وہ عجیب آدمی پہلی مرتبہ مسکرایا۔

"کیا کہا"۔ احمد نے چیخ کر کہا۔

"اس قدر بلند آواز میں بات نہ کریں... میں ذرا ڈرپوک واقع ہوا ہوں"۔

"کیا کہا... ڈرپوک اور آپ"۔ منور علی خان بولے۔

"ہاں! ڈرپوک اور میں"۔ وہ مسکرایا۔

ادھر سام بیٹھا رسید لکھ رہا تھا۔

"ہاں جناب! آپ کا نام"۔

"بھئی کچھ بھی لکھ دو"۔

"نہیں جناب! آپ کا نام ہی لکھنا ہو گا"۔

"اچھی بات ہے... جان عالم لکھ دیں"۔

اس نے رسید لکھی... دستخط کیے... اور کاغذات ان کے حوالے کرتا ہوا اٹھ گیا۔

"میں جا رہا ہوں... میرے ساتھ کسی بیرے کو بھیج سکتے ہیں... تاکہ وہ دیکھ لے میں صرف اپنا سامان لے جا رہا ہوں"۔

"اس کی ضرورت نہیں... جونہی تم کسی اور چیز کو ہاتھ لگاؤ

گے... ہاتھوں کی حرکت بند ہو جائے گی"۔

"اوہ... اوہ"۔ اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"کیا واقعی ایسا ہو گا"۔

"تجربہ کر کے دیکھ لیجیے گا"۔

سام چلا گیا۔

"تم لوگوں کو اس تہ خانے کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں' ان پر عمل کرو... ان دونوں کو اس جال سے نکال دو"۔

انھیں جال سے رہائی مل گئی... اب اس نے کہا۔

"آیئے میرے ساتھ"۔

وہ انھیں رہائشی حصے کے ایک کمرے میں لے آیا... یہاں کچھ اور لوگ بھی تھے... منور علی خان نے جلدی جلدی انھیں گنا... پھر چونک کر بولا۔

"ہوں تو میرا اندازہ درست تھا"۔

"اپنا اندازے کو زبان پر لانے کی ضرورت نہیں"۔ عجیب آدمی نے کہا۔

"لیکن مجھے"۔ منور علی خان کہتے کہتے رک گئے... کیونکہ اسی وقت اس نے انھیں ٹوک دیا تھا۔

"پھر وہی"۔

"اوہ اچھا... لیکن یہ کیسے ہو گیا... میں نے تو سنا تھا"۔

"آپ نے جو سنا تھا... اس کی بات چھوڑیں... ہمیں بس اپنا کام کرنا ہے... ذہن میں آنے والے سوالات کا گلا گھونٹتے چلے جائیں"۔

"اوہ اچھا"۔ انھوں نے سر ہلایا... ایسے میں ایک دوسرے صاحب بولے۔

"لیکن مارے بے چینی کے ان کا برا حال ہے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"ظاہر ہے... وہ تو ہو گا"۔

"تب پھر... کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ان کی بے چینی دور کر دی جائے"۔

"اس... اس کی واقعی ضرورت ہے"۔ منور علی خان فوراً بولے۔

اب وہ سب ایک اور کمرے میں آ گئے... اس کمرے میں عجیب و غریب چیزیں رکھی ہوئی تھیں... یوں لگتا تھا جیسے وہ کمرہ کسی جادوگر کا کمرہ ہو"۔

"یہ... یہ کیسا کمرہ ہے؟"

"ظاہر ہے... یہ جادوگروں کا کمرہ ہے... لیکن حقیقت میں یہ ایک مسلمان کا کمرہ ہے"۔

"آپ... آپ کا مطلب ہے... کوئی جادوگر مسلمان نہیں ہو سکتا"۔

"جو آدمی ہر وقت حرام کام کرے... وہ مشکل سے ہی مسلمان کہا جا سکتا ہے"۔

"ہوں... خیر... مطلب یہ کہ یہ کرو کسی جادوگر کا نہیں"۔

"نہیں... اب میں آپ کو تفصیل سے ساری بات بتاتا ہوں"۔

"اور یہ تفصیلی بات چیت کوئی نہیں سنے گا"۔

"نہیں... اس کمرے کی آواز باہر نہیں جا سکتی... کوئی کتنا ہی زور لگا لے... آواز نہیں سنی جا سکے گی... اس کا انتظام کر لیا گیا اور یہ کہ اس انتظام میں ہمارے کئی دن لگ گئے ہیں"۔

"تب پھر میں اعلان کرتا ہوں... میں اپنوں کے درمیان ہوں"۔ منور علی خان بولے۔

"یہ بات تو اب پرانی ہو چکی"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی... وہ عجیب آدمی کے روپ میں تھے۔

"پھر بھی میں کہنے پر خود کو مجبور پا رہا تھا"۔

"اچھا خیر... کوئی بات نہیں"۔

اب انہیں سارے حالات تفصیل سے سنائے گئے۔

"اور وہ سمندر میں غرق ہونے والی کہانی؟" منور علی خان بولے۔

"ہم نے وہ لڑائی... اپنے ایک دیکھے بھالے جزیرے کے پاس لڑی تھی... اور ہمیں اندازہ تھا کہ جونہی آب دوز کے پرخچے اڑیں گے... ہم تیر کر اس جزیرے تک جا سکیں گے... لہٰذا اس کے پرخچے اڑنے سے پہلے ہی ہم غوطہ خوری کے لباس میں آب دوز سے نکل آئے تھے... اس کے فوراً بعد وہ ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی... لہٰذا انہوں نے خیال کیا کہ آب دوز کے ساتھ ہمارے بھی ٹکڑے ہو گئے... پھر ہم اس جزیرے پر چلے گئے"۔

"یہاں تک تو ٹھیک ہے... لیکن تویا کو کیوں نہیں پتا چلا... جزیرے پر آنے کے بعد تو وہ دیکھ اور سن سکتا تھا"۔

"نہیں... جب اسے بتا دیا گیا کہ ہمیں ختم کر دیا گیا ہے... اور ہمارے ٹکڑے اڑتے آنکھوں سے دیکھ لیے گئے ہیں... تو اس کی توجہ ہماری طرف نہیں رہ گئی تھی... وہ صرف اس طرف دیکھ سکتا ہے... جس طرف توجہ دے... یہی دو کمزور پہلو ہیں اس کے... ایک پانی والا... دوسرا توجہ والا... ہم نے جزیرے پر اتنے دن گزارے کہ اسے یقین ہو گیا... ہم مارے جا چکے ہیں"۔

"لل... لیکن"۔ منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ہاں... کہئے... کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"وہ تو ایک دن بعد ہونے والے... یا ایک ماہ بعد ہونے والے واقعات ایک دن پہلے یا ایک ماہ پہلے دیکھ لیتا ہے... کیا اس نے نہیں

دیکھا کہ آپ لوگ زندہ ہیں"۔
"نہیں.... اصل بات وہی ہے توجہ والی.... آج بھی اگر کوئی
اسے خیال دلا دے کہ ہم لوگ زندہ ہیں تو وہ ضرور اس صورت میں
ہمیں دیکھ لے گا"۔
"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا.... پھر وہ چونک کر بولے۔
"لیکن.... یہ اس ہوٹل کو خریدنے کا کیا مسئلہ ہے"۔
"دنیا سے جنگ کے لیے ہمیں کسی جگہ کی ضرورت تھی اور وہ
جگہ اس ہوٹل کی صورت میں ہمیں مل گئی.... اب ہمیں اس ہوٹل کو
اس قابل بنانا ہے کہ اس کی توجہ اس طرف نہ ہو سکے"۔ انہوں نے
کہا۔
"اوہ.... اوہ.... لیکن یہ کیسے ہو سکے گا"۔
"ہم اس کے چاروں طرف پانی کی حد قائم کریں گے"۔
"پورے ہوٹل کے گرد پانی کی حد.... کیا کہہ رہے ہو جمشید"۔
منور علی خان بولے۔
"پروفیسر داؤد اور پروفیسر عقدان ہمارے ساتھ ہیں"۔
"اوہ.... تو یہ پروفیسر عقدان ہیں.... میں اس وقت تک ان کے
بارے میں الجھن میں رہا ہوں"۔
"اور ہمارے بارے میں انکل"۔ شوکی کی آواز ابھری۔
"حد ہو گئی شوکی.... یہ تم ہو.... میں خیال کر رہا تھا.... تم آخر

ہے"۔
"اس بار میک اپ کے سلسلے میں حیرت انگیز چیزیں استعمال کی
گئی ہیں.... اور اب آپ کا حلیہ بھی تبدیل کرنا پڑے گا"۔
"سوال یہ ہے کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟"
"اس کی بہت ضرورت ہے.... ہمیں کسی وقت ہوٹل سے باہر
بھی جانا پڑتا ہے"۔
"اوہ اچھا"۔ ان کے منہ سے نکلا۔
عین اس وقت ہوٹل کے ہال میں ایک دھماکا ہوا.... وہ بری
طرح اچھلے۔
"یہ.... یہ کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔
"پپ.... پتا نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔
اور پھر وہ باہر نکل کر ہال کی طرف دوڑ پڑے۔

☺☆☺
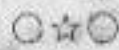
رائے میں وزن

صحن میں سامر کی لاش پڑی تھی.... اس کے دل کے پاس سے خون ابل رہا تھا۔۔۔ اور جسم ابھی تک تڑپ رہا تھا۔۔۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتے رہے۔۔۔ آخر انسپکٹر جمشید نے ہیڈ بیرے کی طرف دیکھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیسے ہوا؟"

"کچھ پتا نہیں چلا جناب۔۔۔ ہال میں آتے ہی انہوں نے اپنی جیب سے پستول نکالا۔۔۔ دل کے مقام پر رکھا اور ٹریگر دبا دیا۔۔۔ اس سے پہلے کسی کو احساس تک نہیں ہو سکا تھا کہ یہ ایسا کرنے والے ہیں۔"

"حیرت ہے۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کہیں ہوٹل فروخت ہونے کا صدمہ نہ ہوا ہو انہیں؟" شوکی نے کہا۔

"اس سے بھی پہلے میں تو اس بات پر حیرت زدہ ہوں کہ اس نے ساڑھے تین روپے میں ہوٹل فروخت کیسے کر دیا؟" منور علی خان بولے۔

"یہ ایک راز کی بات ہے۔۔۔ پھر کسی وقت بتاؤں گا۔۔۔۔ فی الحال تو ہمیں پولیس کو فون کرنا ہو گا۔۔۔۔ نہ جانے اس علاقے میں آج کل کون لگا ہوا ہے۔"

"جو بھی ہے۔۔۔ آ ہی جائے گا۔"

انسپکٹر جمشید نے بدلی ہوئی آواز میں فون کیا۔۔۔ واردات کے بارے میں بتایا اور ریسیور رکھ دیا۔۔۔ پھر ان سے بولے۔

"آواز جانی پہچانی نہیں ہے۔۔۔۔ ضرور کوئی نا واقف ہے۔"

"اللہ مالک ہے۔۔۔ ویسے انکل۔۔۔۔ اگر اس وقت یہاں کوئی واقف پولیس آفیسر آ جائے۔۔۔ تو کیا آپ اسے بتاویں گے۔۔۔ ہم کون ہیں۔"

"نہیں! یہ بات تو فی الحال کسی کو بھی نہیں بتائی جا سکتی۔"

"تب پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ کہ آنے والا واقف ہے یا نا واقف۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔"

آخر پولیس وہاں پہنچ گئی۔۔۔ آنے والے سب انسپکٹر کا نام شہباز تھا۔۔۔ اور شکل صورت سے بہت سخت آدمی جان پڑتا تھا۔

"یہ کس نے کیا؟" اس کا لہجہ بھی بہت اکھڑ تھا۔

"اس نے خود۔۔۔ یہ خودکشی کا کیس ہے۔۔۔ فرش پر پڑا پستول اس بات کی گواہی دے گا۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"اس پر اس کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں"۔

"یہ ہے کون..... کیا آپ لوگ اسے جانتے ہیں؟"

"جی ہاں..... تھوڑی دیر پہلے تک یہ اس ہوٹل کا مالک تھا..... اس کا نام مسٹر سام تھا"۔ ہیڈ بیرے نے سرسراہٹ زدہ انداز میں کہا۔

"کیا کہا..... تھوڑی دیر پہلے تک..... یہ کیا بات ہوئی..... کیا مرنے سے پہلے یہ اس ہوٹل کا مالک نہیں رہا تھا"۔

"نہیں جناب! ان صاحب نے ان سے ہوٹل خرید لیا تھا"۔

سب انسپکٹر نے انہیں گھورا۔

"آپ نے یہ ہوٹل کیوں خریدا؟"

"اچھا لگا خرید لیا"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مسٹر سام نے یہ ہوٹل اپنی مرضی سے فروخت کیا؟"

"ہاں جناب! اس سلسلے میں ان کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کی گئی..... یہ سب بیرے اس بات کے گواہ ہیں"۔

اس نے سوالیہ انداز میں بیروں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے ہاں میں سر ہلا دیے..... جس کا مطلب تھا کہ ہاں! یہی بات ہے..... اس بارے میں اس سے کوئی زبردستی نہیں کی گئی۔

"بہت خوب! آپ کے پاس اتنی رقم کہاں سے آ گئی..... کیا آپ انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں؟"

"کتنی رقم؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ظاہر ہے..... یہ اتنا بڑا اور شان دار ہوٹل دو چار لاکھ میں تو آپ نے خریدا نہیں ہو گا..... پچاس ساٹھ لاکھ سے کم کا یہ سودا ہرگز نہیں ہے..... بتائیے آپ نے کتنے میں خریدا؟"

"آپ کو اس سے کیا؟"

"کیا مطلب..... مجھے اس سے کیا..... آپ نہیں جانتے کہ ہوٹل کے مالک نے بقول آپ کے خودکشی کر لی"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"لہٰذا ہمیں ہر طرح سے چھان بین کرنا پڑے گی..... ہو سکتا ہے..... یہ خودکشی کا کیس نہ ہو..... اسے قتل کیا گیا ہو"۔

"کیا بات کرتے ہیں جناب! اتنے بہت سے بیروں نے اس سارے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"۔

"اوہ..... نہیں"۔ وہ چلایا۔

"آپ ان سے پوچھیں"۔

"ہاں بتاؤ بھئی..... باری باری..... تم نے کیا دیکھا تھا؟"

وہ سب باری باری بتاتے چلے گئے..... سب کا بیان بالکل ایک جیسا تھا۔

"اچھا خیر..... اب بتائیں..... آپ نے ہوٹل کتنے میں خریدا تھا؟"

"ساڑھے تین روپے میں"۔

"ساڑھے تین لاکھ میں..... ہرگز نہیں..... اتنا بڑا ہوٹل اور

ساڑھے تین لاکھ میں... کوئی پاگل ہو گا جو فروخت کرے گا... ارے میاں یہ تو تیس لاکھ سے بھی زیادہ کا ہے... اس کا مطلب ہے... ضرور کوئی چکر ہے... آپ نے اس سے ہوٹل دھوکے سے خرید لیا' اسے صدمہ ہوا اور اس نے خودکشی کر لی... کیوں... میں نے درست نتیجہ نکالا؟" انسپکٹر نے دانت نکال دیے۔

"نہیں... بالکل غلط نتیجہ نکالا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"وہ کیسے؟"

"میں نے ساڑھے تین لاکھ نہیں کہے"۔

"اوہ... تو آپ نے ساڑھے تیس لاکھ کہے تھے... ہاں یہ بات ہو سکتی ہے... لیکن پھر اس نے خودکشی کیوں کی؟"

"یہ تو خیر آپ اس سے پوچھیں... میں نے ساڑھے تیس لاکھ بھی نہیں کہے"۔

"ارے بابا تو پھر آخر کتنے میں خریدا ہے... یہ ہوٹل آپ نے؟" وہ چلا اٹھا۔

"ساڑھے... تین... روپے میں... نصف جن کے پونے دو روپے ہوتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے چبا چبا کر ایک ایک لفظ بولا۔

"کیا کہا... ساڑھے تین روپے... کیا آپ کا دماغ خراب ہے؟"

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"کیا اس کا دماغ خراب تھا؟" اس نے کہا۔

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ آپ اس سے پوچھیں... اس سارے معاملے کے گواہ ہیڈ
یٹر اور چند دوسرے بیرے ہیں... میں نے تو یہ ہوٹل ابھی ابھی خریدا
ہے... یہ اس کے ساتھ نہ جانے کب سے رہ رہے تھے... لہٰذا انہیں
ان مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی... مرنے والے سے ضرور ہو
گی... لہٰذا یہ ہمارے لیے کیوں جھوٹ بولیں"۔

"کیوں... تم بتاؤ... کیا یہ صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں جناب! اس میں کوئی شک نہیں... یہ سو فیصد درست ہے"۔

"او کے... اگر یہ واقعہ واقعی خودکشی کا ہے تو میں کیا کر سکتا
ہوں... اور اس نے اپنا اتنا بڑا ہوٹل انہیں ساڑھے تین روپے میں
دے دیا تھا... تو مجھے اس سے کیا... مجھے تو بس قانونی کارروائی کرنا
ہے... اگر اس کی انگلیوں کے نشانات اس پستول پر مل جاتے ہیں...
اور اس کے جسم سے گولی بھی اسی پستول سے چلائی ہوئی نکلتی ہے... تو
میں اس کیس کو خودکشی کا کیس تسلیم کر لوں گا"۔

"شکریہ جناب بہت بہت"۔ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

معمول کی کارروائی کرنے کے بعد وہ لاش اٹھوا لے گیا... اب

وہ اپنے کمرے میں آ گئے۔

"یہ کیا ہوا... اس نے خودکشی کیوں کی"۔

"اس کے دماغ میں ایک جنگ ہو رہی تھی"۔

"کیسی جنگ... یہ کہ اس نے ہوٹل ساڑھے تین روپے میں کیوں فروخت کیا"۔

"نہیں... اس بات کا تو شاید اسے احساس تک نہیں رہ گیا تھا... وہ ایک اور جنگ میں گھر گیا تھا"۔

"ایک اور جنگ... آپ تو آج ہمیں حیرت میں ڈال رہے ہیں"۔

"مجبوری ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر... آپ ذرا وضاحت کریں نا... ویسے تو یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس نے یہ ہوٹل ساڑھے تین روپے میں کیوں فروخت کر دیا"۔

"یہ تو سامنے کی بات ہے... انہوں نے اس پر ہپناٹزم کیا تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس کا مطلب ہے... خودکشی والی بات آپ کے لیے بھی سامنے کی نہیں ہے"۔

"نہیں... یہ بات میں اب تک نہیں سمجھ سکا۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اس لیے کہ یہ بات سامنے کی ہے ہی نہیں"۔

"تب پھر آپ کیسے سمجھ گئے؟"

"اس طرح کہ یہ شخص مردار جانوروں کا گوشت اپنے ہوٹل میں لوگوں کو کھلاتا تھا... ایسے کام کرنے والا شخص شیطان کے کہنے پر چلتا ہے... اور میرے اکسانے پر اس نے یہ شیطانی کاروبار ساڑھے تین روپے میں فروخت کر دیا... جب وہ نیچے گیا تو شیطانی خیالات نے اسے پریشان کر دیا کہ یہ تو نے کیا کیا... اب تو تیرا شیطانی دھندا ختم ہو گیا... اب تو کیا کرے گا... جب اسے کچھ نہ سوجھا تو اس نے خودکشی کر لی"۔

"لیکن ہم یہاں... سام سے مقابلہ کرنے کے لیے نہیں آئے تھے۔

"ہاں! ہم کسی اور سے مقابلہ کرنے آئے ہیں... لیکن اس کے لیے تیاری کی ضرورت تھی... اور تیاری ہم کسی ایسی جگہ ہی کر سکتے تھے... جہاں اس کا دھیان نہ جائے... اس طرف اس کا دھیان اس لیے نہیں آئے گا کہ یہاں تو پہلے ہی شیطان کا قبضہ تھا"۔

"لیکن اب تو شیطان کا قبضہ ختم ہو گیا... اور یہ بات اخبارات میں بھی آئے گی... اس طرح اسے ساری صورت حال کا پتا چل جائے گا"۔

"کل سے پہلے ہم اپنے بچاؤ کے انتظامات بھی تو کر لیں گے"۔

انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"وہ بھی تم آنکھوں سے دیکھ لو گے"۔

یہ کہ کر انہوں نے چند فون کیے.... ایک گھنٹے بعد تین آدمی ان سے ملاقات کے لیے آ گئے۔

"تو آپ لوگ پلاسٹک کے لباس تیار کرتے ہیں"۔

"جی ہاں! کیا آپ نے اخبارات میں ہمارے اشتہارات دیکھے ہیں"۔ ایک نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"آپ ہمیں آرڈر دیں.... بہترین کام ہو گا"۔

"لیکن ہمیں ذرا مختلف چیزیں چاہئیں"۔

"آپ جو کہیں گے.... بنا کر دیں گے"۔

"بہت خوب.... ہمیں پلاسٹک کے دوہرے لباس بنوانے ہیں"۔

"دوہرے.... ہم سمجھے نہیں جناب"۔

"بھی اکہرے پلاسٹک کا لباس بناتے ہیں نا"۔

"جی بالکل بناتے ہیں"۔

"تو ہمارے لیے ڈبل چادر کا بنائیں.... اور جس طرح میں کہتا ہوں.... اس طرح بنائیں.... قیمت منہ مانگی لے لیں"۔

"آپ پہلے سمجھائیں"۔

"او کے"۔ انہوں نے کہا۔

قریباً آدھ گھنٹے تک وہ انہیں سمجھاتے رہے.... پھر وہ چلے گئے۔

"اب کچھ بات سمجھ میں آئی"۔

"جی ہاں! بالکل"۔

"انکل.... اکرام سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے"۔ ایسے میں شوکی کی آواز ابھری۔

"کیوں.... کیا ہوا؟"

"بس ایسے ہی"۔

"لیکن ہم شہر کے کسی بھی آدمی سے رابطہ نہیں کر سکتے.... کوئی رابطہ کریں گے.... اسے معلوم ہو جائے گا ہم مرے نہیں.... زندہ ہیں"۔

"اور یہ جو آپ نے پلاسٹک لباس کے ماہرین کو بلایا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اس کی توجہ ان کی طرف ہرگز نہیں ہے.... اگر ہوتی تو اسے ان کے بارے میں پتا چلا چکا تھا"۔

"اوہ.... اچھا.... اس کا مطلب ہے.... نہ ہم انکل اکرام سے مل سکتے ہیں.... نہ کسی اور سے.... تب ہم حالات کس طرح معلوم کر سکتے ہیں"۔

"خود جائیں گے... پہلے ایوان صدر جائیں گے"۔

"ارے باپ رے... صدر صاحب تو ہمارے بہت خلاف ہو چکے ہیں"۔

"ان کے خیال میں بھی ہم مر چکے ہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں! واقعی"۔

تیسرے دن پلاسٹک کے لباس بن کر آ گئے... وہ انھوں نے پہن کر دیکھے... جب وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے... تو مارے ہنسی کے دہرے ہو گئے... عجیب قسم مخلوق نظر آ رہے تھے... ان لباسوں میں چہرے بھی ڈھانپے جا سکتے تھے... نہ ڈھانپے جاتے تو بھی چہرے صاف نظر نہیں آتے تھے... گویا میک اپ کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔

"ایسا لگتا ہے... جیسے ہم کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں"۔ شوکی کی آواز سنائی دی۔

"اچھا ہی ہے... ان حالات میں اس دنیا میں رہنے کو جی بھی نہیں چاہتا' جہاں ہر طرف شیطان کی حکومت ہو"۔

"ان شاء اللہ اب شیطان کی حکومت ختم ہو کر رہے گی"۔

"لیکن اب پروگرام کیا ہے؟"

"سب سے پہلے ہم ایوان صدر چلیں گے... اور پوچھیں گے صدر صاحب سے... وہ نوبا کے قبضے میں کس طرح آئے اور یہ کہ نو

کہاں ہے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس طرح ہم فوری طور پر نوبا کی نظروں میں آ جائیں گے"۔ شوکی نے پریشان ہو کر کہا۔

"تو کیا ہوا... اب وہ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"پتا نہیں... ہو سکتا ہے... وہ اپنی پراسرار طاقت سے کام لے کر ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے... لیکن وہ فوج اور پولیس کے ذریعے ہمارے راستے میں بے شمار مشکلات، تو کھڑی کر سکتا ہے"۔ شوکی بولا۔

"میرے خیال میں اس وقت شوکی کی رائے میں وزن ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"کیا واقعی"۔ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ایک ساتھ بولے۔

"بالکل... یہی بات ہے"۔ محمود نے کہا۔

"باقی لوگ کیا کہتے ہیں... وہ میری اور انسپکٹر کامران مرزا کی رائے کا ساتھ دیتے ہیں یا شوکی کی رائے کا"۔

"جی... اس وقت شوکی کی رائے وزنی ہے"۔ محمود نے کہا۔

"کیا کہا... کیا سب کے سب لوگ یہی رائے رکھتے ہیں"۔

"ہاں جی... بالکل"۔ آصف نے فوراً کہا۔

"حیرت ہے... کمال ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"آپ کو کس بات پر حیرت ہے۔۔۔ اور کس بات میں کمال محسوس ہوا ہے"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس بات میں کہ تم سب نے بلا جھجک یہ کہہ دیا۔۔۔ جب کہ میرا اور انسپکٹر کامران مرزا کا خیال یہ تھا کہ تم لوگ مروت کی وجہ سے ہماری رائے کا ساتھ دو گے"۔

"جی نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔ فرحت بولی۔

"اور یہی بات کمال کی ہے"۔

"تو کیا آپ ہمیں آزما رہے تھے"۔

"ہاں بالکل۔۔۔ صدر صاحب کو چھیڑنا گویا فوراً" اعلان جنگ کو دعوت دینا ہے"۔

"بالکل یہی بات ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"لیکن ہم نے سوچا تھا کہ ذرا یہ رائے دے کر دیکھیں۔۔۔ تم لوگ کیا کہتے ہو۔۔۔ سب سے پہلے ہماری رائے کی مخالفت شوکی نے کی۔۔۔ اور یہ دیکھ کر ہمیں حد درجے خوشی ہوئی کہ باقی سب نے بھی یہی کیا۔۔۔ انسان کو واقعی درست رائے کا ساتھ دینا چاہیے۔۔۔ یہ نہیں کہ ہم بس یہ دیکھ لیں۔۔۔ کہ رائے ہے کس کی۔۔۔ رائے کسی کی طرف سے کیوں نہ آئی ہو۔۔۔ ہو درست۔۔۔ یا ہم اسے درست خیال کریں اور بس' اسی کا ساتھ دے ڈالو"۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔۔۔ لیکن مجھے یہ احساس تک نہیں ہو

سکا کہ آپ ہمیں آزما رہے ہیں۔۔۔ لیکن آپ نے آپس میں یہ پروگرام کب بنا ڈالا"۔

"ابھی ابھی۔۔۔ آنکھوں آنکھوں میں"۔

"بہت خوب۔۔۔ تو پھر۔۔۔ اب کیا کرنا ہے"۔

"یہ ہم نہیں۔۔۔ فرزانہ بتائے گی۔۔۔ اس لیے کہ ترکیبیں بتانا کام ہے ہی اس کا"۔

"درست تیرے کی"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"اے خبردار۔۔۔ یہ میرا تکیہ کلام ہے"۔ محمود بلند آواز میں بولا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ۔۔۔ یہ کوئی تک"۔

"نہیں۔۔۔ یہاں تو کسی بات میں کوئی تک نہیں۔۔۔ جب سے نویا کی حکومت شروع ہوئی ہے۔۔۔ کوئی تک نہیں یہاں"۔

عین اسی وقت انھوں نے بھاری قدموں کی آواز سنی۔

○☆○
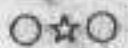
سلسلہ مل گیا

انہوں نے دیکھا' انسپکٹر تنویر اپنے کچھ ماتحتوں کے ساتھ چلا آرہا تھا.... وہ اس وقت اوپر اپنے کمرے میں تھے.... لیکن یہاں سے وہ ہال میں آنے والوں کو اور ان کی آوازوں کو بالکل صاف سن سکتے تھے.... کیونکہ پلاسٹک لباس کے ساتھ انہوں نے دوسری تیاریاں بھی مکمل کر لی تھیں.... اور اس قسم کے تمام کام پروفیسر داؤد اور پروفیسر عثمان نے کیے تھے' جب کہ وہ اس ہوٹل کو اپنے طریقوں کے مطابق ایک حفاظتی قلعہ بنانے میں مصروف رہے تھے۔

انسپکٹر تنویر ہال کے درمیان آکر رک گیا۔

"کہاں ہیں وہ دھوکے باز لوگ؟" وہ دھاڑا۔

"کیا مطلب جناب.... آپ کن کی بات کر رہے ہیں؟" ہیڈ بیرا بولا۔

"وہی.... جنہوں نے اس ہوٹل کو ساڑھے تین روپے میں خریدا ہے"۔

ہیڈ بیرا اور دوسرے مسکرا دیے.... پھر اس نے کہا۔

"وہ اوپر اپنے کمرے میں ہیں"۔

"او کے.... ہمارے ساتھ اوپر چلو"۔

"چلیے جناب"۔ ہیڈ بیرا بولا۔

"سچ بتاؤ.... کیا ان لوگوں نے ہوٹل واقعی ساڑھے تین روپے میں خریدا ہے"۔

"ہاں جناب یہی بات ہے اور مسٹر سام سے ان لوگوں نے کوئی زبردستی نہیں کی.... اس بات پر حیرت ہم سب کو ہے"۔

"تم لوگوں کو.... میرا مطلب ہے.... بیروں کو یہ لوگ پسند ہیں' یا مسٹر سام پسند تھے"۔

"مسٹر سام ایک اچھے انسان نہیں تھے.... وہ واقعی مردار گوشت کھلاتے تھے.... ہمیں ان کے اس کام سے گھن آتی تھی.... لیکن ہم اپنی ملازمت کی وجہ سے خاموش رہتے.... باقی رہ گئے یہ لوگ' ان سے تو ابھی واسطہ ہی نہیں پڑا.... ویسے ابھی تک ان سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے"۔

"او کے او کے"۔ اس نے کہا۔

پھر وہ اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے.... جس میں وہ موجود تھے.... انسپکٹر نے زوردار انداز میں دستک دی۔

"دروازے پر تین بار آہستہ اور چوتھی بار زور سے دستک دیں' دروازہ خود بخود کھل جائے گا"۔ اندر سے آواز آئی۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر تنویر نے چونک کر کہا۔

"مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں آپ"۔

"آپ خود دروازہ کھولیں"۔

"ہم ذرا مصروف ہیں.... جس طرح آپ کو بتایا ہے.. آپ دستک دے دیں.... دروازہ کھل جائے گا"۔

"تم دستک دو.... میں ان کا نوکر نہیں ہوں"۔

"جی اچھا"۔ ہیڈ بیرے نے کہا اور دستک دی.... دروازہ کھل گیا۔

"کیا یہ دروازہ جادو کا ہے؟" سب انسپکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں جناب! وہ آپ نے کہانی تو پڑھی ہی ہو گی بچپن میں"۔ فاروق چہکا۔

"کک.... کون سی کہانی؟"

"کھل جا سم سم والی کہانی"۔

"اوہ ہاں! میری ماں نے مجھے سنائی تھی"۔ اس نے فوراً کہا۔

"بس تو پھر.... اگر اس زمانے میں دروازے اس طرح کھل سکتے تھے تو اس زمانے میں کیوں نہیں کھل سکتے"۔

"لیکن ہم نے کھل جا سم سم تو نہیں کہا"۔ تنویر بولا۔

"تین بار آہستہ اور ایک بار زور سے دستک تو دی ہے نا"۔ انسپکٹر جمشید نے بیرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یس سر"۔

"اس کا مطلب ہے.... کھل جا سم سم"۔ وہ مسکرائے۔

"نہیں.... میں جاننا چاہوں گا.... دروازہ کس طرح کھل گیا.... ارے ہاں.... میں سمجھ گیا.... دراصل دروازہ آپ میں سے کسی نے اٹھ کر کھولا تھا"۔

"تب پھر آپ ہمارے ساتھ اندر رہیں.... ہم دروازہ بند کر دیتے ہیں.... ایک بار پھر بیرے صاحب دروازہ کھول کر دکھائیں گے.... میرا مطلب ہے.... دستک دیں گے اور ہم اپنی جگہ سے نہیں اٹھیں گے"۔

"بہت خوب! یہ تو کرنا ہو گا"۔

"آ جائیے پھر اندر"۔

سب انسپکٹر اندر آ گیا.... پروفیسر داؤد نے تین بار آہستہ سے اور ایک بار زور سے چٹکی بجائی.... دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

"ارے یہ کیا.... یہ تو بند بھی خود بخود ہو گیا"۔

"ہاں.... چلو بھئی.... دستک دو"۔

بیرے نے دستک دی دروازہ کھل گیا۔

"حیرت ہے.... کمال ہے"۔ تنویر بھونچکا نظر آیا۔

"نہ حیرت ہے.... نہ کمال ہے"۔ آفتاب کی آواز سنائی دی۔

"کیا کہا.... نہ حیرت ہے.... نہ کمال ہے"۔

"ہاں جناب! آج کے دور میں یہ کیا مشکل کام رہ گیا ہے....

ارے صاحب.... یہ زمانہ ریموٹ کنٹرول کا ہے.... آج کل تو ایسے کھلونے آ رہے ہیں.... جو چٹکی بجانے سے چل پڑتے ہیں اور چٹکی بجانے سے رک جاتے ہیں"۔

"اوہ ہاں! ایسے کھلونے میں نے دیکھے ہیں.... اپنے بچوں کے لیے خریدے بھی ہیں"۔

"کیا واقعی؟" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کس بات پر حیرت ظاہر کی آپ نے؟" اس نے فرزانہ کو گھورا۔

"اس پر کہ آپ ریموٹ کنٹرول کھلونے خریدتے رہتے ہیں.... اس کا مطلب ہے.... آپ رشوت لیتے ہیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" وہ غرایا۔

"رشوت لینا اور دینا.... دونوں حرام ہیں"۔

"حد ہو گئی.... آپ نے یہ کہہ کیسے دیا"۔

"ریموٹ کنٹرول کھلونے بہت قیمتی ہوتے ہیں اور ہم جانتے ہیں ایک سب انسپکٹر کی تنخواہ اتنی نہیں ہوتی"۔

"حد ہو گئی.... کیا کوئی انسان خاندانی طور پر مال دار نہیں ہو سکتا"۔

"ہاں! اگر ایسی بات ہے تو میں معافی چاہتی ہوں.... اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں"۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب.... کس کی ضرورت نہیں؟" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"الفاظ واپس لینے کی.... آپ کی دھوکے بازی پکڑی گئی.... مسٹر سام کے جسم سے جو گولی نکلی ہے.... وہ اس پستول کی ہرگز نہیں ہے.... بلکہ اس پستول سے تو کوئی گولی چلائی ہی نہیں گئی.... اس میں پوری گولیاں موجود ہیں"۔

"کیا!!!" وہ سب دھک سے رہ گئے.... کیونکہ یہ بات انھیں ہرگز معلوم نہیں تھی۔

"ہاں جناب.... ہے نا کمال.... کیا آپ سمجھتے ہیں.... پولیس والے عقل سے بالکل پیدل ہوتے ہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"جی نہیں.... ہم ہرگز ایسا نہیں سمجھتے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"تب پھر آپ نے دھوکا دینے کی کوشش کیوں کی"۔

"تمام بیروں سے آپ سوالات کر چکے ہیں.... ان سے پھر سوالات کر لیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... لیکن واقعہ یہی ہے.... جو ہم نے بتایا ہے"۔

"ہرگز نہیں.... وہ گولی جو اس کے جسم سے نکلی ہے.... محفوظ ہے.... اس پر نشانات اس پستول کے نہیں ہیں.... بلکہ وہ گولی تو اس پستول کی ہے ہی نہیں"۔

"کیا کہا"۔ وہ چلائے... حیرت تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"ایکٹنگ بہت اچھی کر لیتے ہیں آپ"۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" انسپکٹر کامران مرزا کو غصہ آ گیا۔

لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا... جس کا مطلب تھا... یہ وقت غصے میں آنے کا نہیں ہے... انسپکٹر کامران مرزا کو جھٹکا سا لگا... جیسے اچانک ہوش میں آ گئے ہوں۔

"وہ گولی کہاں ہے؟"

"لیبارٹری انچارج کے پاس... اس کو وہی عدالت میں پیش کریں گے... اپنی گواہی کے ساتھ... اور ساتھ میں سرجن کی رپورٹ بھی ہو گی... جس میں لکھا ہو گا کہ مقتول کے جسم سے یہی گولی برآمد ہوئی ہے"۔

"اوہ... اوہ... ہم کیا سمجھ رہے تھے اور معاملہ کیا نکل آیا۔ لیکن..." انسپکٹر جمشید بری طرح چونکے۔

"لیکن کیا؟"

"اس وقت تو ہوٹل کے تمام دروازے اندر سے بند تھے... اس کا مطلب ہے... قاتل باہر سے تو آیا ہی نہیں تھا۔

"تب تو اور اچھی بات ہو گئی... آپ نے خود اپنے جرم کا اقرار کر لیا"۔

"کون سے جرم کا اقرار کر لیا ہم نے... آپ کا دماغ تو درست

ہے"۔ انسپکٹر جمشید کو بھی غصہ آ گیا۔

اب انسپکٹر کامران مرزا نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا... مطلب یہ تھا کہ یہ وقت غصے کا نہیں ہے... وہ مسکرا دیے... پھر نرم آواز میں بولے۔

"تمہارے علاوہ بھی یہاں اور لوگ موجود تھے... یہ سب لوگ"۔ انہوں نے ہیڈ بیرے اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کہا۔

"کیا مطلب سر... آپ اس قتل کا الزام ہمارے سر تھوپ رہے ہیں"۔ ہیڈ بیرا بری طرح اچھلا۔

"نہیں... میں نے ایک بات کہی ہے... مسٹر تنویر کی بات کے جواب میں"۔

"یہ لوگ بھلا اپنے سابقہ مالک کو کیوں قتل کرتے... وہ بے چارا تو ہوٹل سے رخصت ہو رہا تھا"۔

"تب پھر ہم اسے کیوں قتل کرتے... وہ بے چارہ تو ہوٹل سے رخصت ہو رہا تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے تیز آواز میں کہا۔

"آپ سب کو گرفتاری دینا ہو گی... یا یہ اعلان کرنا ہو گا کہ آپ میں سے یہ کام کس نے کیا ہے"۔ انسپکٹر تنویر نے سرد آواز میں کہا۔

"ہم میں سے یہ کام کسی نے بھی نہیں کیا"۔

"تب پھر میں سب کو گرفتار کروں گا... یہ فیصلہ عدالت کرے

گی۔۔۔ یہ کام آپ لوگوں کا ہے یا نہیں"۔ اس نے سرد آواز میں کہا۔
"سوری۔۔۔ ہم گرفتاری نہیں دے سکتے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔" انسپکٹر
جمشید کہتے کہتے رک گئے۔۔۔ تنویر نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔
"آپ گرفتاری نہیں دے سکتے۔۔۔ نہ دیں۔۔۔ ہم زبردستی گرفتار
کریں گے آپ کو"۔
"او کے۔۔۔ آپ زبردستی گرفتار کر لیں ہمیں"۔ یہ کہ کر پروفیسر
داؤد نے چار بار چٹکی دبائی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔
"یہ کیا۔۔۔ آپ نے دروازہ کیوں بند کیا؟"
"پہلے ہم لیبارٹری انچارج کو فون کر کے آپ کے بیان کی
تصدیق کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور فون کرنے لگے۔
"آپ لیبارٹری انچارج کے نمبر کس طرح معلوم ہیں"۔ تنویر
کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت سمٹ آئی۔ "اللہ کی مہربانی سے
معلوم ہیں ہمیں نمبر"۔ وہ مسکرائے۔
اسی وقت سلسلہ مل گیا۔۔۔ اور جونہی سلسلہ ملا۔۔۔ اس طرف
ایک دھماکا ہوا۔

○☆○
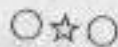
خخ۔۔۔ خخ

انسپکٹر جمشید بری طرح اچھلے۔
"ہیلو۔۔۔ قاسم صاحب۔۔۔ ہیلو۔۔۔ کیا ہوا اس طرف؟" وہ
چلائے۔
لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ البتہ فون کا ریسیور
اٹھا ہوا تھا۔۔۔ گویا لیبارٹری کا انچارج فون کا ریسیور اٹھا چکے تھے جب
دھماکا ہوا۔
"اس طرف کوئی گڑبڑ ہے انسپکٹر صاحب۔۔۔ مسٹر قاسم پر شاید
قاتلانہ حملہ ہوا ہے"۔
"آپ کوئی چال چل رہے ہیں۔۔۔ جب کہ پہلے بھی چل چکے
ہیں۔۔۔ لیکن اب میں آپ کے دھوکے میں نہیں آؤں گا"۔
"اف! اب میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں۔۔۔ اچھا آپ ایسا
کریں۔۔۔ اپنے ماتحتوں کو فوراً ادھر روانہ کر دیں۔۔۔ وہ وہاں سے
صورت حال معلوم کر کے آپ کو یہاں فون کر دیں گے۔۔۔ ایسا کرنے
میں تو آپ کا کوئی حرج نہیں ہے"۔

"ہاں نہیں ہے.... آپ ریسیور مجھے دیں"۔ وہ غرایا۔

پھر اس نے جلدی سے نمبر ڈائل کیے.... ہدایت دیں اور فون بند کر دیا۔

"پہلے تو آپ یہ دروازہ کھولیں"۔

"فی الحال ہم ایسا نہیں کر سکتے.... حالات خطرناک ہیں.... خود آپ بھی خطرے میں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم.... میں کیوں بھلا"۔

"تو پھر لیبارٹری انچارج کیوں بھلا.... ان کا کیا قصور ہے؟"

انسپکٹر تنویر نے لاجواب ہو کر ادھر ادھر دیکھا.... کیونکہ اس سوال کا جواب اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔

"او کے.... ہم انتظار کر لیتے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"ضرور جناب! کیوں نہیں.... آپ کو کون منع کرتا ہے.... انتظار کرنے سے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر پندرہ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی.... انسپکٹر جمشید نے فوراً ریسیور اٹھا لیا۔

"یہ میرا فون ہو گا.... ریسیور مجھے دے دیں"۔

"اگر فون آپ کا ہوا تو ریسیور آپ کو ہی دوں گا.... فکر نہ کریں"۔

وہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا.... ادھر انسپکٹر جمشید نے فون میں کہا۔

"ہاں جناب! کیا بات ہے؟"

"انسپکٹر تنویر یہاں موجود ہیں؟"

"جی ہاں.... بالکل ہیں"۔

"مہربانی فرما کر ریسیور انہیں دے دیں"۔

"لیجئے جناب.... فون سن لیں"۔ انہوں نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے فون سنا اور اچھا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

"لیبارٹری انچارج کو قتل کر دیا گیا ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"ہاں! اور یہ سب آپ لوگوں کی شرارت ہے.... آپ لوگ خود کو مسٹر سام کے قتل کے الزام سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں.... لیبارٹری انچارج کی رپورٹ آپ کے سراسر خلاف جا رہی تھی.... لہٰذا آپ نے انہیں ختم کر دیا"۔

"حد ہو گئی.... ارے بھائی کیا ہوا میں ختم کر دیا.... ہم سب آپ کے پاس موجود ہیں"۔

"تو کیا ہوا.... اگر آپ ساڑھے تین روپے میں ہوٹل خرید سکتے ہیں.... اس ہوٹل کے کمرے کے دروازے کو چٹکی بجا کر بند کر سکتے ہیں.... دستک سے کھول سکتے ہیں.... تو یہاں بیٹھے لیبارٹری انچارج کو کیوں ختم نہیں کر سکتے.... یہ کام بھی تو آپ کے لیے چٹکیوں کا ہو گا"۔

"بہت خوب... دلیل آپ نے خوب دی... لیکن آپ کے کام نہیں آئے گی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیوں نہیں آئے گی"۔

"عدالت میں ٹھوس ثبوت چلا کرتے ہیں"۔

"آپ فکر نہ کریں... ٹھوس ثبوت بھی پیش کریں گے... بس آپ شرافت سے گرفتاری دے دیں"۔

"حد ہو گئی... بے کوئی تک... آپ بلاوجہ ہمیں مجرم بنانے پر تل گئے"۔

"تو اب میں اور کیا کروں؟" اس نے بھنا کر کہا۔

"صبر کریں... شکر کریں"۔ فاروق نے اسے مشورہ دیا... اس نے فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"کیا یہ مشورہ اس قدر برا ہے جناب... کہ آپ مجھے اس بری طرح گھورنے لگے ہیں"۔ فاروق نے برا مان کر کہا۔

"تمہیں گرفتار کر لیا جائے... اور یہ آپ نے کیسے لباس پہن رکھے ہیں... ان میں تو آپ کسی دوسری دنیا کی مخلوق نظر آ رہے ہیں... ان لباسوں کو اتار دیں... تاکہ آپ انسان نظر آئیں"۔

"آپ ہمارے لباسوں پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جناب... اور نہ ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں... آپ کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں... اگر آپ گرفتاری پر اڑ گئے تو پھر..." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"تو پھر کیا؟" اس نے انہیں گھورا۔

"تب پھر ہم بھی اچھی طرح پیش نہیں آئیں گے"۔

"آپ نے قانون کے ایک محافظ کو دھمکی دی ہے"۔

"اور قانون کے محافظ کو کوئی حق نہیں کہ بلاوجہ ہمیں گرفتار کرتا پھرے"۔

"حد ہو گئی... اتنی وضاحت کے بعد بھی آپ اس کو بلاوجہ گرفتاری کا نام دے رہے ہیں"۔ سب انسپکٹر نے پاؤں پٹخے۔

"اب ہم کیا کریں... مجبور ہیں ایسا کہنے پر"۔

"اگر آپ نے سیدھی طرح گرفتاری نہیں دیں گے تو پھر آپ کو الٹی طرح گرفتار کیا جائے گا"۔ اس نے سرد آواز میں منہ سے نکالا۔

"وہ کیسے... ذرا وضاحت کریں"۔

"اس وقت یہ پورا ہوٹل پولیس کے گھیرے میں ہے اور تھوڑی دیر بعد فوج بھی اس کی مدد کے لیے آنے والی ہے"۔

"ہماری گرفتاری کے لیے اس قدر انتظامات کیوں؟"

"خبر ملی تھی کہ آپ لوگ آرام سے گرفتاری نہیں دیں گے... آپ کو زبردستی گرفتار کرنا پڑے گا اور خبر درست ثابت ہوئی"۔

"اور یہ خبر آپ کو کس نے دی؟"

"یہ خبر میرے آفیسر کو کسی نے دی تھی... لہٰذا یہ سوال آپ

ان سے کریں"۔

"تب پھر آپ اپنے آفیسر کو فون کر دیں کہ ہم گرفتاری نہیں دے رہے"۔

"اتنے سے کام کے لئے میں انہیں فون نہیں کر سکتا... جب کہ میں آپ کو گرفتار کر سکتا ہوں"۔

"تب پھر آپ ہمیں گرفتار کریں"۔ انسپکٹر جمشید نے عجیب سی آواز منہ سے نکالی... وہ لرز کر رہ گیا... بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کک... کیا... کہا آپ نے؟"

"میں نے کہا ہے... ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"نن نہیں... نہیں... میں آپ کو گرفتار نہیں کر سکتا"۔

"تب پھر جائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے جائیں"۔

"جی ہاں! کیوں نہیں... بالکل جا رہا ہوں اور جا رہا ہوں اپنے ساتھیوں کو لے کر"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات... آپ بہت اچھے آدمی ہیں... جائیں شاباش"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ فوراً جانے کے لیے مڑ گیا... باقی لوگ حیرت زدہ انداز میں اسے اور باقی پولیس والوں کو جاتے دیکھتے رہے... آخر محمود سے رہا نہ گیا۔

"یہ اچانک اسے کیا ہو گیا ابا جان؟"

"ہپناٹزم" وہ مسکرائے۔

"لیکن نوبا آپ کے ہپناٹزم کی زد میں نہیں آئے گا"۔

"جب وہ مقابلے پر آئے گا... دیکھا جائے گا"۔ وہ بولے۔

"کیا وہ مقابلے پر آئے گا... کیا ایسا ممکن ہے؟"

"اب اسے آنا ہو گا... مسٹر سام کی موت اسی طرف ہی اشارہ کر رہی ہے"۔

"جی... کیا مطلب... سام کی موت کی وجہ سے نوبا کو میدان آنا پڑے گا؟"

"ہاں شاید... میں ابھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا... صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ سام، اس کا کوئی خاص آدمی تھا... اس کی موت نے اسے ہلا ڈالا... اور جب اس نے معلوم کیا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے تو اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی... لہٰذا اب اس نے ہماری گرفتاری کے لیے ان لوگوں کو بھیجا تھا... جب یہ ناکام لوٹیں گے تو وہ پھر کسی کو بھیجے گا... اور آخر میں اسے خود آنا ہو گا"۔

"ارے باپ رے... تو کیا پورے ملک کی فوج اور پولیس ہمیں گرفتار نہیں کر سکے گی... وہ چاہیں گے تو اس ہوٹل کو ویسے ہی بموں کے ذریعے تباہ کر دیں گے... آخر ان کے لیے ایسا کرنا کیا مشکل ہے؟" فان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! وہ ایسا کرے گا... یہاں فوج اور پولیس آئے گی... اور
ہوٹل کو تباہ کرے گی"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تب پھر؟"

پھر یہ کہ... ہم اس وقت یہاں نہیں ہوں گے... بلکہ ہمیں
فوری طور اس جگہ کو خالی کرنا ہے... اور اب ہمیں جہاں رہنا ہے...
اس جگہ کا سراغ نوبا نہیں لگا سکے گا"۔

"تک... کیا واقعی... شہر میں کوئی ایسی جگہ ہے؟"

"ہاں! کیوں نہیں... آؤ جلدی کریں... تمام بیروں کو فارغ کر
دو... ان سے کہ دو... ہوٹل میں جس قدر دولت ہے... سب آپس
میں تقسیم کر لیں اور ہوٹل سے جلد از جلد نکل جائیں... کیونکہ بہت
جلد اس ہوٹل کو بموں کے ذریعے تباہ کر دیا جائے گا"۔

"بہت خوب! وہ بولے اور پھر حرکت میں آ گئے۔

جلد ہی وہ سب وہاں سے نکل رہے تھے... سارے کے سارے
انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے تھے اور ایسا سام کی موت کی وجہ
سے ہوا تھا... ورنہ اس ہوٹل کو انہوں نے اپنا قلعہ بنا لیا تھا... اور
اس میں رہ کر وہ نوبا کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے... لیکن اب انہیں احساس
ہوا... اس لباس کے باوجود نواب کا مقابلہ آسان نہیں تھا... اس کی
سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں معلوم نہیں تھا... کہ نوبا کہاں
ہے... اور نوبا خود ان کے مقابلے میں آ نہیں رہا تھا... اسے خود آنے

کی ضرورت بھی کیا تھی... صدر کی شکل میں پورا ملک اس کے قبضے
میں تھا۔

آخر وہ انسپکٹر جمشید کے ایک خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گئے... اس
ٹھکانے کے پچھلی طرف ایک بہت بڑی گہری جھیل تھی... جھیل کے
کنارے ہر وقت ایک کشتی موجود رہتی تھی... اس کشتی میں خاص بات
یہ تھی کہ وہ آب دوز کے طور پر بھی استعمال میں آ سکتی تھی... وہ
سب اس میں بیٹھ گئے اور جھیل کی تہ میں اتر گئے۔

"اس جگہ وہ ہمارا سراغ نہیں لگا سکتا... ہاں اگر جھیل میں
اترتے دیکھ لیا گیا ہے... تب ہمیں حملہ آور آبدوزوں کا سامنا کرنا
پڑے گا... اور یہ جھیل ہے... سمندر نہیں... لہٰذا ہم فوری طور پر
مارے جائیں گے"۔

"مطلب! یہ کہ خطرہ بدستور سر پر موجود ہے"۔

"ہاں! نوبا کا خطرہ کوئی عام خطرہ نہیں ہے... اس جیسے خطرے
سے ہمارا سابقہ پہلے کبھی نہیں پڑا ہو گا"۔

"پھر وہی سوال ذہن میں گونج رہا ہے... آخر وہ مستقبل کی
باتیں کس طرح دیکھ لیتا ہے... بلکہ ان کو قلم بند کس طرح کر لیتا
ہے"۔

"جونہی یہ راز معلوم ہوا... ہم نوبا کو دبوچ لیں گے"۔

"لیکن کیسے... وہ تو ہمیں نظر ہی نہیں آتا"۔

"ارے ہاں... کیوں نہ ہم صرف اس پر غور کریں کہ تو با ہے
کہاں... آخر پہلے پہل بھی تو اسے لوگوں نے دیکھا تھا... وہ سیٹھ جاد
سے باقاعدہ ملا تھا... پھر اس کا رابطہ کنگ سے ہوا تھا... اور کنگ سے
تو اس کی بار بار ملاقات ہوئی تھی... اس کے بعد سے پھر وہ غائب ہو
گیا"۔

"تب پھر ہم اس کا سراغ لگائیں تو کیسے"۔

"انگلیوں کے نشانات سے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا مطلب... انگلیوں کے نشانات سے"۔

"ہاں! کنگ کے مرنے کے بعد اس ہٹ کا معائنہ کیا گیا تھا...
وہاں تو با کی انگلیوں کے نشانات ملے ہوں گے"۔ شوکی نے جلدی جلدی
کہا۔

"ہٹ سے اگر انگلیوں کے نشانات ملے بھی تھے تو ان سے بھلا
ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں... یہ تو صرف اس صورت میں ممکن ہے...
جب کچھ لوگوں پر ہمیں شک ہو کہ ان میں سے کوئی تو با ہے... اور ہم
ان سب کی انگلیوں کے نشانات لے کر ان نشانات سے ملا لیں"۔ محمود
نے جلدی جلدی کہا اور ساتھ میں شوکی کو گھورا بھی۔

"تو اس میں گھورنے والی کیا بات ہے؟" شوکی نے بھی جواب
میں اسے گھورا۔

"فی الحال شوکی کی بات مفید نظر نہیں آتی... لیکن ہمیں اس کی

انگلیوں کے نشانات کو حاصل تو کرنا چاہیے"۔

"اور کیا یہ کام آسان ہو گا... ہم اکرام سے رابطہ نہیں کر
سکتے... اسی طرح فنگر پرنٹ سیکشن سے بات نہیں کر سکتے... اس طرح
تو با کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے گا"۔

"لیکن ہم... ان نشانات کو چرا تو سکتے ہیں"۔ آصف نے کہا۔

"کک... کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"بالکل ٹھیک... آصف تم اپنے ساتھ دو یا تین کو لے جاؤ...
اور وہ نشانات چرا لاؤ"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

"اسے کہتے ہیں... جو بولے وہی کنڈا کھولے"۔

"یہ کنڈا کیا ہوتا ہے"۔ اخلاق بول اٹھا۔

آج کل ہم اس کو چٹخنی کہتے ہیں... کنڈوں کا زمانہ اب ختم ہو
گیا"۔

"میرے ساتھ کون جائے گا؟" آصف نے اعلان کرنے والے
انداز میں کہا۔

"جو جائے گا... منہ کی کھائے گا"۔ فاروق بول اٹھا۔

"تب پھر... کم از کم تم تو نہ جاؤ"۔

"شکریہ... نہیں جاؤں گا"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کام چور کہیں کا"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

"حد ہو گئی... اس میں کام چوری کہاں سے نکل آئی"۔ فاروق

نے آستینیں چڑھائیں۔

"وہبی لڑو نہیں... اور جلدی سے تیار ہو جاؤ... ہم صرف چند لمحوں کے لیے سطح پر جائیں گے"۔

"بہت بہتر... آصف میں جاؤں گا تمہارے ساتھ"۔ محمود نے کہا۔

"بہت خوب"۔

"اور میں بھی"۔ شوکی بولا۔

"بس! ہم تین ہی کافی ہیں... زیادہ بندوں کا جانا مناسب نہیں ہو گا"۔ آصف نے کہا۔

"میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور پھر لانچ کو سطح پر لایا گیا... وہ بلا کی رفتار سے اس سے اتر آئے اور لانچ پھر پانی میں چلی گئی۔

"یہ لوگ تو ہو گئے محفوظ... رہ گئے ہم... مطلب یہ کہ ہم ہو گئے بالکل غیر محفوظ... اب ہم کیا کریں؟"

"کرنا کرانا کیا ہے... اللہ کا نام لے کر فنگر پرنٹ سیکشن میں چلتے ہیں... آگے جو ہو گا' دیکھا جائے گا"۔ آصف بولا۔

انہوں نے خفیہ عمارت سے ایک چھوٹی کار نکالی... اس پر سرکاری نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی... وہ اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے... اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے... سردیوں کا آغاز تھا... لہٰذا ہو

کا عالم تھا... سڑکیں سنسان تھیں... وہ بغیر کسی رکاوٹ کے دفتر تک پہنچ گئے... محمود کو تمام راستوں کا پہلے ہی علم تھا... معاملہ صرف چوکیدار کا تھا... اور وہ دروازے پر موجود تھا... تاہم اونگھ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے... بے ہوش کر دیں"۔ محمود نے ان سے اشاروں میں کہا۔

"ہاں اور کیا کر سکتے ہیں"۔ آصف نے سر ہلایا۔

اب محمود دبے پاؤں آگے بڑھا... چوکیدار کا منہ دوسری طرف تھا... نزدیک پہنچتے ہی اس نے ایک رومال جیب سے نکال کر اس کے ناک سے لگا دیا... وہ بے چارہ کرسی سے فرش پر ڈھلک گیا... محمود نے اسے سنبھال لیا... تاکہ چوٹ نہ لگے اور نرمی سے فرش پر لٹا دیا... اب وہ آگے بڑھے... بڑے دروازے پر تالا تھا... لیکن اس کو کھولنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا... مین گیٹ سے وہ داخل ہوئے تو سامنے ایک لمبی سی سڑک تھی... اور اس سڑک کے دونوں طرف کمرے تھے... محمود نے ایک کمرے کے سامنے جا کر دم لیا... اس کمرے کے دروازے پر بھی تالا لگا ہوا تھا۔

"یہ تو ہم بہت آسانی سے کامیاب ہو گئے"۔ محمود نے خوش ہوتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔

"دراصل نوبا اب حکومت کے نشے میں رہتا... حکومت کا نشہ بہت برا ہوتا ہے... یہ نشہ انسان کو بالکل بے خبر بنا دیتا ہے... لہٰذا وہ

بے خبر ہے"۔

"چلو خیر... ہمارے حق میں تو یہ اچھا ہی ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

محمود تالے پر جھک گیا اور اس کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا...
ماسٹر چابی اس کے ہاتھ میں تھی۔

"م... میں... میں"۔ شوکی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے؟" دونوں نے اسے گھورا۔

"کیا... کیا آپ دونوں کچھ محسوس نہیں کر رہے؟" شوکی نے
پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"کیا محسوس نہیں کر رہے... یہاں محسوس کرنے کے لیے ہے
ہی کیا؟" آصف بولا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ"۔ شوکی ہکلایا۔

"اس کا کیا ہے... ہوتی ہی رہتی ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اوہو بھئی... اس کی بات تو سن لو"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھا شوکی... بولو... کیا ہے"۔

"خ... خ"۔ شوکی کے حلق میں آواز پھنس گئی۔

"کیا بات ہے بھئی... کیا خ خ لگا رکھی ہے... یہ خ خ کیا ہوتا
ہے؟"

"خ... خ"۔ اس نے پھر کہا۔

"پھر وہی خ خ"۔ آصف جھلا اٹھا۔

"خطرہ... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں"۔

"شوق سے محسوس کرتے رہو... روکا کس نے ہے... ارے
ہئیں... کیا کہا... خطرہ محسوس کر رہے ہو"۔

"ہاں! خطرہ!!" شوکی نے مارے خوف کے کانپ کر کہا۔

"اماں جاؤ"۔

عین اس وقت دروازہ کھل گیا۔

○☆○
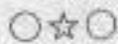
کس دو

تینوں اندر داخل ہوئے.... ریکارڈ روم میں کوئی نہیں تھا۔

"کہاں گیا وہ تمہارا خطرہ.... ہیں؟" آصف نے طنزیہ کہا۔

"مم.... میں.... میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"بس کچھ نہ کہو.... صرف خاموش رہو.... اور میں چند منٹ میں ریکارڈ تلاش کر لوں گا"۔

"جلدی کریں.... میرا خوف اب تک اپنی جگہ موجود ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"یار تمہیں ساتھ نہیں لانا چاہیے تھا"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر مجھے واپس چھوڑ آئیں"۔

"تمہارا مطلب ہے.... پہلے ہم تمہیں واپس چھوڑ کر آئیں۔ اور پھر یہاں آ کر ریکارڈ تلاش کریں"۔ آصف نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں! میں یہی پسند کروں گا"۔

"حد ہو گئی.... ہم اتنے پاگل نہیں"۔ محمود بولا۔

"جج.... جیسے آپ کی مرضی"۔

"مت ڈرو.... دور دور تک کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

"اچھ.... چھا.... مم.... میں کوشش کرتا ہوں"۔

"کس بات کی کوشش؟" آصف نے اسے گھورا۔

"نہ ڈرنے کی"۔

"حد ہو گئی.... اس سے تو بہتر تھا' ہم فاروق کو ساتھ لے آتے.... وہ ہمارا اتنا وقت ضائع نہ کرتا"۔

"تو اب جا کر اسے لے آئیں"۔ شوکی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"آخر ہو کیا گیا ہے.... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

"اسی لیے تو ڈر رہا ہوں"۔

"کیا مطلب.... اگر یہاں کوئی موجود ہوتا تو تم نہ ڈرتے"۔

"نہیں.... پھر ڈرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ شوکی مشکل سے مسکرایا۔

"یار تم تو ہمیں پاگل کر دو گے.... اچھا تم باہر چل کر اس بے ہوش چوکیدار والی کرسی پر بیٹھو"۔

"ارے باپ رے.... اور مشکل کام"۔

"توبہ ہے تم سے.... اچھا صبر کرو.... ابھی چند منٹ کی بات ہے"۔ آصف نے جل کر کہا۔

"یہی کرنا ہو گا"۔ شوکی نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"کیا کرنا ہو گا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"سب... اور کیا؟"

عین اس وقت تالا کھل گیا... اب وہ ریکارڈ کو جلدی جلدی دیکھنے لگے... انہیں اس تاریخ کا ریکارڈ دیکھنا تھا... جب کنگ کی لاش ملی تھی... آخر وہ تاریخ مل گئی۔

اور پھر وہ خوش ہو گئے... وہاں تویا کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔

"واہ... مزا آ گیا"۔

"تت... تو کیا... اب ہم مسٹر تویا کو تلاش کر لیں گے"۔

"پتا نہیں... لیکن ان نشانات کی وجہ سے بہرحال وہ کبھی نہ کبھی پکڑا ضرور جا سکے گا"۔

"چلیے خیر... یہ کام تو ہوا... اب واپسی کی کریں"۔ شوکی نے کہا۔

"اب تک شوکی... تمہارا ڈر بالکل فضول ثابت ہوا"۔

"خدا کا شکر ہے"۔ اس نے فوراً کہا۔

دونوں مسکرا دیے... پھر محمود نے اس ریکارڈ کو اپنے لباس میں ایک خاص جگہ چھپایا اور دروازے کی طرف مڑے۔

اچانک انہیں ایک جھٹکا لگا۔

"یہ... یہ دروازہ کس نے بند کیا تھا؟"

"میں نے... میں نے تو نہیں کیا"۔ شوکی کانپ گیا۔

"اور میں نے بھی نہیں بند کیا تھا"۔

"تب پھر... کیا ہمارے فرشتوں نے بند کیا ہے؟"

"فرشتے ایسے کام نہیں کرتے... انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جس کام پر لگا دیا... بس اسی کام میں لگے رہتے ہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔ محمود نے کہا اور دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا... لیکن وہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

"تب پھر... اب کیا کریں"۔

"دروازہ بہت مضبوط ہے... ہم سے نہیں ٹوٹے گا... ابا جان یا انکل ساتھ ہوتے تو ضرور ٹوٹ جاتا"۔

"تت... تو انہیں بلا لیتے ہیں"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"یار چپ رہو... تم تو ہمارے لیے بالکل فاروق ثابت ہو رہے ہو... ایک دم نکمے... اور باتونی"۔

"اس میں شک نہیں"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"کس میں شک نہیں؟"

"یہ کہ میں ایک دم نکما اور باتونی ہوں"۔

"اچھا چپ رہو... اور ہمیں سوچنے دو... اب ہم کیا کریں"۔

عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

"اب پتا چلا... میں اگر خوف محسوس کر رہا تھا تو کچھ غلط نہیں

کر رہا تھا"۔ شوکی مسکرایا۔

محمود اور آصف اسے گھور کر رہ گئے... کہتے بھی کیا... اسی وقت باہر سے کسی نے بلند آواز میں کہا۔

"دفتر کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے... تم لوگوں کے فرار کے تمام راستے بند ہیں... لہٰذا سیدھی طرح خود کو قانون کے حوالے کر دو"۔

محمود فوراً حرکت میں آیا اور اندر سے دروازے کی چٹخنی لگا دی... پھر پر سکون آواز میں بولا۔

"کیا باہر کوئی ذمے دار آفیسر موجود ہے؟"

"ذمے دار آفیسر... کیا مطلب؟"

"آپ سب انسپکٹر اکرام کو بلا لیں... ہم دروازہ کھول دیں گے"۔

ہمیں دروازہ کھلوانے کی جلدی نہیں... وہ تو آپ جب بھوک پیاس سے بلبلانے لگیں گے... تو خود دروازہ کھول دیں گے"۔

"شکریہ... بس تو پھر آپ آرام کریں... یا پھر سب انسپکٹر اکرام کو لے آئیں"۔

"وہ بے چارہ آنے کے قابل کہاں ہے"۔

"کک... کیا ہوا؟"

"انسپکٹر جمشید کے وفادار ترین لوگوں کو تو بہت دن ہوئے گرفتا

ر لیا گیا تھا"۔

"کیا... نہیں"۔

"اور وہ بے چارے جیل میں سڑ رہے ہیں... اور انہیں گلا ہے پکٹر جمشید سے کہ انہوں نے ان کا خیال تک نہیں کیا"۔

وہ سکتے میں آ گئے... پھر محمود نے کہا۔

"ان کے ساتھ اور کون کون ہیں"۔

"حوالدار محمد حسین آزاد، حوالدار توحید احمد، اور کئی دوسرے"۔

"اوہ اوہ"۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"یہاں سے فارغ ہو کر اب ہمیں ان کو چھڑانا ہو گا"۔

"پہلے خود کو تو چھڑا لو... اب اگر تم نے دروازہ نہ کھولا تو ایک وٹے سے بم کے ذریعے اس کو توڑ دیا جائے گا... موجودہ حکومت کو ں بات سے کوئی پروا نہیں کہ اس ملک کا کیا کیا ٹوٹتا پھوٹتا ہے لہٰذا ہم دھماکا کرنے جا رہے ہیں، اس دھماکے کی وجہ سے آپ کو بھی نقصان چ سکتا ہے"۔

"کچھ بھی ہو... ہم دروازہ خود تو نہیں کھولیں گے... آپ دھماکا ر کے ہمیں یہاں سے نکال لیں"۔

"کوئی حرج نہیں... دروازہ اڑا دو بھئی"۔ باہر سے کہا گیا۔

"آخر اس کا کیا فائدہ"۔ شوکی نے ان دونوں سے کہا۔

"تو کیا دروازہ کھول کر خود کو ان کے حوالے کر دیں؟"

"ہاں! اس میں ہمارا فائدہ ہے"۔ شوکی نے دبی آواز میں کہا۔

"اوہ اچھا"۔ محمود نے چونک کر کہا' پھر بلند آواز میں بولا۔

"ہم دھماکا نہ کریں.... ہم دروازہ کھول رہے ہیں"۔

"بہت خوب.... یہ ہوئی نا بات"۔

اور پھر محمود نے دروازہ کھول دیا.... انہیں فوراً" جکڑ لیا گیا.... ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں.... اچھی طرح تلاشی لی گئی.... لیکن ریکارڈ انہیں نہ مل سکا۔

"یہاں سے جو کچھ تلاش کیا ہے.... وہ کہاں ہے؟"

"کیا آپ نے ہماری تلاشی نہیں لی"۔

"ہاں! لیکن تم لوگ چیزیں چھپانے کے ماہر ہو"۔

"پھر تلاشی لے لیجیے"۔

"نہیں.... تم خود نکال کر دے دو"۔

"اس الماری سے نکال کر دے دیتا ہوں"۔

"نہیں.... اپنے پاس سے.... تم نے اپنے لباس میں کہیں نہ کہیں چھپا رکھا ہے"۔

"حد ہو گئی.... اچھا بابا.... یہ لیں"۔

اس نے ایک جیب سے چند کاغذات نکال کر دے دیے' انہوں نے ان کاغذات کو چیک کیا.... پھر ایک نے کہا۔

"ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے"۔ اس نے منہ بنایا

"اس میں ہمارا کیا قصور.... یہاں آپ نے جو کچھ رکھا ہے.... ان میں سے ہم نے یہ نکالا ہے"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ یوں نہیں مانیں گے.... یہ لاتوں کے بھوت ہیں.... کمرۂ امتحان میں لے جانا پڑے گا"۔

"اوہ اچھا"۔ ان کے انچارج نے چونک کر کہا۔

اب انہیں اس کمرۂ امتحان میں لایا گیا.... جس میں وہ خود مجرموں کو لاتے رہے تھے.... ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"کیا ہوا.... تم تو رونے لگے.... ہم نے تو سنا ہے.... تم بہت بہادر ہو"۔

"ہم اس لیے نہیں رو رہے کہ خوف محسوس ہو رہا ہے"۔

"تب پھر؟" انہوں نے کہا۔

"اس لیے رو رہے ہیں کہ کل تک ہم یہاں مجرموں کو لاتے رہے ہیں.... آج خود یہاں لائے گئے ہیں.... جب کہ ہم مجرم نہیں ہیں.... قوم کے ہیروز پر کبھی کبھی ایسا وقت آتا ہے.... اور جن لوگوں پر ایسے وقت آئے ہیں.... ہم آج ان کے لیے رو رہے ہیں' اپنے لیے نہیں"۔

"کیا مطلب.... تم کن لوگوں کی باتیں کر رہے ہو"۔

"ان لوگوں کی.... جنہوں نے انگریز کے خلاف جانیں لٹائیں....

اور اس قسم کی ہزاروں سختیاں برداشت کیں.... جس قسم کی آج ہم برداشت کرنے جا رہے ہیں"۔

"بس دو انہیں مشینوں پر"۔

اس نے حکم دیا۔

○☆○
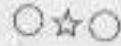
نوبا کی طاقت

پھر جونہی انہیں مشینوں پر کسا گیا.... انہیں نانیاں دادیاں یاد آ گئیں.... وہ بے تحاشا چیخنے لگے.... آخر بے ہوش ہو گئے.... آنکھ کھلی تو وہ لوگ انہیں ہوش میں لانے کی تدابیر کر رہے تھے۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کس سلسلے میں پوچھ رہے ہیں؟" محمود نے منہ بنایا۔

"تم لوگوں نے ریکارڈ روم سے کیا چرایا ہے؟"

"نہیں بتا سکتے"۔ آصف بولا۔

"اور وہ کہاں چھپایا ہے؟"

"واہ.... اگر اس سوال کا جواب دے دیا.... تو پہلے سوال کا جواب تو تمہیں خود بخود مل جائے گا"۔ شوکی ہنسا۔

"ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو.... یا تو تم یہ بتاؤ گے.... کہ کیا چرایا ہے اور کہاں چھپایا ہے یا ہم ان مشینوں کے بٹن پھر دبائیں گے"۔

"ان مشینوں سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم"۔ محمود نے گنگنا کر کہا۔

"اچھا... ابھی تم میں اتنی ہمت ہے... کہ گنگنا سکو"۔

"گنگنانے سے پہلے یہ مجھے بھی نہیں معلوم تھا"۔ محمود نے کہا۔

"حد ہو گئی... بٹن دبا دو بھئی... یہ ایسے نہیں مانیں گے"۔

"ایک منٹ جناب ایک منٹ"۔ شوکی پکارا۔

"کیوں نکل گئی جان؟"

"ابھی نہایں... جب نکلے گی آپ کو پتا چل جائے گا"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یار آصف انہیں وہ دے دو... جو یہ ہم سے مانگ رہے ہیں"۔

"کیا دے دوں... خبردار جو کمزوری دکھائی تو"۔ محمود گرجا۔

"اوہو... بات کو سمجھا کرو... بس تم انہیں وہ دے دو"۔

"اوہو... آخر کیا دے دوں"۔

"یار آصف... یہ حضرت تو سمجھ ہی نہیں رہے"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

"کک... کیا نہیں سمجھ رہے"۔ آصف بولا۔

"جو میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں"۔

"اور تم کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو؟" آصف نے چلا کر کہا۔

"جو یہ نہیں سمجھ رہے"۔

"دماغ نہ چاٹو"۔

"ان مشینوں میں کسے جانے کے بعد دماغوں میں رہ ہی کیا گیا ہے کہ میں انہیں چاٹوں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"ارے بھائی تو خاموش تو رہ سکتے ہو"۔ محمود چیخا۔

"آپ ایسا کریں... مجھے اس مشین سے نکال کر الگ لے چلیں... میں بتاؤں گا... ہم نے کیا چرایا ہے اور وہ چیز ہم میں سے کس کے پاس ہے... اور کہاں ہے؟"

"خبردار شوکی... مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"بھائی سمجھا کرو"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا سمجھا کرو"۔

"اس وقت یہ مشین تم سے بری لگ رہی ہے... اور تم کہہ رہے ہو... مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"افسوس... صد افسوس"۔ آصف نے سرد آہ بھری۔

"ہو گا... مجھے کیا"۔

"اسے مشین سے نکال لو"۔

"اللہ آپ کا بھلا کرے"۔ شوکی خوش ہو گیا۔

"اس غداری کی سزا تمہیں ملے گی... اس بات کو یاد رکھنا شوکی"۔

"اچھی بات ہے... یاد رکھوں گا... لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہو گا

کہ غداری کی سزا دیتے وقت ہی آپ یاد کرا دیں کہ یہ آپ کی غداری کی سزا ہے"۔

"جاؤ جاؤ... ہمارا دماغ نہ چاٹو"۔

اسے الگ کمرے میں لے چلو"۔ حکم دیا گیا۔

اور پھر وہ شوکی کے گرد جمع ہو گئے۔

"ہاں! اب بتاؤ... تم کیا بتا سکتے ہو؟"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں"۔ شوکی بولا۔

"تم تینوں نے فنگر پرنٹ سیکشن سے کیا چیز چرائی ہے؟"

"بس... صرف اتنی سی بات کے لیے تم نے ہمیں اس قدر تکلیف دی... کمال ہے"۔

"کیوں... کیا ہم پہلے ہی یہ بات تم تینوں سے نہیں پوچھ رہے... پھر کیوں نہ جواب دیا"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"اچھا خیر... اب لکھ لیں میں بتانے لگا ہوں"۔ شوکی نے کہا۔

"اوہو... تو اس میں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں جو کچھ بتاؤں گا... وہ بات ریکارڈ پر آ جائے گی... یہ فائدہ ہو گا"۔

"اچھا بابا... چلو بھئی... لکھو... جو یہ لکھوانا چاہتا ہے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! یہ بات ہوئی نا... ویسے آپ ہیں بہت اچھے"۔

"تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو"۔ آفیسر نے اسے گھورا۔

"میں تو اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا... آپ کیا کیا کروں گا"۔

شوکی مسکرایا۔

"سر... یہ ہمیں الو بنا رہا ہے"۔ ایک ماتحت نے کہا۔

"اس کی ابھی ضرورت نہیں مجھے"۔ شوکی فوراً بولا۔

"کیا مطلب... یہ کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" آفیسر نے چلا کر کہا اور اس کی طرف مڑا۔

"اگر آپ سمجھ گئے ہیں تو میں بتا کر کیا کروں گا... اور اگر نہیں سمجھے تو میں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا"۔

"تم انسان ہو یا گھن چکر"۔

"جو آپ سمجھ لیں... بس میں وہی ہوں"۔

"اب یا تو تم یہ بتاؤ گے... کہ کیا چرایا ہے اور تم میں سے کس کے پاس ہے... یا پھر ہم تمہیں وہیں لے چلیں گے... اور پھر آخری مشین میں کس دیں گے"۔

"یہ سب سے اچھی بات ہو گی"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب... ہم نے تو سنا ہے... وہ مشین موت کی مشین ہے"۔

"بالکل ٹھیک سنا ہے"۔

"تب پھر یہ سب سے اچھی بات کیونکر ہو گی؟"

"اس طرح کہ ادھر تم مجھے اس میں کس دو گے.... ادھر میں دوسری دنیا میں پہنچ جاؤں گا اور یہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں.... دوسری دنیا میں بہرحال انسان کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے.... کوئی ایسا نہیں جو نہ گیا ہو.... کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں"۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"بس تو پھر یہ تیاری کریں اس دن کی.... وہ دن آ کر رہے گا.... کیوں ان جھمیلوں میں پڑے ہیں"۔

"اور تم خود کیوں پڑے ہوں ان جھمیلوں میں؟"

"ہم تو انسانوں کی بھلائی کے لیے یہ سب کر رہے ہیں.... کیونکہ اس مرتبہ شیطانی قوتیں ہمارے خلاف جمع ہو گئی ہیں"۔

"تم اور نوبا کا مقابلہ کرو گے.... بے وقوف.... تم تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ اب نوبا کی طاقت کہیں بڑھ چکی ہے.... انشارجہ' بیگال' شلوجستان ونماس' شاناکا اور برٹائن جیسے ملکوں نے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے ہیں"۔

"کیا مطلب.... اس قدر جلد یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"جو حکمران اس کی بات نہیں مانتا.... وہ اس کا تختہ چند دن میں الٹوا دیتا ہے.... پتا نہیں وہ یہ کیسے کرتا ہے.... لیکن یہ حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا ملک اس وقت نوبا سے کانپ رہا ہے.... گویا عملی طور پر اس وقت نوبا دنیا پر حکومت کر رہا ہے.... اور کسی کو معلوم تک نہیں"

"اگر کسی کو معلوم تک نہیں تو تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہے؟" شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نوبا کا خاص آدمی ہوں.... خاص مہموں پر وہ اپنے خاص آدمی بھیجتا ہے.... اسے یہ مہم بھی خاص محسوس ہوئی تھی.... لہٰذا اس نے مجھے بھیج دیا"۔

"وہ خود کہاں ہے؟"

"یہ آج تک کوئی نہیں جان سکا.... تاہم اب اس کے احکامات ملک کے صدر کے ذریعے نشر ہوتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"ملک کا صدر جو حکم دیتا ہے.... پوری دنیا اسے نوبا کا حکم مانتی ہے"۔

"ارے باپ رے.... اس طرح تو پھر ہمارے صدر کی اہمیت بہت بڑھ گئی"۔

"ہاں! لیکن حقیقت میں تو اہمیت نوبا کی ہے"۔

"ہوں.... خیر اچھا.... اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ چیز جو تم نے چرائی ہے"۔

"او کے.... آئیے.... میں آپ کو وہ دلوا دیتا ہوں.... لیکن پھر شرط یہ ہو گی کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں گے"۔

"ہرگز نہیں.... تم لوگوں کو قید میں ڈالا جائے گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... آپ اس قدر ظالم کیوں ہیں"۔

"نوبا کا اور ظلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے.... جہاں نوبا وہاں ظلم.... جہاں نوبا نہیں.... وہاں ظلم نہیں.... اور اسی لیے جہاں ظلم نہیں ہو رہا ہوتا.... نوبا خود وہاں پہنچ جاتا ہے"۔

"حد ہو گئی یعنی کہ.... اچھا چلئے.... پھر آپ کہیں گے.... ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے"۔

"وہ تم پہلے ہی کر چکے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"افسوس.... اب کچھ نہیں ہو سکتا.... اس لیے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"۔

"تم باتیں بہت کرتے ہو"۔

"اگر کم باتیں کرنے والا ساتھی پسند ہے تو پھر میری بجائے دوسرے کو لانا چاہیے تھا.... وہ بہت کم گو ہے"۔

"تو کیا کاغذات اسی کے پاس ہیں؟" اس نے فوراً کہا۔

"آپ گھوم پھر کر کاغذات پر ہی کیوں آ جاتے ہیں.... جب نوبا اس قدر طاقت ور بن چکا ہے.... تو پھر آخر اسے اس قدر معمولی چیز کی کیا پروا ہو سکتی ہے؟"

"یہ وہ جانے.... اس نے مجھے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ ہوٹل البراٹو میں گڑبڑ ہوئی ہے.... اس گڑبڑ کا نام و نشان مٹا دو.... یہ اس نے وضاحت نہیں کی تھی کہ کیا کرنا ہے.... اور کیا نہیں.... اب جو میں کر

رہا ہوں.... وہ صرف اپنی عقل سے کر رہا ہوں.... یہ اس کا حکم نہیں ہے"۔

"اوہ اچھا.... تب تو آپ بہت اچھا کر رہے ہیں.... ہم تو بلاوجہ پریشان ہو گئے تھے"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب.... کس بات پر پریشان ہو گئے تھے"۔

"اس بات پر کہ ہمارے بارے میں مکمل طور پر ہدایات مسٹر نوبا نے دی ہیں"۔

"نہیں.... نوبا اس سطح پر پہنچ چکا ہے.... کہ تم جیسی چیونٹیاں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں.... یہ تو اس کے ایک خاص آدمی کی موت نے اسے اس طرف متوجہ کر دیا.... اگر سام نہ مرتا تو وہ تم لوگوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا"۔

اس نے تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

"گویا سام کی موت نے اسے ہماری طرف متوجہ کر ڈالا ہے"۔

انہوں نے پوچھا۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"تو اس نے اپنے علم کے ذریعے کیوں معلوم نہیں کر لیا کہ ہم کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں.... اور اس وقت کیا چیز ہم نے چرائی ہے.... وغیرہ وغیرہ"۔

شوکی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔
آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

○☆○
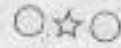
خوفناک آواز

چند لمحے خاموشی طاری رہی.... پھر اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا.... اسے یہ بات کیوں معلوم نہیں ہو سکی"۔

"تب پھر آپ ایک تجربہ کر لیں"۔

"تجربہ.... کیا مطلب.... کیسا تجربہ"۔

"آپ کو بھی مزا آ جائے گا"۔ شوکی نے کہا۔

"مزا آ جائے گا.... آخر کیسے؟"

"توبا سے بات کریں.... اس سے پوچھیں.... وہ اپنے علم کا زور لگا کر بتائے.... ہم کون ہیں.... اور وہ چیز کیا ہے.... جو ہم نے چرائی ہے.... اور وہ چیز جو ہم نے چھپائی کہاں ہے"۔

"میں نے بتایا نا.... اسے اتنی فرصت نہیں"۔

"آپ سمجھے نہیں.... آپ یہ تجربہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا.... توبا ہر چیز جاننے کی قدرت نہیں رکھتا.... ہر چیز کا علم صرف اور صرف ایک ذات کو ہے.... اور وہ ذات ہے باری تعالیٰ کی.... اللہ رب العزت کی"۔

"یہ تم کیا باتیں لے بیٹھے"۔

"میں نے کہا ہے... آپ ذرا تجربہ تو کریں... آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی"۔

"اچھی بات ہے... یہ بھی سہی"۔

اس نے جیب سے وائرلیس جیسا ایک آلہ نکالا اور اس کا بٹن آن کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو سر... ہیلو سر... آپ کا خادم چین چوف بول رہا ہوں"۔

وہ یہ جملہ بار بار دہراتا رہا... آخر دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کیا ہے چین چوف"۔ انہوں نے اچانک اپنے صدر کی آواز سنی۔

"سر! ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے... لیکن ان میں سے تین کو... جو سام کی موت کے ذمے دار ہیں... ان لوگوں نے فنگر پرنٹ سیکشن سے کوئی چیز چرائی ہے... میں ان سے وہ چیز حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"تم بالکل ٹھیک جا رہے ہو مسٹر چین چوف"۔

"شکریہ سر... لیکن یہ لوگ ذرا ٹیڑھی کھیر ثابت ہو رہے ہیں"۔

"ارے تو نہیں سیدھا کر دو... یہ کون سا مشکل کام ہے؟"

"ان کا ایک چیلنج ہے"۔

"ہمیں کسی کے چیلنج سے کیا لینا... تم اپنا کام کرو"۔

"مہربانی فرما کر ان کا چیلنج سن لیں"۔

"اچھا بتاؤ... ویسے ہم بہت مصروف ہیں"۔

"سنیں... چیلنج یہ ہے کہ آپ... مسٹر توبا آپ ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے... یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ کل یہ کیا کریں گے"۔

"کیا مطلب... کیا کہا؟" صدر صاحب چلائے۔

"ہاں سر... ان کا یہی دعویٰ ہے... اور یہ چاہتے ہیں... آپ انہیں بتائیں... یہ کون ہیں... اور کیا ہیں اور وہ کاغذات انہوں نے کہاں چھپائے ہیں"۔

"بہت خوب... میں ابھی بتا دیتا ہوں... یہ اس وقت محکمہ سراغرسانی کے دفتر میں ہیں... جہاں امتحان گاہ ہے"۔

"یس سر... بالکل"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"اچھا! میں صرف چند سیکنڈ میں ان کے بارے میں سب کچھ بتا سکوں گا"۔

"بہت خوب سر"۔

اور پھر خاموشی چھا گئی... چند سیکنڈ گیا... ایک منٹ گزر گیا... اور آواز نہ سنائی دی... پھر اچانک صدر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مسٹر چین چوف.... ان کے لباس اتار دو"۔

"جی.... کیا مطلب؟"

"ان کے لباس اتار دو.... کیا تم بہرے ہو"۔ غرا کر کہا گیا۔

"نہیں.... نہیں سر"۔

"ان کے سوال کا جواب مل جائے گا.... تم ان کے لباس اتار دو"۔

"او کے سر.... ابھی لیں"۔

"جب تم لباس اتار چکو گے.... میں تمہیں بتاؤں گا.... یہ کون ہیں اور کیا ہیں"۔

"او کے سر"۔

آواز بند ہو گئی.... اس نے بھی بٹن آف کر دیا اور ان کی طرف مڑا.... اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا.... آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"حیرت ہے.... مسٹر چین چوف.... آپ اس قدر خوف زدہ نظر آ رہے ہیں"۔

"ہاں! میں خوف زدہ ہوں.... جس لہجے میں مسٹر توبا نے مجھ سے بات کی ہے.... اس لہجے میں بات سننے والا زندہ نہیں رہتا"۔

"لیکن آپ تو بالکل زندہ ہیں.... تھوڑے بہت بھی مردہ نہیں ہیں"۔ شوکی نے کہا۔

"حد ہو گئی.... اسے کمرۂ امتحان میں لے آؤ.... اور تینوں کے کپڑے اتار دو"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"آپ تو برا مان گئے.... یوں بھی زندہ انسان ہی برا مانتا ہے"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"اگر مجھے مسٹر توبا کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری زبان کاٹ دیتا"۔

"اور آپ کو مسٹر توبا کا کیا خیال ہے؟"

"یہ کہ وہ نہ جانے تم سے کیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں.... میں نے اگر زبان کاٹ دی.... تو پھر آپ ان سے بات نہیں کر سکیں گے"۔

"لیکن اب تو بقول آپ کے.... وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑنے والا"۔

"ہاں! یہ بات تو ہے"۔

"لیکن مجھے تو ایسا نہیں لگتا"۔

اسی وقت وہ کمرۂ امتحان میں داخل ہوئے.... محمود نے شوکی کو دیکھ کر کہا۔

"وہ آ گیا غدار"۔

"شش.... شکریہ مسٹر محمود"۔ شوکی مسکرایا۔

"اس نے کوئی غداری نہیں کی.... بس ہمارا وقت ضائع کیا.... شاید یہ وقت گزارنے کے چکر میں تھا اور اس میں یہ کامیاب رہا....

لیکن فائدہ کیا ہوا.... کچھ بھی نہیں"۔ چین چوف نے جلدی جلدی کہا۔

"کک.... کیا کہا آپ نے.... کیا یہ سچ ہے"۔

"سو فیصد سچ ہے۔

"شکریہ مسٹر چین چوف"۔ شوکی نے شرما کر کہا۔

"کیا نام لیا.... مسٹر چین چوف"۔

"ہاں! یہی نام ہے نا.... مسٹر تویا نے انہیں اسی نام سے پکارا تھا"۔

"لیکن یہ کیسا نام ہوا.... ہمارے ملک میں تو اس قسم کے نام نہیں رکھے جاتے"۔

"میں چینی ہوں.... تویا یہاں کے لوگوں پر اعتبار نہیں کرتا.... لہٰذا اس نے اپنے خاص خاص آدمی غیر ملکی رکھے ہوئے ہیں.... اور وہ سب کے سب غیر مسلم ہیں"۔

"اور شاید.... وہ سب کے سب شیطان کے پیروکار ہیں"۔ محمود بول اٹھا۔

"کک.... کیا مطلب"۔ چین چوف چلا اٹھا۔

"کیوں.... آپ کو کیا ہوا.... آپ اس طرح کیوں چلائے"۔

"یہ آپ نے کیا کہہ دیا؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو میں نے ایک درست بات بے خیالی میں کہہ دی.... یہی بات ہے نا"۔ محمود نے اسے غور سے دیکھا۔

"سپ.... پتا نہیں"۔

"تم اپنے بارے میں کہو.... کیا تم شیطان کے پجاری ہو؟"

"مم.... میں.... میں"۔ وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"حد ہو گئی.... آخر اس طرح مم.... میں.... میں کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔

عین اس وقت وائرلیس پر اشارا موصول ہوا.... چین چوف نے فوراً سیٹ آن کیا اور بولا۔

"یس سر"۔

"تم نے اب تک ان کے کپڑے نہیں اتروائے"۔

"اتروا رہا ہوں سر"۔

"اتنی دیر کیوں کی"

"وہ سر.... انھوں نے مجھے باتوں میں لگا لیا تھا"۔

"اور تم ان کی باتوں میں لگ کر میرا کام بھول گئے"۔

"نہیں سر.... بالکل نہیں"۔ وہ کانپ گیا۔

"اچھا خیر.... ان کے کپڑے اتروا لو.... سیٹ کو آف نہ کرنا"۔

"او کے سر"۔ اس نے کہا' پھر اپنے ماتحتوں سے بولا۔

"ان کے کپڑے اتار دو"۔

اس کے ماتحت اب ان کی طرف لپکے.... لمحے میں تینوں بلا کی رفتار سے حرکت میں آئے.... اور تین مختلف سمتوں میں کھڑے ہو

گئے۔

"یہ کیا.... یہ تم نے کیا حرکت کی؟" چین چوف بولا۔

"کیا کیا انھوں نے؟" دوسری طرف سے توبا نے پوچھا۔

"یہ اچھل کر ادھر ادھر ہو گئے ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے.... یہ لباس نہیں اتارنا چاہتے"۔

"نہیں سر.... ایسا ہی معلوم ہوتا ہے"۔

"انھیں پکڑو.... اور زبردستی کپڑے اتار دو.... نہ اترواسکو تو کپڑے پھاڑ کر الگ کر دو"۔

"آپ فکر نہ کریں سر"۔

"اور چین چوف اگر تم ان کے کپڑے نہ اتار سکے.... تو ایک بدترین موت تمہارا مقدر ہو گی"۔

"نن نہیں سر.... نہیں"۔ وہ لرز کر رہ گیا۔

"بس تو پھر.... وہ کرو جو کہا گیا ہے"۔

"پکڑو انھیں بھئی"۔

اس کے ماتحت ان کی طرف جھپٹے.... انھوں نے ادھر ادھر چھلانگیں لگائیں.... نتیجہ یہ کہ وہ لوگ آپس میں ٹکرا گئے.... سنبھل کر جب ان کی طرف پلٹے.... تو وہ چین چوف کے سر پر کھڑے نظر آئے۔

"محمود کا ہاتھ بجلی کی طرح حرکت میں آیا.... اور اس نے اس کے ہاتھ سے سیٹ اچک کر آف کر دیا.... ادھر آصف نے اس کی گردن

پر ہاتھ ڈال دیا۔

"مسٹر چین چوف.... سیٹ ہم بند کر چکے ہیں.... اب آپ کا توبا یہاں ہونے والی بات چیت نہیں سن سکتا"۔ محمود نے پرسکون آواز میں کہا۔

"آپ کا خیال غلط ہے.... اب ہم اس کی آواز نہیں سن سکتے.... البتہ وہ سن سکتا ہے"۔

"خیر یہی سہی.... سنتا تو ہے وہ.... آپ کو تو اپنی آواز اب نہیں سنا سکتا.... لہٰذا ہم یہ کپڑے نہیں اتاریں گے.... آپ کو اگر اپنی جان بچانا منظور ہو تو ہماری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا.... ورنہ اس وقت آپ ہر طرح سے ہمارے قابو میں ہیں"۔

"آپ.... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم یہاں سے جا رہے ہیں.... اب اگر آپ ہمارے تعاقب میں آئے تو پھر ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"او کے.... آپ مجھے چھوڑ دیں اور چلے جائیں"۔ اس نے کہا۔

جونہی اسے چھوڑ کر وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے.... انھوں نے چین چوف کے حلق سے نکلنے والی ایک عجیب خوفناک آواز سنی۔

وہ چونک کر مڑے۔

○☆○

خالی عمارت

انھوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا... چین چوف کے دونوں ہاتھ اپنی گردن پر سختی سے جم گئے تھے اور وہ اپنی گردن پر ان کے ذریعے پورا دباؤ ڈال رہا تھا... گویا اپنا گلا خود گھونٹ رہا تھا۔

"ارے ارے! یہ تم کیا کر رہے ہو... چھوڑو اپنا گلا... کیوں اپنی موت آپ مر رہے ہو"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

تینوں اس کی طرف جھپٹے... اس کے ماتحت مارے حیرت کے بت بنے کھڑے تھے... وہ تو اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکے... تینوں نے اس کے بازو پکڑ کر زور لگانا شروع کیا تاکہ اس کے ہاتھ گردن سے الگ ہو جائیں... ایسے میں اس کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"نہیں باس... نہیں... مجھے چھوڑ دیں باس... جانے دیں... میں ابھی مرنا نہیں چاہتا... بچاؤ... تم مجھے بچاؤ... میرے ہاتھ گردن سے الگ کر دو"۔

اس کے ان الفاظ نے ان کے رونگٹے کھڑے کر دیے... وہ پورا زور

لگا کر تھک گئے... لیکن اس کے ہاتھ الگ نہ کر سکے... یہاں تک کہ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلتی نظر آئیں... منہ سے جھاگ نکلنے لگا... خرخر کی آواز بلند ہونے لگی... اور پھر ان کے ہاتھوں میں اس نے دم توڑ دیا... اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟" شوکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"توبا نے اسے مار ڈالا"۔ آصف بولا۔

"توبا... توبا... توبا"۔ محمود چلایا۔

"اب ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے... ہمیں جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا... وہ ہم کر چکے... لہٰذا آؤ چلیں"۔ آصف نے فوراً کہا۔

وہ جانے کے لیے مڑے... لیکن ان کے راستے میں چین چوف کے ماتحت آ گئے۔

"آپ نہیں جا سکتے... آفیسر ہم سے ان کی موت کی تفصیلات معلوم کریں گے... آپ کو یہاں ان کے آنے تک رکنا پڑے گا... ہونے دے کر آپ جا سکیں گے"۔

"نہیں! ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی محمود کے ہاتھ میں ایک پنسل تراش نظر آیا... اس نے سرد آواز میں کہا:

"ہم چاہتے تو آپ کو گولیاں مار سکتے تھے... لیکن ہم بلاوجہ خون بہانے کے عادی نہیں ہیں' لہٰذا صرف تم لوگوں کو بے ہوش کر کے جا

رہے ہیں"۔

"کک.... کیا مطلب.... وہ ایک ساتھ چلائے۔

اس کے ساتھ ہی محمود نے پنسل تراش فرش پر دے مارا.... وہ ایک ہلکے سے دھماکے سے پھٹا.... ان کی چیخیں سنائی دیں اور وہ نکلتے چلے گئے۔

انہوں نے جھیل کے کنارے پر پہنچ کر دم لیا.... اب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اپنی آمد کی خبر پہنچائی.... آب دوز فوراً" اوپر آ گئی.... وہ اس میں سوار ہو گئے اور تہ میں اتر گئے۔

"کیا رہا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت خوف ناک رہا"۔ شوکی نے کانپ کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے.... تم ناکام لوٹے.... میں پہلے ہی کہہ رہا تھا.... تم تینوں کی بجائے ہم تینوں کو بھیجنا چاہیے تھا"۔ فاروق نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بات پوری سنی نہیں اور تبصرہ شروع ہو گیا"۔ آصف جل گیا۔

"چلو پھر تم پوری بات بتا دو"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

انہیں پوری بات سنائی گئی.... مارے حیرت اور خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چیچن چوف کی موت نے ہمیں بھی خوف میں مبتلا کر دیا ہے....

اس کا مطلب ہے.... نوبا واقعی پر اسرار طاقتوں کا مالک ہے.... خیر.... تم وہ ریکارڈ تو لے آئے.... اب نکالو اس کو"۔

انہوں نے کاغذات کا معائنہ کیا.... اس میں اس نوجوان کی انگلیوں کے واضح نشانات موجود تھے.... جس نے ہوٹل میں سیٹھ جامد سے ملاقات کی تھی.... اور پھر کنگ سے اس کی ملاقاتیں ساحل پر بنے ہٹ پر ہوئی تھیں.... اس ہٹ سے بھی نشانات اٹھائے گئے تھے۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمارے پاس نوبا کی انگلیوں کے نشانات آ گئے ہیں"۔

"اب ہمیں نوبا کو تلاش کرنا ہو گا.... فرزانہ ' فرحت ' رفعت.... کیا تم بتا سکتی ہو ' ہم اسے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں"۔

"آپ! ہم تینوں کو بھی اجازت دیں.... پہلے ہم اپنی کوشش کر لیں.... اگر ناکام رہیں تو پھر آپ کو کوئی ترکیب بتا دیں گی"۔

"اس کا مطلب ہے.... آصف ' محمود اور شوکی کی طرح شہر جا کر کوشش کرنا چاہتی ہو"۔

"جی ہاں! بالکل.... ہو سکتا ہے.... جب ہم واپس آئیں تو ہمارے پاس نوبا کی انگلیوں کے نشانات ہوں"۔

"وہ تو ہمارے پاس پہلے ہی آ چکے ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"تم غلط سمجھے.... ہمیں اس وقت تک یہ معلوم نہیں کہ نوبا کہاں ہے.... یا کس آدمی کے روپ میں ہے.... اب اگر ہم کسی آدمی

کے نشانات لے کر آتے ہیں اور وہ نشانات ان نشانات سے مل جاتے
ہیں تو وہ آدمی ہی تو ہوا ہے.... اور اس طرح ہمارا باقی کام آسان ہو جائے
گا"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"تم ہمیں بتا دو.... کہیں تم پھنس نہ جاؤ"۔

"ان شاء اللہ ہم نہیں پھنسیں گی.... آپ فکر نہ کریں"۔
فرزانہ بولی۔

"اچھی بات ہے.... تو جاؤ تم بھی"۔

"اور اس کا مطلب ہے.... ان کے بعد باری ہے ہماری"۔
فاروق مسکرایا۔

"مپ.... پتا نہیں.... یہ تو حالات پر منحصر ہے"۔ انسپکٹر جمشید
نے کہا۔

"اچھی بات ہے.... ہم کوشش کریں گے.... حالات ہمارے حق
میں ہو جائیں"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

اور وہ سب مسکرا دیے.... پھر آب دوز کو لمحے بھر کے لیے سطح
پر لایا گیا.... ان تینوں کو اتارتے ہی وہ نیچے چلی گئی.... اس کے ساتھ
ساتھ وہ آکسیجن کا انتظام کرتے جا رہے تھے.... ادھر وہ تینوں اپنی کار
میں ایک سمت میں روانہ ہو گئیں۔

"جانا کہاں ہے؟"۔ رفعت بولی۔

"ایک خفیہ ٹھکانے پر"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"یہ ٹھکانہ بھی تو خفیہ ہے"۔ فرحت نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! لیکن اس وقت ضرورت ہے.... اس تک جانے کی"۔
فرزانہ نے کہا۔

"اچھی بات ہے.... کم از کم اس مہم کی حد تک ہم تمہیں اپنا
لیڈر مان لیتے ہیں"۔

"بہت مہربانی"۔ اس نے دانت نکال دیے۔

"بہت شوق ہے تمہیں لیڈر بننے کا"۔ فرحت نے جھلا کر کہا۔

"صبر کرو.... جب ہم کسی مہم کے سلسلے میں تمہارے شہر جائیں
گے.... اس وقت میں تمہیں اپنا لیڈر مان لوں گی"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"بھئی واہ.... مزا آ گیا"۔ رفعت نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں مزا کہاں سے آ گیا"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

"اس میں مزا اس طرح آ گیا کہ جب آپ کسی مہم کے سلسلے
میں ہمارے شہر میں آئیں گی.... اس وقت آپ کو ہمیں لیڈر ماننا ہو
گا.... اپنے اصول کے مطابق"۔

"دھت تیرے کی"۔ فرزانہ نے جھلا کر فرحت کی ران پر ہاتھ
مارا۔

"نظر کمزور ہو گئی ہے.... تمہاری.... کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ"۔

"اچھا.... مشورے پر عمل کروں گی"۔

"اور نتیجے سے مجھے آگاہ کرنا۔۔۔ کہ کتنے نمبر کی عینک لگی ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"کیا ہو گیا۔۔۔ انگارے کیوں چبا رہی ہو"۔ فرزانہ ہنسی۔

"محبت ہے"۔

"واہ! یہ اچھا علاج تلاش کیا ہے سردی کا"۔

"ارے! یہ ہم کس طرف نکل آئے"۔ فرحت نے چونک کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"دیکھتے تو ہم پہلے ہی چلے آ رہے ہیں"۔ فرحت نے منہ بنایا۔

"اب تھوڑی دیر کے لیے اور دیکھتے جاؤ"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تم کہتی ہو تو دیکھتے جاتے ہیں۔۔۔ ورنہ میں تو تنگ آ چکی ہوں۔۔۔ اس دیکھتے جانے سے"۔ فرحت نے جل کر کہا۔

کار ایک عمارت کے دروازہ پر پہنچی تو اس کا گیٹ خود بخود کھل گیا۔

"بھئی واہ۔۔۔ عمارت کا چوکیدار اس کا مطلب ہے۔۔۔ کار کو پہچانتا ہے"۔ رفعت نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ یہ دروازہ کار کو پہچانتا ہے"۔ فرزانہ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ بولیں۔

"اندر کوئی نہیں ہے۔۔۔ عمارت خالی ہے۔۔۔ دیکھ نہیں رہے۔۔۔

اس پر بورڈ لگا ہوا ہے۔۔۔ کرائے کے لیے خالی ہے۔۔۔ لیکن یہ بس صرف بورڈ ہے۔۔۔ ہم اس عمارت کو کرائے پر دیتے نہیں۔۔۔ نہ اس بورڈ پر رابطے کے لیے کوئی فون نمبر یا پتا درج ہے۔۔۔ گویا کوئی آئے گا تو اس میں موجود کسی شخص سے ہی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے عمارت دکھا دی جائے۔۔۔ لیکن جب کوئی ہوگا ہی نہیں تو دکھائے گا کیسے؟"

"چلو خیر۔۔۔ سوال یہ ہے کہ ہم کیسے آئے یہاں"۔ رفعت نے بھنا کر کہا۔

"بہت اچھی طرح آئے۔۔۔ کار میں بیٹھ کر کر آئے"۔ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی"۔ فرحت چلائی۔

"ابھی اور ہو گی"۔

فرزانہ نے کہا اور کار آگے بڑھا لے گئی۔۔۔ پھر وہ کار سے اتر گئیں۔۔۔ دروازہ خود بخود بند ہو چکا تھا۔

"کیا یہ ساری عمارت آٹومیٹک ہے"۔ فرحت بولی۔

"یہ بھی کہا جا سکتا ہے"۔

"اور ریموٹ کنٹرول ہے"۔ رفعت نے کہا۔

"ارے۔۔۔ تم تو اس کی اصلیت سے آگاہ ہو گئیں۔۔۔ اب کسی کو بتا نہ دینا"۔

فرزانہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔۔۔ فرحت اور

رفعت کے منہ بن گئے۔

"کیا ہوا... منہ کیوں لٹک گئے؟"

"ہم تمہارے ہاتھوں اپنا مذاق اڑوانا پسند نہیں کرتے"۔ فرحت نے تلملا کر کہا۔

"تب پھر اس کام کے لیے کس کی خدمات حاصل کی جائیں"۔ فرزانہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"حد ہو گئی... آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"او کے... اگر تم دونوں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں تو پھر جانے دیں"۔ فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

اب وہ انہیں اس عمارت کے اندرونی حصے میں لے آئی... بیرونی دروازے تمام کے تمام خود بخود بند ہو چکے تھے۔

"کیا تم داد نہیں دو گی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"داد... کون سی داد... وہ جس کے بھوکے شاعر لوگ ہوتے ہیں؟"

"ہاں بالکل وہی"۔

"تم نے شاعری کب سے شروع کی"۔

"حد ہو گئی"۔ فرزانہ نے پاؤں پٹخے۔

اب وہ جس کمرے میں موجود تھیں... اس کا دروازہ بھی بند ہو چکا تھا۔

اس کمرے کی دیوار میں ایک خفیہ بٹن لگا ہوا تھا... لیکن وہ نظر نہیں آ سکتا تھا... چنانچہ فرزانہ نے اس بٹن کو دبا دیا۔

"یہ کیا... اب بٹن کو دبانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی... کیا یہ ریموٹ کنٹرول نہیں ہے"۔

"یہ بھی ہے... لیکن میں اس کا اشارہ بھول گئی... لہذا ہاتھ سے کھولنا پڑ گیا... خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔

"او کے... اس وقت انچارج تم ہو... ہم کیا کہہ سکتی ہیں"۔

"کہنے کو تم ہر وہ بات کر سکتی ہو... جو تمہارے دماغ میں آ جائے"۔

"شکریہ بہت بہت"۔ فرحت مسکرائی۔

اچانک فرحت اور رفعت کے منہ مارے حیرت کے کھل گئے۔

○☆○

سرنگ

ان کا خیال یہ تھا کہ بٹن کو دبانے سے کوئی تہ خانہ نمودار ہو گا.... لیکن ان کا یہ خیال غلط نکلا.... کیونکہ ان کے سامنے ایک سرنگ تھی.... ایک اتنی بڑی سرنگ کہ اس میں قدرے جھک کر چلا بھی جا سکتا تھا.... فرزانہ نے قدم آگے بڑھا دیے۔

"کچھ ہمیں بھی تو بتا دو.... تاکہ ہم خود کو حالات کے مطابق تیار رکھیں"۔

"یہ سرنگ ہمیں ایوان صدر تک لے جائے گی"۔

"اوہ کیا صدر کو اس سرنگ کے بارے میں پتا نہیں ہے؟"

"پتا ہے"۔ وہ بولی۔

"تب.... پھر یہ راستا خطرناک ہے.... صدر سے نوبا نے معلوم کر لیا ہو گا.... اس کے بارے میں"۔

"کوئی پروا نہیں.... ہم تو خود چاہتے ہیں.... نوبا براہ راست ہم سے آ ٹکرائے.... آخر ہم کب تک اس سے ڈرتے رہیں گے"۔

"او کے"۔ دونوں ایک ساتھ بولیں۔

پھر ان کا سفر اس سرنگ میں شروع ہوا۔

"اب بولنا نہیں ہے.... ورنہ آواز دوسرے سرے تک جائے گی"۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"اور کیا یہ سرگوشی نہیں جائے گی، دوسرے سرے تک؟" رفعت بولی۔

فرزانہ مسکرا دی.... اس نے نفی میں سر ہلا دیا.... انھیں پندرہ منٹ تک چلنا پڑا.... تب کہیں جا کر سرنگ ختم ہوئی.... اور ان کے سامنے ایک دروازہ آ گیا.... فرزانہ نے جیب سے چابی نکالی اور دروازے کے تالے میں لگائی.... فوراً ہی تالا کھل گیا۔

دوسری طرف ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا.... اس میں ضرورت کی چیز تھی.... فرنیچر بھی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی.... یہ وقت کے حاکم کے خلاف بغاوت ہو جانے کی صورت میں حاکم کے لیے جائے پناہ بنائی گئی تھی.... اور زیادہ خطرے کی صورت میں اس سرنگ کو استعمال کیا جا سکتا تھا.... اس سرنگ کے بارے میں صرف انہیں اور صدر صاحب کو معلوم تھا.... اور اس وقت یہ بات خطرناک تھی.... کہ صدر صاحب اس وقت سو فیصد نوبا کے زیر اثر تھے۔

اچانک انھوں نے نوبا کی آواز سنی۔

"دیکھا صاحب صدر.... میں نے کیا کہا تھا؟"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا" صدر کی آواز سنائی دی۔

"اب آئے گا مزا"۔ نوبا بولا۔

"اس میں کیا شک ہے مسٹر نوبا"۔ صدر نے کہا۔

اور پھر اس کمرے کا دوسری طرف کا دروازہ کھلا.... صدر اپنے دستے کے چند محافظوں کے ساتھ اس کمرے میں آ گئے۔

"اوہ.... یہ تم ہو.... گرفتار کر لو انھیں.... یہ نوبا کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے آئی تھیں.... آفت کی پرکالہ کہیں کی"۔ صدر نے جھلا کر کہا۔

"صاحب صدر.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... کیا آپ ہمیں پہچانتے ہیں"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی.... اس نے یہ الفاظ بدلی ہوئی آواز میں کہے تھے۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"ذرا بتایئے تو"۔

"تم لوگ بے وقوف ہو.... جو اب تک نوبا کی طاقت کو تسلیم نہیں کرنے لگے.... خیر اب کرو گے"۔ صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

"سر.... کیا آپ چاہتے ہیں.... ہم بھی نوبا کے غلام بن جائیں"۔ فرزانہ بولی۔

"بالکل.... یہی چاہتا ہوں میں"۔ صدر نے کہا۔

"تب پھر بلایئے مسٹر نوبا کو"۔

"کیا مطلب.... بلانے کی کیا ضرورت.... صدر کی صورت میں

تمہارے سامنے موجود تو ہوں"۔ انہوں نے ہنس کر کہا

"ہمیں آپ سے غرض نہیں.... مسٹر نوبا سے ہے"۔

"تم آخر خود کو کیا سمجھتے ہو.... کیا اب تک تمھیں نوبا کی طاقت کا اندازہ نہیں ہوا.... اس قدر زبردست میک اپ میں بھی تم لوگوں کو اس نے فوراً پہچان لیا.... اور مجھے بتا دیا کہ تم کون ہو"۔ صدر نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن وہ خود کیوں نظر نہیں آ رہا.... اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے.... کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا.... کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا.... کوئی اسے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا تو وہ سات پردوں میں کیوں چھپ کر بیٹھ گیا ہے.... کیوں وہ ہمارے سامنے نہیں آتا.... ہم سے مقابلہ نہیں کرتا"۔

"اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے.... جب کہ اس کے غلام دشمنوں کے لیے کافی ہیں.... تاہم اس بات پر مجھے حیرت ضرور ہے.... تم بچ کیسے گئے.... تمہاری آب دوز کو تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تھا۔

"بس! یہ اللہ کی مہربانی ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"ارے.... تم نے انھیں اب تک گرفتار نہیں کیا.... نہ صرف یہ گرفتار کرو.... ان کے جسموں سے یہ عجیب و غریب سا لباس اتار دو۔ اس لباس کے نیچے انہوں نے اپنے اصل کپڑے پہن رکھے

ہیں... کیوں پہن رکھے ہیں نا"۔

"ہاں! پہن رکھے ہیں... اپنے ان غلاموں کو حکم دیں... یہ ہمارے عجیب و غریب لباس اتار دیں"۔ فرحت نے پرسکون آواز میں کہا۔

صدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں... کیا یہ نہیں اتار سکیں گے؟"

"تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے؟"

"اتار دو لباس"۔

محافظ دستے کے لوگ آگے بڑھے... لیکن پھر جونہی انہوں نے ان کے لباس کو ہاتھ لگایا... وہ زور زور سے اچھلے... اور ادھر ادھر گر گئے۔

"نوبا کو اس بات کا پتا کیوں نہ لگا؟" فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کس بات کا؟"

"یہ کہ ان لباسوں میں کرنٹ دوڑ رہا ہے"۔

"مجھے پتا نہیں... شاید نوبا کی توجہ اس وقت تمہاری طرف نہیں ہے"۔

"تب پھر کس طرف ہے... اس وقت تو اسے سب سے زیادہ ضرورت ہی ہماری طرف توجہ دینے کی ہے"۔

"شاید وہ انسپکٹر جمشید وغیرہ کی طرف متوجہ ہے"۔

"اوہو اچھا... اپنے مسٹر نوبا سے پوچھیں صاحب صدر... کیا وہ لوگ انہیں نظر آ رہے ہیں"۔

"ایک منٹ"۔ یہ کہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا... پھر آنکھیں کھول کر بولا۔

"وہ شہر میں ہی ہیں... لیکن کسی جگہ پانی کی سطح سے نیچے ہیں"۔

"واہ... تو مسٹر نوبا کو پانی کے نیچے موجود دشمن کا پتا نہیں چلتا... اور لوگوں کو کل ہونے والے واقعات کی فلم دکھا دیتا ہے"۔

"وہ کیا کر سکتا ہے... اور کیا نہیں... اس بات سے مجھے کوئی غرض نہیں"۔ صدر نے منہ بنایا۔

"تب پھر آپ کو غرض کس سے ہے؟"

"اس کے احکامات پر عمل کرنے سے غرض ہے... اور وہ میں کر رہا ہوں... تم نے اب تک انہیں گرفتار نہیں کیا"۔ وہ محافظوں سے بولے۔

"سر! ہم اس کرنٹ کا کیا کریں؟"

"اوہ... کرنٹ... اچھا... ٹھیک ہے... میں نوبا سے پوچھتا ہوں"۔ یہ کہ کر صدر نے آنکھیں بند کر لیں... پھر فوراً ہی کھول دیں اور بولے۔

"ان پر جال پھینکو"۔

"جال لانا پڑے گا"۔

"تو جا کر لے آؤ"۔ صدر نے جھلا کر کہا۔

"اور اگر یہ یہاں سے فرار ہو گئے سر؟"

"نہیں ہوں گے"۔ صدر مسکرا دیے۔

"ہمارا فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے"۔

"ہوں.... اچھا"۔

محافظ چلے گئے.... اب اس کمرے میں صرف صدر رہ گئے اور وہ تینوں۔

"صاحب صدر' آخر یہ کیا چکر ہے.... آپ توبا کے غلام کیسے بن گئے؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ بولے۔

"توبا سے پوچھ کر بتا دیں"۔

"اچھا"۔ وہ بولے اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں"۔

یہی وہ وقت تھا جب فرزانہ' فرحت اور رفعت حرکت میں آئیں.... اور ایک ساتھ صدر پر ٹوٹ پڑیں۔

لیکن دوسرا لمحہ تھرا دینے کے لیے کافی تھا.... جونہی وہ ان سے ٹکرائیں.... وہ اس بری طرح اچھلیں اور اس قدر اونچا اچھلیں کہ جیسے کسی بہت بڑی اور انجانی طاقت نے انھیں اچھال پھینکا ہو۔

وہ دیوار سے ٹکرائیں اور ساکت ہو گئیں۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" صدر صاحب پر سکون انداز میں بولے۔

"ہم دیکھنا چاہتی تھیں.... آپ کتنے طاقت ور ہیں"۔

"تو پھر ہو گیا اندازہ"۔

"ہاں سر.... ہو گیا.... یہ توبا نے آپ کو اس قدر طاقت ور کیسے بنا دیا"۔

"یہ تم توبا سے ہی پوچھنا.... مجھ سے نہیں"۔ صدر صاحب بولے۔

"تو اب آپ ہمیں جال کے ذریعے گرفتار کریں گے"۔

"ہاں بالکل"۔

"لیکن آخر کیوں.... جب توبا کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے.... تو وہ ہمیں گرفتار کر کے کیا کرے گا"۔

"تم لوگ بلاوجہ ٹانگ تو اڑاتے ہی رہو گے.... کیوں نہ تمہارا کانٹا نکال دیا جائے"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... لیکن ہمیں ایک کوشش اور کرنے دیں.... تاکہ حسرت نہ رہ جائے"۔

"مطلب یہ کہ تم ایک بار اور مجھ پر حملہ کرنا چاہتی ہو"۔ وہ ہنسے۔

"ہاں سر"۔ وہ ایک ساتھ بولیں۔

"اچھی بات ہے... اجازت ہے"۔

تینوں نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور پھر ان کے ہاتھوں میں عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں۔

"یہ کیا ہے بھئی؟"

"یہ... یہ ہمارے ہتھیار ہیں... میرے ہاتھ میں آئینہ ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں... نا... اس آئینے کو"۔

"ہاں! کیوں نہیں... تم آئینے کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرو گے"۔ صدر نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

"اور میرے ہاتھ میں ربڑ کے دستانے ہیں"۔ فرحت بولی۔

"آپ کو پکڑنے کے لیے"۔

"اور مجھے پکڑ کر کیا کرو گی"۔ وہ اور زور سے ہنسے۔

"میں آپ کو آئینہ دکھاؤں گی... اس آئینے میں آپ اپنی شکل دیکھ سکیں گے"۔

"رہ گئی میں... میں آپ کے منہ پر صرف رومال رکھوں گی"۔

"اس سے کیا ہو گا"۔

"اس سے یہ ہو گا کہ آپ بے ہوش ہو جائیں گے"۔

"حد ہو گئی یعنی کہ"۔ صدر صاحب زور زور سے ہنسنے لگے۔

"ہنس لیں... جتنا چاہیں ہنس لیں... اس کے بعد ہنسنے کی باری

...ری ہے"۔

"ناممکن"۔ وہ بولے۔

"کیا ناممکن"۔

"یہ کہ اس کے بعد ہنسنے کی باری تم لوگوں کی ہے... تمہیں اب ...نا نصیب نہیں ہو گا... میرا محافظ دستہ جال لے کر آتا ہی ہو گا"۔

"کوئی پروا نہیں... آپ تیار ہیں؟"

"ہاں! کیوں نہیں"۔

انہوں نے ایک بار پھر ان پر چھلانگیں لگائیں... لیکن اس بار ...وں نے چھلانگیں اور طرح لگائی تھیں... فرحت نے اپنے ہاتھوں پر ...ڑ کے دستانے چڑھا لیے تھے... اس نے ان کے ذریعے صدر کی ...نوں کلائیوں کو تھام لیا... فرزانہ نے آئینہ ان کے چہرے کے سامنے ...یا... رفعت نے یک دم رومال ان کی ناک سے لگا دیا اور ناک پر ...ے رکھا... ادھر فرزانہ کا آئینے والا ہاتھ حرکت میں آیا... اس کے ...رف چند سیکنڈ بعد صدر صاحب مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے... ...کے ساتھ ہی ایوان صدر میں خطرے کا الارم بج اٹھا... اور مسلسل ...نے لگا اس کی آواز حد درجے خوفناک تھی... فوراً ہی بھاگ دوڑ کی ...ازیں شروع ہو گئیں... محافظوں میں گویا کھلبلی مچ چکی تھی۔

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... فوراً خفیہ راستے کا رخ کیا... ...س راستے سے صرف واقف تھے یا وہ... محافظ تو اس طرف آ ہی

نہیں سکتے اور یہ راستا کھلا بھی تھا صدر صاحب کے اپنے کمرے میں
اور کمرے کا دروازہ اس وقت اندر سے بند تھا.... فوراً" ہی ان کے
دھڑا دھڑ ہونے لگی۔

وہ نکلتی چلی گئیں.... صاف ظاہر ہے.... جب صدر صاحب
دروازہ نہ کھولتے تو پھر توڑا جانا تھا.... اور دروازہ توڑے جانے سے پہلے
پہلے وہ اس راستے کے آثار ختم کر دینا چاہتی تھیں۔

جلد ہی وہ سرنگ میں تھیں.... دروازہ غائب ہو چکا تھا.... لیکن
اس سرنگ میں وہ صدر کے کمرے میں ہونے والی بات چیت سن سکتی
تھیں.... لہٰذا وہ ٹھہر گئیں.... سرنگ میں ٹھہرنا ان کے لیے خطرناک
نہیں تھا.... اس لیے کہ سرنگ سے نکل کر آسانی سے خفیہ ٹھکانے کا
رخ کر سکتی تھیں۔

اچانک انہوں نے دروازہ ٹوٹنے کی آوازیں سنیں.... پھر ایک محافظ کی
آواز سنائی دی۔

"ارے! یہ کیا ہوا.... صدر صاحب تو فرش پر پڑے ہیں"۔

"اور.... اور یہ.... یہ کیا ہے.... ان کے پاس"۔ ایک محافظ کی
خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

○☆○
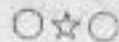
صدر

تینوں بے چین ہو گئیں۔

"انہیں ایسی کیا چیز نظر آئی ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"اللہ جانے"۔ فرحت بڑبڑائی۔

"آؤ پھر ہم واپس چل کر دیکھ لیں"۔ رفعت نے فوراً" کہا۔

"اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے.... ہم پہلے خفیہ ٹھکانے پر چلیں
گے"۔

"لیکن ہم کچھ دیر یہاں رک کر یہ جاننے کی کوشش تو کر سکتے
ہیں.... کہ انہیں کیا نظر آیا ہے.... شاید بات چیت کے دوران اس چیز کا
ذکر آ جائے"۔ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

انہوں نے کمرے سے آنے والی آوازوں پر کان لگا دیے۔

"جلدی ڈاکٹر کو بلاؤ.... ان کے سیکرٹری کو فون کریں.... اف
مالک"۔ ایک محافظ کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"ان کا رنگ تو بالکل نیلا ہو رہا ہے.... اس قدر نیلا رنگ آج

تک کسی انسان کا دیکھنے میں نہیں آیا"۔

"تک... کیا تمہیں زہر دیا گیا ہے.... اوہ.... وہ.... وہ تینوں کہاں گئیں"۔ ایک اور آواز ابھری۔

"اوہ ہاں.... یہاں تین لڑکیاں موجود تھیں.... صدر کے پاس.... وہ کہاں گئیں.... انہیں کسی نے بھی جاتے ہوئے کیوں نہیں دیکھا"۔

ایک اور آواز سنائی دی۔

"خدا جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے"۔

انہوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"رومال ہم نے ان کے ناک سے لگایا تھا.... کہیں اس پر غلطی سے بے ہوشی کے بجائے زہر تو نہیں لگا دیا ہم نے"۔ رفعت بڑبڑائی۔

"نہیں! اس قسم کی غلطی ہم سے آج تک نہیں ہوئی' نہ ہو سکتی ہے' اس لیے کہ زہروں کا خانہ الگ ہے... بے ہوشی کی دوائیوں والا خانہ الگ ہے"۔ فرزانہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"تب پھر... صدر صاحب نیلے کیوں ہو گئے"۔

"شاید ان کے جسم کو کسی وجہ سے آکسیجن نہیں مل رہی... تم فکر نہ کرو... ڈاکٹر لوگ سب سے پہلے انہیں آکسیجن ہی لگائیں گے"۔

"او کے.... تب پھر اب ہم چلیں.... اب یہاں جو کچھ ہو گا... اس کے بارے میں تو پتا چل ہی جائے گا"۔

"بالکل ٹھیک"۔ فرحت نے کہا۔

"ارے... ارے... یہ کیا... اس قدر خوفناک چہرہ... یہ.... یہ چہرہ کیا کسی انسان کا ہو سکتا ہے... صدر صاحب کا چہرہ کس طرح بدل گیا... ارے باپ رے... بھاگو"۔

انہوں نے سرپٹ دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

"اب میں دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"لیکن اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے... اس خفیہ راستے کا راز کھل جائے گا"۔ رفعت نے فوراً کہا۔

"پروا نہیں"۔ فرحت بولی۔

"کیا مطلب... آپ دونوں تو انہیں دیکھنے پر تل گئیں"۔

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے... لوگ تو اپنا وزن کرانے پر تل جاتے ہیں... اگر ہم بے ہوش صدر کا چہرہ دیکھنے پر تل گئیں تو کیا ہوا"۔

"ارے... آئیں پھر... جو ہو گا... دیکھا جائے گا"۔

وہ خفیہ دروازے پر آئیں.... عین اس وقت کمرے میں چیخیں گونج اٹھیں۔

"نہیں نہیں... نہیں بھاگو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی بھگدڑ مچ گئی۔

"میرا خیال ہے... موقع اچھا ہے... کمرہ خالی ہو گیا ہے.... لیکن' بالکل ذرا سی دیر کے لیے.... ابھی کچھ اور لوگ آئیں گے... ان

کی آمد سے پہلے پہلے دیکھ لیں"۔

"ہاں بالکل"۔

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... صدر کے کمرے میں کھلنے والا دروازہ کھول ڈالا... ساتھ ہی ان کی نظریں فرش پر بے ہوش پڑے صدر پر پڑیں... وہ سر سے لے کر پیر تک لرز گئیں... دروازہ بند کرتے ہی الٹے قدموں بھاگیں۔

"نہیں نہیں"۔ وہ چلائیں۔

"نہیں نہیں"۔ ایک بار پھر وہ چلائیں۔

کچھ دیر دوڑنے کے بعد فرزانہ رک گئی... فرحت اور رفعت آگے نکل گئیں... پھر وہ بھی رکیں اور اس کی طرف مڑیں۔

"رک کیوں گئیں... کیا ایک بار پھر صدر کو دیکھنے کا ارادہ ہے"۔

"نن نہیں... مجھ میں اتنی ہمت نہیں"۔

"تب پھر رکنے کی کیا ضرورت پیش آگئی"۔ فرزانہ چلائی۔

"بھاگنے کی ضرورت بھی تو نہیں رہی"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے... آخر ہم بھاگ کیوں رہی ہیں... وہ کون سا سرنگ میں ہمارے تعاقب میں آرہا ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"لیکن یہ ہے کیا... ہم نے کیا دیکھا ہے؟"

"آنکھوں پر یقین نہیں آیا اب تک"۔

"سمجھ میں نہیں آیا... خیر... بتوں کے سامنے رکھتے ہیں یہ مطلب... وہی کچھ بتائیں گے"۔

آخر وہ آب دوز میں داخل ہوئیں... سب کی نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

"کیا رہا... ویسے تم تینوں کے چہروں پر ناکامی صاف لکھی ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"نن نہیں... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"غلط فہمی ہمیں ہوئی ہے... اور رنگ تمہارے اڑے ہوئے ہیں"۔ آفتاب ہنسا۔

"بھئی ذرا صبر کرو... انہیں سانس تو لینے دو... شاید انہیں کچھ دور تک دوڑنا بھی پڑا ہے... کیوں فرزانہ؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"سنا تم نے"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"جی ہاں سنا... لیکن یہ تھوڑی دور دوڑنے پر ہانپنے کیسے لگ گئیں؟" محمود نے طنزیہ کہا۔

"پتا نہیں... یہ تو یہی بتائیں گی"۔

"پہلے آپ اس آئینے کو دیکھ لیں"۔ فرزانہ نے وہ آئینہ سب کے سامنے رکھ دیا۔

"لو اور سنو... اب یہ بتوں کو آئینہ دکھائیں گی... حد ہو گئی"۔

آصف جھلا اٹھا۔

"مجبوری ہے"۔ فرزانہ ہنسی۔

"اس میں بھی مجبوری ٹپک پڑی"۔ آفتاب بولا۔

"مجبوری کا کیا ہے... وہ تو کسی چیز میں بھی ٹپک سکتی ہے"۔ فاروق نے فوراً" کہا۔

"بس! یہ آج تو ان تینوں کو کوئی بات کرنے نہیں دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"لیجئے... ہم ہو گئے خاموش... کرو بھی تم بات"۔ محمود نے گویا شعر پڑھا۔

"شاعری کا بھوت سوار ہے کیا؟"

"اب ادھر ادھر کی بات کس نے کی؟" محمود نے منہ بنایا۔

وہ شرمندہ ہو گئیں... پھر فرزانہ نے کہا۔

"آپ سب سے پہلے اس آئینے کا جائزہ لے لیں"۔

"لے لیا جائزہ... اس میں کوئی خاص بات نہیں... یہ کوئی خاص آئینہ نہیں ہے... ایسے آئینے تو عام مل جاتے ہیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی... ہے کوئی تک"۔ فرزانہ چلائی۔

"بالکل نہیں... میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں"۔ خان رحمان نے تنگ آ کر کہا۔

"کیا نہیں ہے انکل؟" فاروق نے فوراً" پوچھا۔

"تک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"او ہاں... تک تو واقعی نہیں ہے"۔

"تب پھر... تم تک کو پیدا کرو... اور پہلے ان کی بات سنو"۔

"اوکے"۔ وہ بولے۔

"ہاں فرزانہ! اب تم بات کرو... یہ درمیان میں دخل نہیں دیں گے"۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں... کیا تمہیں میری آواز بدلی بدلی نظر آ رہی ہے"۔

"یہ بات نہیں... یہ آپ کے وعدے کا پاس کریں گے"۔

"تم اس بات کو چھوڑو... اور بات شروع کرو"۔

اب فرزانہ نے اپنی مہم کے بارے میں بتایا۔

"اوہ... تو تم اس آئینے میں صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات لے کر آئی ہو"۔

"ہاں جی... یہی بات ہے"۔

"لیکن اس کی کیا ضرورت تھی... صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات تو ہمارے دیکھے بھالے ہیں' جانے پہچانے ہیں"۔

"جی ہاں! اس میں شک نہیں"۔ فرزانہ بولی۔

"کس میں شک نہیں"۔ فاروق نے کاٹ کھانے والے انداز

میں کہا۔

"اس میں کہ... ان کی انگلیوں کے نشانات ہمارے دیکھے بھالے ہیں"۔

"حد ہو گئی... یہ نشانات دیکھے بھالے ہیں... اور اس بات کو تم خود تسلیم کر رہی ہو... تو پھر صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات لانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی"۔

"بس کیا بتاؤں... دماغ چل گیا تھا ہمارا"۔

"ہائیں... تمہارا دماغ اب چلا ہے... ہم لوگ تو ایک مدت سے یہ بات محسوس کر رہے تھے کہ بہت جلد تمہارا دماغ چلنے والا ہے"۔

"توبہ ہے تم سب سے... میں نے کہا تھا... ان تینوں کو بات کرنے دو"۔ انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"اوہ... سوری"۔

"ہاں تو ابا جان... آپ اور دوسرے لوگ آئینے پر موجود نشانات کا جائزہ لے لیں... ان نشانات کو صدر کے نشانات سے ملا لیں"۔

"اس سے کیا ہو گا؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"بس آپ کر لیں ایسا"۔

"فرزانہ اگر کہہ رہی ہے... تو آپ معائنہ کر ہی لیں"۔ خان رحمان ہنسے۔

اب انہوں نے آئینے پر موجود نشانات کو بغور دیکھا... پھر انسپکٹر

جمشید نے کہا۔

"میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں... کہ یہ نشانات صدر کی انگلیوں کے نہیں ہیں"۔

"کیا!!!... کیا کہا آپ نے... یہ نشانات صدر کی انگلیوں کے نہیں ہیں... جب کہ ہم لائے ہیں انہی کی انگلیوں سے"۔

"ہاں! ایسی بات ہے... یہ لائے ہیں صدر صاحب کی انگلیوں سے... لیکن یہ نشانات ان کی انگلیوں کے نہیں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تم بھی ایک عجیب بات نہیں کر رہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں! کہہ رہا ہوں... لیکن بات ہے یہی"۔

"آخر کیسے؟"

"فرزانہ... مہربانی فرما کر تم خود وضاحت کرو"۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں! ضرور کیوں نہیں... دراصل یہ بات کئی دنوں سے میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ کیا صدر صاحب اصل ہیں... کہیں صدر بدل تو نہیں گئے... کیونکہ اس سارے چکر کے دوران صدر صاحب نے ہم سے بالکل اپنوں جیسا سلوک نہیں کیا تھا... بالکل غیروں کی طرح پیش آئے تھے... جب کہ یہ ان کی عادت نہیں... کم از کم

مجھے وہ بے تکلف دوستوں کی طرح ملتے ہیں"۔

"اوہ.... اوہ تب پھر؟"

"ہم نے سوچا.... ان کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں.... تاکہ کم از کم اتنا تو معلوم ہو.... یہ صدر ہیں بھی یا نہیں"۔

"بہت خوب فرزانہ.... یہ سوال میرے ذہن میں کئی بار سر ابھار چکا ہے.... لیکن میں وہ کام نہ کر سکا.... جو تم نے کیا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور خود میرا بھی یہی خیال تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"حد ہو گئی.... اب تم فوراً" ان تینوں کی طرف ہو گئے"۔

"بھئی کیا کیا جائے.... مجبوری ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"اور آئینے میں موجود نشانات کہہ رہے ہیں.... ہم صدر کی انگلیوں کے نہیں ہیں.... تب پھر صدر کہاں ہیں.... اور صدر کی جگہ کون شخص لیے ہوئے ہے.... انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"اب ہم ایک اور عجیب بات بتاتے ہیں.... آپ کو.... جو حد درجے خوفناک بھی ہے"۔ فرزانہ نے پرجوش آواز میں کہا۔

"کم عجیب اور خوف ناک بات تو بتا ہی نہیں سکتیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"جب ہم سرنگ میں آ گئے تھے.... اور الارم بجنے لگا تھا تو محافظ صدر صاحب کا دروازہ توڑ کر ان کے کمرے میں داخل ہوئے تھے....

اور پھر وہ اس قدر خوف زدہ انداز میں چلا اٹھے کہ کیا بتاؤں.... ساتھ ہی انہوں نے کہا تھا.... اف مالک.... یہ صدر صاحب اس قدر نیلے کیوں پڑ گئے.... اس وقت ہم نے سوچا تھا کہ کہیں ہم نے بے ہوشی کی بجائے زہر تو نہیں سنگھا دیا.... لیکن یہ بات بھی ثابت نہیں ہوئی تھی.... ہم رومال پر بے ہوشی کی دوا ہی لگا کر لے گئی تھیں.... اب سوال یہ تھا کہ صدر صاحب نیلے کیوں ہو گئے.... ہم نے ہمت کی اور پھر دروازہ کھول کر صدر کو دیکھا.... اف مالک.... ہم نے کیا دیکھا.... ہم بتا نہیں سکتیں"۔

"چلو اچھا ہی ہے کہ تم بتا نہیں سکتیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں خوش ہونے کی کون سی بات ہے"۔

"اس میں خوش ہونے کی بات یہ ہے کہ اب ہمیں خوف زدہ نہیں ہونا پڑے گا"۔

"حد ہو گئی.... یہ تم خوف زدہ ہونے سے ڈرنے کب سے لگے"۔

"جب سے تم نے یہ بات شروع کی"۔ فاروق نے تڑ سے کہا۔ سب مسکرانے لگے۔

"ہاں فرزانہ! اب تم بتا ہی دو.... تم نے کیا دیکھا"۔

"نن نہیں.... نہیں.... میں نہیں بتا سکتی"۔ فرزانہ بری طرح چلا

اٹھی۔

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اب ہمیں کیا خبر... کیا کیسے ہو سکتا ہے... جب تک تم پوری بات نہیں بتاؤ گی"۔

"آخر اس نے پوری بات بتا دی... وہ ایک ساتھ چلائے۔

"نہیں... نہیں... نہیں"۔

○☆○

کمزور پہلو

رات تاریک تھی... اور اس تاریک رات میں کچھ سرپھرے ایک خفیہ راستے پر اس طرح چل رہے تھے... جیسے یہی ان کا کام ہے... تاریکی میں بھی بالکل صحیح قدم رکھ رہے تھے... ایک جگہ بھی انہوں نے ٹھوکر نہیں کھائی۔

فرزانہ کی واپسی کے دوسرے دن سے شہر میں ان کی تلاش کچھ اس قدر بڑے پیمانے پر شروع ہوئی تھی کہ ان کا اس جھیل میں رہنا بھی مشکل لگنے لگ گیا... خیال تھا اس جھیل میں بھی جال ڈالا جائے گا... ملک کے صدر نے حکم جاری کیا تھا کہ ان لوگوں کو جہاں کہیں بھی دیکھا جائے... گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے... ہلاک کرنے والے کے لیے بے پناہ انعامات مقرر کیے گئے تھے... ان انعامات کی تفصیل سن کر فاروق نے کہا تھا۔

"جی چاہتا ہے... خود کو ہلاک کر کے یہ انعامات خود ہی وصول کر لوں"۔

وہ مسکرا دیے تھے... اور اسی وقت انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ

اب نوبا کو مہلت دینا خود ان کے لیے موت کا پیغام ثابت ہو گی.... لیکن اس سے پہلے وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے.... اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے۔

آخر ان کا سفر ختم ہوا... اور وہ ایک قید خانہ میں داخل ہوئے.... اس قید خانے کے خفیہ راستوں سے وہ بخوبی واقف تھے.... ایوان صدر کے چند خاص محافظ بھی اس قید خانے سے واقف تھے.... وہ اس لیے کہ اس جگہ انہیں خاص قیدیوں کو لانا پڑتا تھا۔

اب اس وقت اس قید خانے میں صرف ایک شخص قید تھا.... وہ اس وقت فرش پر پڑا تھا اور شاید نیند میں تھا.... انہوں نے دیکھا.... وہ ان کے لیے جانا پہچانا ہرگز نہیں تھا۔

"اٹھے جناب.... انسپکٹر جمشید نے اکڑوں بیٹھ کر اسے ہلایا جلایا۔

"ک.... کون؟" انہوں نے جانی پہچانی آواز سنی۔

"یہ ہم ہیں"۔ وہ بولے۔

"اوہ.... میں تو مایوس ہو گیا تھا.... بہت دیر لگا دی"۔

"ہاں جناب.... دیر ضرور ہو گئی.... لیکن اس وقت آئے ہیں جب نوبا سے ٹکرانے کی طاقت حاصل کر لی ہے.... اگر اس سے پہلے آتے تو ہم بھی یہیں قید ہو جاتے.... اور کچھ نہ کر سکتے"۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا"۔

"آ جائے گا.... آپ کو یقین"۔

وہ اس قیدی کو لے کر باہر نکل آئے۔

"لیکن اب تم لوگوں نے نوبا سے لڑنے کی طاقت کیسے حاصل کر لی"۔ قیدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نوبا شروع سے ہی اگر کسی سے خوف زدہ تھا تو صرف ہم سے.... یعنی وہ بیگال سے نہیں ڈرا' انشارجہ سے نہیں ڈرا.... ڈرا تو کس سے.... صرف ہم چند لوگوں سے.... بس ہم نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ وہ آخر ہم سے خوف زدہ کیوں ہے.... تب ہمارے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ اس کا کوئی نہ کوئی کمزور پہلو ضرور ہے.... وہ کمزور پہلو کیا ہے.... اگر ہم یہ جان لیا تو ہم اس سے لڑ سکتے ہیں.... ورنہ نہیں.... ادھر وہ اسی وجہ سے ہم سے خوف زدہ تھا کہ کہیں ہم اس کا وہ کمزور پہلو تلاش نہ کر لیں.... اور آخر کار ہم نے کمزور پہلو تلاش کر لیا.... ادھر اس نے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک نیا قدم اٹھایا۔

"پہلے ہم اس کے بارے میں یہ خیال کرتے رہے کہ وہ تو کسی کو نظر ہی نہیں آتا.... تو ہوا سے لڑیں گے کیسے.... پھر یہ خیال کرتے رہے کہ اسے تو کل ہونے والی باتوں کا پتا چل جاتا ہے.... لہٰذا ہم کل کیا کریں گے' اس سے کیسے لڑیں گے.... یہ وہ پہلے ہی جان لے گا اور اپنا انتظام کر لے گا.... ان تمام باتوں نے ہمیں چکرائے رکھا.... تاہم آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور ہم اس سے مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئے.... ہم جان گئے کہ اس کا کمزور پہلو کیا ہے.... یا ہم اس کی

نظروں سے کیسے غائب ہو سکتے ہیں.... اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے علم کے زور سے دیکھ لیتا ہے.... جان لیتا ہے اور اپنی آواز بہت فاصلے تک پہنچا سکتا ہے.... وہ کالے علم، ہپناٹزم اور نہ جانے کس کس قسم کے علوم کا ماہر ہے.... ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اس میں کوئی پراسرار طاقت ہے.... جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے.... یہ جو اس نے بیگال اور انشارجہ کے لوگوں کو ہلاک کیا.... اپنی اس پراسرار طاقت کے ذریعے کیا.... اور پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ کے محافظوں کو بے ہوش بھی اپنی طاقت کے ذریعے کیا تھا"۔

"تو کیا.... اب تم اس پر قابو پا چکے ہو؟"

"جی نہیں.... اس سے جنگ کرنے سے پہلے آپ کو رہائی دلوانا ضروری تھا.... ورنہ وہ لوگوں کو ہمارے خلاف کر سکتا تھا.... لاکھوں لوگ ہم پر ٹوٹ پڑتے.... آخر ہم لاکھوں آدمیوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں.... جب کہ ہم انہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتے"۔

"ہوں اچھا خیر.... اب کیا پروگرام ہے"۔

"اب ہم جو کچھ بھی کریں گے.... آپ کو ساتھ رکھ کر رکھیں گے.... لیکن ان سب کموں سے پہلے آپ کو اپنے جیسا لباس پہنائیں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ لباس میری سمجھ میں نہیں آیا.... آخر یہ کیسا لباس ہے؟"

"بس.... کچھ نہ پوچھیں.... یہ کیسا لباس ہے.... پھر کسی وقت بتائیں گے"۔

"اور نوبا کے بارے میں کیا معلوم ہوا.... وہ کون ہے؟"

"بہت جلد ہم اس سوال کا جواب دیں گے.... آپ فکر نہ کریں.... بلکہ پوری دنیا کو بتائیں گے"۔

"اور دنیا کے لوگ اب اس نوجوان کو حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کر رہے"۔

"اپنے آدمی ہوا کے ٹھنڈے پڑ گئے.... وہ جان گئے.... نوبا ان کے بس کا نہیں.... وہ اسے قابو میں نہیں کر سکتے"۔

"تب تو ہمیں چاہیے اسے فوراً گرفتار کر لیں اور اپنے ملک کے کام میں لائیں"۔

"شاید ایسا نہ ہو سکے"۔

"جی.... کیا مطلب.... کیوں ایسا نہیں ہو سکتا"۔

"نوبا کا مقصد صرف یہ نہیں کہ خود ہماری زمین پر حکومت کرے"۔

"تب پھر؟"

"اس کا مقصد کچھ اور ہے.... اس کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے"۔

اور پھر انہوں نے قیدی کو خفیہ ٹھکانے پر پہنچا دیا۔

"اب ہمیں معلوم کرنا ہے کہ نوبا کس حال میں ہے.... تاکہ اس سے باقاعدہ مقابلہ کیا جا سکے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

پھر انہوں نے اپنے چند خاص ماتحتوں کو فون کیا.... ان سے رپورٹیں لیں.... اور اس کے بعد وہ جنگ کی تیاری کرنے لگے.... انہیں طرح سے لیس ہونا تھا.... نوبا کے پاس کیا کیا آلات جنگ تھے.... ان کا ابھی انہیں کوئی اندازہ نہیں تھا.... اس وقت تک انہوں نے کامیابی ضرور حاصل کر لی تھی کہ وہ کل جو کچھ کرنے والے تھے.... نوبا آج کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا.... اور اس طرح ان کا یہ بڑا خوف دور ہو گیا تھا۔

تین دن مسلسل تیاریوں کے بعد آخر کار وہ اس قیدی کے پاس آئے۔

"ہم ہر طرح تیار ہیں.... نوبا سے آخری لڑائی کا وقت اب قریب ہے.... ان شاء اللہ"۔

"اوہ بہت خوب.... میں تو سوچ رہا تھا.... پتا نہیں تم کب تیار ہو گے"۔

"ہم نے کم سے کم وقت لگایا ہے"۔

"ہاں! یہ بات تو خیر میں محسوس کر سکتا ہوں"۔ قیدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا پھر اب چلیں"۔

"کیا تم لوگ اچھی طرح سوچ سمجھ چکے ہو.... نوبا کی طاقت کا اندازہ لگا چکے ہو"۔

"ہاں جناب.... بالکل.... آپ فکر نہ کریں.... اب نوبا کے کمزور پہلو ہمیں معلوم ہیں.... اور اس کا سب سے کمزور پہلو تو آپ خود ہیں.... ہمیں اسے تلاش نہیں کرنا پڑے گا"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے.... پہلے جس کی تلاش اتنا بڑا مسئلہ تھا' بڑے بڑے ملکوں کے جاسوس اسے تلاش نہیں کر سکے.... نہ ہم تلاش کر سکے.... بس اس کی آواز سنتے رہے.... اب اس کے بارے میں ہم جانتے ہیں.... وہ کہاں ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"تب پھر.... چلیں.... اللہ کا نام لے کر"۔

وہ وہاں سے خفیہ راستے کی طرف روانہ ہوئے.... جلد ہی وہ پھر اس سرنگ میں سفر کر رہے تھے.... جو انہیں ایوان صدر تک لے جا سکتی تھی۔

"حیرت ہے.... بہت بڑی حیرت"۔ فاروق کی آواز ابھری۔

"یہ اتنی بڑی حیرت' اس وقت تم کہاں سے لے آئے؟" آفتاب کے لہجے میں بھی حیرت تھی۔

"اپنے دماغ سے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"جواب معقول ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"شکریہ انکل"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"اور وہ حیرت تو رہ ہی گئی"۔

"نوبا کو تو یہ تک معلوم ہو جاتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ شیطانی قسم کے کاموں کے بارے میں۔۔۔ لیکن۔۔۔ اسے یہ کیوں معلوم نہ ہو سکا کہ ہم ایوان صدر میں داخل ہونے والے ہیں۔۔۔ داخل ہونے کے بعد ہم نکل آئے۔۔۔ تب تو اسے یہ بات معلوم کر لینی چاہیے تھی کہ ہم کس راستے سے داخل ہوئے تھے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ انسپکٹر جمشید یک دم چلتے چلتے رک گئے۔

"یہ آپ ڈبل اوہ کہاں سے لے آئے؟" مکھن مسکرایا۔

"اپنے دماغ سے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا یہی بات ہے۔۔۔ ہم سمجھے نہیں"۔ خان رحمان جلدی سے بولے۔

"فاروق کی بات۔۔۔ نوبا نے ضرور غور کیا ہو گا۔۔۔ اور اپنے علم کے زور سے یہ معلوم کر لیا ہو گا کہ ایوان صدر سے ایک خفیہ راستا نکلتا ہے"۔

"ارے باپ رے۔۔۔ اگر اس نے راستا معلوم کر لیا ہے۔۔۔ تب ہم ایوان صدر نہیں پہنچ سکیں گے"۔ محمود گھبرا گیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"آپ نے بات تو پریشانی والی بتائی ہے۔۔۔ اور ساتھ ہی کہہ رہے ہیں۔۔۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایک راستا بند ہو گیا تو کیا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ اور کوئی راستا کھول دیں گے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ آپ کہتے ہیں تو ہم پریشان نہیں ہوتے"۔ فاروق مسکرایا۔

وہ آگے بڑھتے رہے۔۔۔ یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گئے۔۔۔ جہاں سے انہیں ایوان صدر میں داخل ہونا تھا۔۔۔ اس جگہ لگا ہوا بٹن انسپکٹر جمشید نے دبا دیا۔

ان کی سٹی گم ہو گئی۔۔۔ دروازہ نہیں کھلا تھا۔

"فاروق کا خیال ٹھیک نکلا۔۔۔ اس نے دروازہ بند کر دیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"چلیے پھر۔۔۔ دوسرے راستے کو آزماتے ہیں"۔ خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

وہ واپس چل پڑے۔۔۔ لیکن جب وہ سرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچے۔۔۔ تو یہ دروازہ بھی بند نظر آیا۔۔۔ یعنی اب بٹن دبانے سے وہ بھی نہ کھلا۔۔۔ اب تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔۔۔ اس کا مطلب تھا کہ نوبا نے اس طرف کے دروازے کا بھی پتا چلا لیا تھا اور اس کو بھی بند کرا دیا تھا۔

"ہم مارے گئے"۔ منور علی خان نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں منور علی خان"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"ہائیں کیا کہا... نہیں منور علی خان"۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں خان رحمان"۔ وہ بولے۔

باقی ہنس پڑے۔

"آپ کس طرح باتیں کر رہے ہیں... نہیں منور علی خان... ہاں خان رحمان"۔ پروفیسر بولے۔

"بالکل پروفیسر صاحب"۔

"ہو... میں بالکل پروفیسر ہو گیا"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"تو ذرا غور کریں... ہم اس دروازے کو بٹن کے ذریعے کھول نہیں سکتے... آپ اس کو اڑا تو سکتے ہیں... آخر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں"۔

"اوہ ہاں واقعی... شاید میری عقل گھاس چرنے گئی ہے"۔

"آپ سے تو پھر آپ کی عقل اچھی رہی... اس سرنگ سے نکل تو گئی"۔ آفتاب بول پڑا۔

وہ ہنسنے لگے۔

"شاید جھنجلاہٹ کی وجہ سے تم لوگ اس قسم کے جملے بول رہے ہو"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"شاید جھنجلاہٹ کی وجہ سے نہیں... یقیناً جھنجلاہٹ کی وجہ

سے"۔ مکھن بولا۔

"اچھا بھائی... اب تم لوگوں سے کون مغز مارے"۔

"آپ اپنا کام کریں... ہمیں اس سرنگ میں ہی نہیں رہنا"۔ منور علی خان جل کر بولے۔

"اوہ اچھا"۔

"ایک منٹ انکل"۔ محمود نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اب محمود نے مجھے ایک منٹ انکل بنا دیا... ہے کوئی تک... آخر یہ ہو کیا رہا ہے اس سرنگ میں"۔

"خدا کا شکر کریں... اس نے آپ کو دو منٹ انکل نہیں کہا"۔

"کیا"۔ وہ گھبرا گئے۔

"خیر تو ہے... آپ اتنی سی بات پر گھبرا گئے"۔ پروفیسر عقان ہنسے۔

"تب پھر مجھے کتنی سی بات پر گھبرانا چاہیے"۔

"حد ہو گئی... اب آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے"۔

"کیا کروں... مجبوری ہے"۔ پروفیسر داؤد نے کندھے اچکائے۔

"یہ یہاں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی... وہ بھی اس سرنگ میں"۔

"اسے آپ مجبوری کی کاری گری کہہ لیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"تو یہ ہے سب سے"۔ رفعت نے پاؤں پٹخے۔

"ان سب میں تو پھر تم بھی شامل ہو"۔ فرحت مسکرائی۔

"آخر ہم پر باتیں کرنے کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے.... یہ تو کام کا وقت ہے"۔ پروفیسر عقلان بولے۔

"کام کے وقت ہی وہ بھوت صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں.... کیا کیا جائے انکل.... ان کا بھی تو دل رکھنا پڑتا ہے"۔

"حد ہو گئی.... بھوتوں کے دل رکھے جا رہے ہیں.... اور سرنگ کا خیال نہیں"۔ فرزانہ جھلائی۔

"یہ گئی سرنگ"۔ پروفیسر بولے۔

اور وہ دروازے پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے.... اب سب خاموش ہو گئے.... ان کی طرف دیکھنے لگے.... ان کی مدد اب پروفیسر عقلان کر رہے تھے.... آخر پانچ منٹ بعد وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"دروازے سے دور ہٹ جاؤ.... کافی دور"۔

یہ کہ کر دونوں بھی ان کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگے۔

"ارے ہاں.... ایک بات ذہن میں آئی تھی.... وہ باتوں میں رہ ہی گئی"۔ ایسے میں محمود بولا۔

"وہ جب تم نے ایک منٹ انکل کہا تھا"۔ آصف مسکرایا۔

"ہاں ہاں.... اسی وقت"۔

"خیر اب کہ دو"۔

"انکل ذرا ٹھہریں.... ابھی اس دروازے کو نہ اڑائیں.... میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہی عمل آپ نے ایوان صدر والے دروازے پر کیوں نہیں کیا"۔

"یہ جمشید سے پوچھو"۔

اب محمود نے سوالیہ انداز میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"ہاں واقعی.... یہ سوال مجھ سے کرنا چاہیے.... اس طرف ے لیے خطرات منہ کھولے کھڑے ہوں گے، نوبانے مقابلے کی ب تیاری کر رکھی ہو گی"۔

انسپکٹر جمشید نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"تو کیا.... وہ اس طرف انتظامات نہیں کر سکتا تھا"۔

آصف نے حیران ہو کر پوچھا۔

"غالباً" اس نے اس طرف بھی انتظامات کر رکھے ہوں گے.... ن اس طرف چونکہ وہ خود نہیں ہو سکتا، اس لیے معاملہ اتنا سنگین یں ہو گا"۔

انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

"تب تو ٹھیک ہے.... انکل.... اڑا دیں دروازہ"۔

محمود نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھتے ہوئے پرجوش انداز میں

"اچھا.... لیکن ابھی ہمیں اور پیچھے ہٹنا ہے"۔

"بہت بہتر"۔ وہ بولے۔

کافی دور ہٹ آنے پر پروفیسر داؤد نے ریموٹ کنٹرول آلے کا بٹن دبا دیا.... سرنگ میں ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا.... سرنگ میں گرد و غبار اٹ گیا.... اور وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہ گئے.... کافی دیر بعد خدا خدا کرکے گرد چھٹی۔

ساتھ ہی انہوں نے بہت سے لوگوں کے ہنسنے کی آوازیں سنیں۔

○☆○
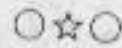
نوبا کے قیدی

انہوں نے چونک کر اس طرف دیکھا.... جس طرف دھماکا ہوا تھا.... انہوں نے دیکھا.... وہاں بہت سے آدمی کھڑے تھے.... ان کے ہاتھوں میں کلاشن کوفیں تھیں.... اور وہ بے تحاشا ہنس رہے تھے.... ہنسی کے ساتھ وہ رائفلوں کا رخ ان کی طرف کرنا نہیں بھولے تھے۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟"

"اپنی صورتیں دیکھی ہیں"۔

"نہیں.... سرنگ میں آئینے نہیں لگے ہوئے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اب دیکھ لیں"۔

"اوہ اچھا.... ہم سمجھ گئے.... سرنگ گرد سے اٹ گئی تھی.... ظاہر ہے.... اس گرد کا بہت کافی حصہ ہم سے بھی چمٹا ہوا ہو گا"۔

"کوئی ایسا ویسا.... بالکل گرد کے بھوت لگ رہے ہو.... اچھا تو اب گرد کے بھوتوں اور نوبا کے قیدیوں.... تمہیں نوبا کی قید مبارک ہو.... ان کے انچارج نے شوخ آواز میں کہا۔

"یہ.... یہ کیسی مبارک باد دی.... آپ نے"۔

"ہمارے پاس تو پھر آپ کے لیے ایسی ہی مبارک باد ہے"۔

"اچھا خیر.... ہم بھی وصول کر لیتے ہیں.... خیر مبارک"۔ فاروق نے کہا۔

"تم لوگوں سے نوبا کی طاقت کا اندازہ لگانے میں غلطی ہو گئی"۔ وہ ہنسا۔

"کوئی بات نہیں.... آپ اس غلطی کو درست کر دیں"۔ آصف بولا۔

"یہ غلطی اب قید خانے میں درست ہو گی"۔

ایسے میں پروفیسر داؤد کا ہاتھ حرکت میں آیا.... فوجیوں کے پیروں کے پاس اچانک کوئی چیز تیز آواز سے پھٹی.... بجلی سی چمکی اور پھر انھوں نے ایک حیرت ناک منظر دیکھا.... سارے فوجی جوں کے توں کھڑے نظر آئے.... ان کا قہقہہ فضا میں گونجا.... پھر انچارج بولا۔

"اب اندازہ ہوا نوبا کی طاقت کا"۔

"کچھ کچھ"۔

"تب پھر گرفتاری کے لیے خود کو پیش کر دو"۔

"لیکن پہلے ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں"۔

"اور وہ سوال کیا ہے؟"

"نوبا کہاں ہے؟"

"یہ بات اس وقت تک کوئی نہیں بتا سکتا، سوائے نوبا کے"۔

"غلط.... بالکل غلط"۔

"کیا کہا.... غلط بالکل غلط"۔ انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی کہا ہے.... اور غلط نہیں کہا"۔ فاروق مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... غلط ہی تو کہا ہے"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو.... غلط سمجھے.... میرا مطلب تھا.... یہ بات غلط ہے کہ نوبا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، نوبا کہاں ہے"۔

"تو کیا.... تم لوگ جانتے ہو؟"

"ہاں! بہت اچھی طرح"۔

"بہت خوب.... بتائیں پھر.... مسٹر نوبا کہاں ہیں؟"

"آپ کو بتانے کا کیا فائدہ.... آپ یقین نہیں کریں گے"۔

"کیوں.... کیوں نہیں کریں گے"۔

"بس رہنے دیں.... نہیں کریں گے"۔

"اوہو! میں وعدہ کرتا ہوں.... یقین ضرور کروں گا"۔

"اچھی بات ہے.... سن لیں.... نوبا صدر کی شکل میں ایوان صدر میں موجود ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"کیوں.... یقین نہیں آیا نا"۔

"نہیں.... اس لیے کہ وہاں صدر صاحب کی صورت میں صدر صاحب ہی ہیں"۔

"اچھا یہ بات ہے.... صدر صاحب.... ذرا آگے آ جائیں.... اور انہیں اپنی صورت دکھا دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اب وہ قیدی آگے بڑھا.... اسے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا"۔

"آپ میجر درانی ہیں نا"۔ صدر بولے۔

"اوہ یس سر.... آپ.... آپ تو بالکل صدر کی آواز میں بات کر رہے ہیں.... لہجہ بھی وہی ہے"۔

"میجر درانی میں خود صدر ہوں"۔

"تب پھر.... ایوان صدر میں کون ہے؟"

"وہ.... وہ نوبا ہے.... آپ انسپکٹر جمشید کی بات پر یقین کر لیں"۔

"افسوس! ہم یقین نہیں کر سکتے"۔

"آخر کیوں"۔ خان رحمان بولے۔

"بس نہیں کر سکتے"۔

"خیر.... آپ کی مرضی.... آپ ہمارے فوجی ہیں.... ہم آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتے.... آپ سے صرف اتنی سی درخواست ہے.... کہ آپ ہمیں جانے دیں"۔

"نہیں.... مجھے حکم ہے.... آپ کو گرفتار کر لوں"۔

"اگر آپ ہمیں گرفتار کریں گے تو خود بھی نوبا کے قیدی بن کر رہ جائیں گے.... پھر زندگی بھر آپ نوبا کی قید سے نہیں چھوٹ سکیں گے"۔

"اول تو ہم نوبا کے قیدی ہیں نہیں.... تاہم اگر ہم نوبا کے قیدی بنا لیے گئے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی نہیں ہو گی"۔

"اچھی بات ہے.... آپ کی مرضی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی پروفیسر داؤد کا ہاتھ حرکت میں آیا.... فوجیوں کے پیروں کے پاس ایک دھماکا ہوا اور وہ گرتے چلے گئے۔

وہ سب کے سب بے ہوش ہو چکے تھے.... وہ وہاں سے نکل کر پھر اپنے خفیہ ٹھکانے پر آ گئے.... کیونکہ ایک بار پھر انہیں غور کرنا پڑ گیا تھا.... سرنگ کے راستے وہ آسانی سے اس تک پہنچ سکتے تھے.... جب کہ صدر دروازے کی طرف ان کے لیے ان گنت رکاوٹیں کھڑی کی جا چکی تھیں.... اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے انہیں نہ جانے کتنے فوجیوں کو راستے سے ہٹانا پڑتا.... لیکن وہ تو اپنے ملک کے ایک فوجی کو بھی نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتے تھے۔

"اب.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... لوگ یہ سننا بھی پسند نہیں کریں گے کہ صدر کی جگہ نوبا نے لے لی ہے.... اس وقت ملک کے پورے عوام نوبا کے زیر اثر ہیں.... یہاں تک کہ فوج اور

پولیس بھی اس کی غلام بن چکی ہے"۔

"ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف ایک ہے"۔ پروفیسر حقان نے کہا۔

"اور وہ کیا پروفیسر صاحب؟" وہ ان کی طرف مڑے۔

"نوبا کی موت"۔

"ہاں! یہ بات بالکل ٹھیک ہے.... لیکن سوال تو یہی ہے.... ہم نوبا کو موت کے گھاٹ کس طرح اتار دیں.... ہم نے سوچا تھا.... خاموشی سے سرنگ کے راستے میں اس کے سر پر پہنچیں گے.... اور اس سے ٹکرا جائیں گے.... پھر جو ہو گا.... دیکھا جائے گا.... لیکن اب اس تک پہنچنے کے لیے ان گنت لوگوں کا خون بہانا پڑے گا"۔

"تب پھر اس کی ایک اور صورت ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور وہ کیا انکل.... خدا کا شکر ہے.... آپ ایک اور صورت بتانے چلے ہیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم نوبا کے فوجیوں کو موقع دے دیں اور وہ ہمیں گرفتار کر لیں.... اس طرح وہ ہمیں ضرور نوبا کے سامنے پیش کریں گے.... اور ہم اس موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے"۔

"اب یہی کرنا ہو گا"۔

"تب پھر ان فوجیوں کو بے چاروں کو بے ہوش کرنے کی کیا

ضرورت تھی؟"

"اس وقت یہ ترکیب سامنے نہیں آئی تھی.... وہ لوگ اب تک وہیں پڑے ہوں گے.... ابھی ان کے ہوش میں آنے میں دیر لگے گی.... آئیے چلیں"۔ محمود نے ہنس کر کہا۔

وہ فوراً واپس روانہ ہوئے.... اور اس جگہ پہنچے جہاں سرنگ کا دروازہ اڑا پڑا تھا.... اور فوجی بے ہوش پڑے تھے.... یہ عام جگہ تو تھی نہیں کہ کچھ لوگ وہاں پہنچ جاتے.... ساتھ ایک اجاڑ سا باغ تھا.... جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں بھوت رہتے ہیں.... اور دن میں بھی کوئی اس باغ کا رخ نہیں کرتا تھا۔

فوجی ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔

"اب ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا پڑے گا.... پروفیسر انکل.... یہ کب تک ہوش میں آئیں گے"۔

"چند منٹ اور"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ مسکرا دیے۔

اور آخر وہ ہوش میں آنے لگے.... جلدی جلدی بوکھلا کر اٹھنے لگے۔

"اپنے کپڑے جھاڑنے لگے.... یہاں تک کہ ان کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

"اف مالک.... وہ لوگ ہمیں بے ہوش کر کے فرار ہو گئے....

اب تو یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

"یہ بہت برا ہوا"۔

وہ لوگ ان سے قدرے فاصلے پر اوٹ میں چھپے تھے... اس وقت انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

"نہیں.... وہ آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہے گا"۔

وہ سب بری طرح اچھلے... اور ان کی طرف مڑے... ان سب کو وہاں بیٹھے دیکھ کر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"یہ... یہ... یہ کیا؟"

"یہ... یہ ... یہ ہم ہیں جناب"۔ فاروق نے کہا۔

"ہم سمجھے نہیں"۔

"تو ہم سمجھائے دیتے ہیں... فرمایئے... آپ کیا سمجھنا چاہتے ہیں... سوائے الجبرا کے"۔

"یہ سب کیا ہے... ہمیں بے ہوش کرنے کے باوجود آپ یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں اور یہ کیا کہا... سوائے الجبرا کے... یہ کیا بات ہوئی؟؟"

"الجبرے والی بات کو جانے دیں... پہلے یہ بات کر لیتے ہیں کہ ہم یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فاروق کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کریں... کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہم چاہتے ہیں.... آپ ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... اگر خود کو گرفتار کرانا تھا تو ہمیں بے ہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے یہ پروگرام نہیں تھا.... ہم تو آپ کو یہاں بے ہوش چھوڑ کر اپنے گھر بھی چلے گئے تھے.... وہاں جانے پر پروگرام بدلا اور ہمیں یہاں واپس آنا پڑا.... خدا کا شکر ہے کہ آپ بے ہوشی کی حالت میں یہیں ہمیں مل گئے"۔

"حیرت ہے... کمال ہے... پتا نہیں.... آپ کا کیا پروگرام ہے؟؟"

"بس جو پروگرام بھی ہے.... آپ ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"کیا آپ جانتے ہیں.... گرفتار کرنے کے بعد ہمیں کیا حکم ہے"۔ انچارج نے مسکینی کے عالم میں کہا۔

"نہیں.... ہمیں بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر آپ گرفتاری نہ دیں"۔

"کیوں... یہ کیا بات ہوئی.... پہلے تو آپ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے بری طرح بے چین تھے.... اب گرفتار کر ہی نہیں رہے.... یہ کوئی تک"۔

"ہمیں حکم ہے.... آپ لوگوں کو گرفتار کر کے.... فوراً چند ذمے دار لوگوں کے سامنے پھانسی دے دی جائے.... یہ پھانسی گلے میں

پھندا ڈال کر نہیں دی جائے گی.... بلکہ فائرنگ کی جائے گی"۔

"تب پھر.... آپ ایسا کرنے سے کیوں گھبرا رہے ہیں.... اس طرح تو آپ نوبا کو ناراض کر دیں گے"۔

"لیکن نہ جانے کیا بات ہے.... ہم اب آپ کو گرفتار نہیں کرنا چاہتے"۔

"آخر کیوں.... اس کی کوئی وجہ تو ہو گی آخر"۔

"صرف اور صرف یہ کہ اگر آپ لوگ چاہتے تو جاتے وقت ہمیں قتل کر سکتے تھے.... لیکن آپ صرف بے ہوش کر کے چلے گئے"۔

"ہم بلاوجہ انسانوں کا خون نہیں بہاتے.... یہ ہماری خاص عادت ہے"۔

"بس تو پھر.... آپ کی اس بات کی وجہ سے ہمیں آپ سے دلی ہمدردی پیدا ہو گئی ہے"۔

"آپ خود کو مشکل میں نہ ڈالیں اور ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"آپ عجیب ہیں.... خود کو موت کے حوالے کر رہے ہیں"۔

"آپ موت نہیں ہیں.... موت جب آئے گی' اسے تو یوں بھی کوئی نہیں روک سکے گا"۔

"لیکن میں آپ کو نوبا کے سامنے ہرگز پیش نہیں کروں گا.... اس لیے کہ ایسا کوئی حکم مجھے نہیں دیا گیا"۔

"کوئی بات نہیں.... بس آپ ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر وہ انہیں ہتھکڑیاں پہنانے لگے.... تاہم ایسا کرتے ہوئے وہ اداس تھے.... حد درجے اداس.... جیسے کوئی بہت ناخوش گوار کام کر رہے ہوں۔

ایسے میں نوبا کا قہقہہ سنائی دیا.... وہ چونک اٹھے.... وہ دھک سے رہ گئے.... اگر وہ اس کی آواز سن سکتے تھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یہاں ہونے والی بات چیت سنتا رہا تھا۔

"کیا ہوا.... کیا ڈر گئے؟"

"ڈرتی ہے.... ہماری جوتی"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"شاہد مرزا.... کیا کہا ان میں سے کسی نے؟"

نوبا کی آواز سنائی دی.... اور وہ حیرت میں ڈوب گئے۔

○☆○
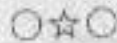
حیرت

بات حیرت کی تھی.... نوبا ان سے پوچھ رہا تھا.... کیا کہا ان میں سے کسی نے.... اس کا صاف مطلب یہ تھا' وہ اس وقت تک یک طرفہ بات چیت سنتا رہا تھا.... اور اس سے اندازہ لگاتا رہا تھا کہ ان کی طرف سے کیا کہا جا رہا ہے.... گویا وہ ان کی آوازیں نہیں سن رہا تھا۔

انہیں اس وقت اپنے اس لباس کی اہمیت کا اندازہ ہوا.... یعنی یہ اس سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوا تھا.... جتنا کہ انہوں نے اندازہ لگایا تھا.... ان کا اندازہ صرف اتنا تھا کہ اس لباس کی مدد سے وہ نوبا کی اس طاقت سے بچ جائیں گے.... جو یہ جان لیتی ہے.... وہ کہاں ہیں.... یا کل کیا کریں گے.... لیکن اب معلوم ہوا.... ان کی وجہ سے وہ ان کی آوازیں بھی نہیں سن سکتا تھا۔

"انہوں نے کہا ہے.... جلتی ہے.... ہماری جوتی"۔

"اچھا! یہ بات ہے.... انہیں ایوان صدر لے آؤ"۔

"جی.... کہاں لے آؤں"۔

"اونچا سنتے ہو.... ایوان صدر لے آؤ"۔

"آپ نے تو حکم دیا تھا.... انہیں فوراً موت کی سزا دی جائے اور ایسا چند اہم آفیسر کے سامنے کیا جائے"۔

"اب میرے سامنے ایوان صدر میں ایسا کیا جائے گا"۔

"آپ.... سر آپ ایوان صدر میں موجود ہیں"۔ شاہد مرزا نے چونک کر کہا۔

"تم انہیں لے آؤ بس"۔

اس کے بعد اس کی آواز نہ سنائی دی۔

"لیجیے.... آپ کا مسئلہ تو ہو گیا حل.... آپ نوبا کے سامنے جانا چاہتے تھے.... اور اس نے خود تمہاری خواہش پوری کر دی"۔

"شکریہ"۔ وہ مسکرائے۔

"میرا شکریہ کس بات کا.... آپ شکریہ ادا کیجیے گا مسٹر نوبا کا"۔

"جب اس کے سامنے جائیں گے.... تو اس کا کریں گے"۔

"چلیں پھر.... آپ تو گئے کام سے"۔

"کیا کہا.... ہم تو گئے کام سے.... وہ کیسے؟"

"آپ اب ہیں کتنی دیر کے مہمان"۔

"یہ اللہ کو پتا ہے"۔

"اور نوبا کو بھی"۔ اس نے فوراً کہا۔

"نہیں.... نوبا کو نہیں پتا"۔ فاروق مسکرایا۔

"یہ کیسے کہہ دیا آپ نے"۔ شاہد مرزا چونکا۔

"ہر چیز کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے"۔

"تب پھر نوبا کل ہونے والے واقعات کے بارے میں آج کیسے بتا دیتا ہے... آپ کو شاید معلوم نہیں... اب بڑی بڑی طاقتیں اس سے معاوضہ ادا کر کے معلومات حاصل کرتی ہیں... کل ہونے والے یا ایک ماہ بعد ہونے والے واقعات معلوم کرتی ہیں... اور اس طرح وہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دولت مند انسان بن چکا ہے"۔

"اس کا ہمیں اندازہ ہے... لیکن اسے ہر بات کا علم نہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ابھی اس نے آپ سے پوچھا تھا... کیا کہا انہوں نے... یعنی وہ ہماری آواز نہیں سن سکا تھا... اور اپنے نوبا سے پوچھے... کہ ہماری موت کا وقت کیا ہے... ابھی معلوم ہو جائے گا... وہ بتا سکتا ہے یا نہیں"۔

"مسٹر نوبا... آپ سن رہے ہیں"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو شاہد مرزا"۔

"یہ پوچھ رہے ہیں... ان کی موت کا وقت کیا ہے"۔

"آج شام ٹھیک چار بجے یہ سب مر جائیں گے... میرے جلاد ان کی گردنیں اڑا دیں... گولیوں سے ہلاک کرانے میں مزا نہیں ہے... تلواروں سے سر قلم کیے جائیں گے"۔

"آپ نے سنا... مسٹر نوبا نے کیا کہا ہے"۔

"ہاں! سن چکے ہیں... اس لیے کہ نوبا کی طرح ہم بہرے نہیں ہیں"۔

"کیا کہا... مسٹر نوبا اور بہرے؟" وہ چونکا۔

"ہاں تو اور کیا... کیا وہ ہماری آواز سن سکا ہے... اس سے کہو... ہماری آوازیں سن کر دکھائے... اگر اس میں کوئی طاقت ہے"۔

"مسٹر نوبا... آپ نے سنا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"نہیں... میں نہیں سن سکا"۔

"یہی تو ان کا سوال ہے... آخر آپ کیوں نہیں سن سکتے"۔

"تم ان کے ساتھ اپنا دماغ خراب نہ کرو... انہیں ایوان صدر لے آؤ... ورنہ تمہارا بھی وہی انجام ہو گا... جو ان کا ہونے والا ہے"۔

"نن نہیں... نہیں سر"۔

"تو پھر روانہ ہو جاؤ"۔

"میں انہیں لے کر آ رہا ہوں سر"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

آواز بند ہو گئی۔

"سنا آپ نے"۔

"ہاں سنا... اب تو آپ کو یقین آ گیا... وہ سب کچھ نہیں جانتا... وہ تو ہماری آوازیں تک نہیں سن سکتا"۔

"آخر یہ کیسے ممکن ہے... یہ آپ کیسے کر لیتے ہیں؟"

"اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے... جب بھی کوئی ایسا شیطانی فتنہ پیدا

ہوتا ہے... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کام لیتے ہیں"۔

"کیا کہا... شیطانی فتنہ"۔

"ہاں! یہ شیطانی فتنہ ہے... توبا شیطانوں سے کام لیتا ہے... لیکن شیطان اسے ہر بات کی خبر نہیں دے سکتے... بس صرف شیطانی کاموں کے بارے میں بتا سکتے ہیں... مثلاً "جوا"... اب جوا شیطانی کام ہے... رحمانی نہیں... لہٰذا اللہ تعالیٰ جوئے کی خبروں کو نہیں چھپاتے... شیطان ان خبروں کو لے اڑتے ہیں... اور توبا جیسے لوگوں کو بتا دیتے ہیں... کہ کل یہ ہو گا... فلاں گھوڑا جیتے گا... فلاں ٹیم میچ ہار جائے گی... وغیرہ وغیرہ"۔

"لیکن جناب... آپ نے شاید غور نہیں کیا"۔ شاہد مرزا الجھن کے عالم میں بولا۔

"کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ وہ تو ایک ایک لمحے کی فلم دکھا دیتے ہیں... کل ہونے والا میچ آج ٹی وی پر مکمل دکھا دیتے ہیں... اور اگلے دن میچ بالکل اسی طرح ہوتا ہے"۔

"ہاں! اس بات پر ہم اب تک حیران ہیں کہ... شیطان اس قدر مکمل معلومات کس طرح اسے دے دیتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کی فلم کیسے تیار ہو جاتی ہے"۔

"بس تو پھر... ابھی آپ مسٹر توبا کی طاقت کو نہیں سمجھ سکے...

اور وہ آپ کو چیونٹی کی طرح مسل دے گا اب"۔

"پروا نہیں... ہم جیسے سر پھرے اور پیدا ہو جائیں گے... جو توبا سے ٹکرا جائیں گے... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخر توبا کو بھی تو موت آئے گی... دنیا میں کوئی انسان بھی ہمیشہ تو نہیں رہ سکتا... آخر ایک دن اسے مرنا ہو گا"۔

"اب میرا دماغ مزید آپ کی باتیں نہیں سن سکتا"۔

"تو پھر ہمیں ایوان صدر لے چلیں"۔

اور وہ انہیں ایوان صدر لے آیا۔

"انہیں صدر کے کمرے میں پہنچایا جائے گا"۔ ایوان صدر کے دروازے پر موجود عملے نے بتایا۔

"اوہ اچھا"۔

وہ مسکرا دیے... پھر انہیں صدر کے کمرے میں لایا گیا... اندر صدر موجود تھے۔

"تو یہ لوگ آ گئے"۔ اب انہوں نے صدر کی آواز سنی۔

"ہاں مسٹر توبا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کہہ سکتے ہو... اسی لیے میں نے تمہیں یہاں اپنے کمرے میں بلا لیا... اب یہاں میرے اور تم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے... ہماری آوازیں بھی باہر نہیں جائیں گی... لہٰذا تم کھل کر بات کرو"۔

"بہت بہتر مسٹر توبا... آپ نے اتنی اجازت تو دی... ہمارا پہلا

سوال یہ ہے کہ آپ یہ کس طرح کر لیتے ہیں.... کل کی باتیں کس طرح دیکھ لیتے ہیں.... بلکہ ان کی فلم تک کس طرح بنا لیتے ہیں"۔

"آپ نے اس بارے میں اب تک کیا اندازے لگائے ہیں"۔

"یہ کہ آپ شیطانوں سے کام لیتے ہیں"۔

"اچھا.... اور کچھ"۔ وہ مسکرایا۔

"اور یہ کہ پروفیسر شیبان نے کوئی تجربہ کیا تھا.... یہ سارا کھیل اس تجربے کی وجہ سے ہے"۔

"اچھا.... اور کچھ"۔ وہ ہنسا۔

"اور کچھ نہیں.... اب آپ بتا دیں"۔

"بس یہی ایک بات ہے.... جس کا جواب میں نہیں دے سکتا"۔

"کیا آپ مجھ سے ہاتھ ملانا پسند کریں گیا"۔ پروفیسر داؤد نے اچانک کہا۔

نوبا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا.... پھر بولا۔

"آپ مجھ سے ہاتھ کیوں ملانا چاہتے ہیں.... یہ جاننے کے لیے کہ میں انسان ہوں بھی یا نہیں"۔

"ہاں! شاید میں یہی اندازہ لگانا چاہتا ہوں"۔

"یہ لیں.... ملا لیں مجھ سے ہاتھ.... آج آپ لوگوں کے تمام اندازے غلط ہونے کا دن ہے.... اور ساتھ ہی آج آپ کی موت کا بھی

دن ہے"۔

"اللہ مالک ہے"۔

اب انہوں نے نوبا کا ہاتھ تھام لیا.... اور اس کو نرمی سے دبا کر دیکھا.... وہ ہاتھ انہیں عجیب سا لگا.... تاہم وہ تھا گوشت اور پوست کا ہی.... ہاتھ اور انگلیوں کی بناوٹ بھی ان جیسی ہی تھی.... اس کے باوجود انہیں یوں لگا جیسے یہ ہاتھ ان کی دنیا کے انسانوں کا نہ ہو۔

"یہ ہاتھ.... اگرچہ انسانی ہاتھ ہے.... لیکن لگتا ہے.... کسی دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"جی.... کیا کہا.... دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں.... کسی دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ"۔

"نن.... نہیں"۔ نوبا چلا اٹھا۔

اس کے چلانے پر وہ چونک اٹھے.... انہوں نے جلدی سے نوبا کی طرف دیکھا.... اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے.... اور اس حیرت میں خوف بھی شامل تھا.... انہیں یہ دیکھ کر ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا.... ایسے میں اس کے منہ سے نکلا۔

"میں آپ کو اب اپنا اصل روپ دکھا ہی دوں"۔

"کیا کہا.... اصل روپ.... وہ تو ہم جانتے ہیں.... صدر صاحب کا روپ آپ کا اپنا روپ نہیں ہے، آپ کا اپنا روپ تو وہ روپ

ہے.... جس میں آپ ہوٹل میں ہمیں جلد سے ملے تھے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ غلط سمجھے.... میرا اصل روپ وہ بھی نہیں تھا.... اصل روپ صرف اور صرف آپ لوگ دیکھیں گے.... وہ بھی آج.... آخری بار"۔

"دکھائیں پھر"۔

"ذرا آپ لوگ آنکھیں بند کر لیں"۔

"نہیں.... اس طرح آپ کوئی چال چل جائیں گے"۔

"ایسی کوئی بات نہیں.... میں آپ لوگوں سے چال کیوں چلوں گا.... آپ کی موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے.... آپ لوگ اس کمرے سے اب زندہ نہیں نکل سکیں گے.... یقین نہیں تو اس کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں کو کھول کر دیکھ لیں.... کیا آپ ان کو کھول سکتے ہیں.... جب کہ یہ اندر سے بند نہیں ہیں.... نہ ان کو باہر سے بند کیا گیا ہے.... یقین نہیں تو باہر موجود نگرانوں سے پوچھ لیں"۔

"کیسے پوچھ لیں.... جب کہ یہاں کی آواز باہر سنی ہی نہیں جا سکتی"۔

"میں یہ بٹن دبا رہا ہوں.... اس کے بعد باہر کی آواز اندر اور اندر کی باہر جا سکتی ہے"۔

"اوہ اچھا"۔

اس نے بٹن دبایا۔

"باہر موجود نگران صاحبان.... کیا صدر صاحب کے کمرے کے دروازے باہر سے بند ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں پوچھا۔

"آپ اس قدر بلند آواز میں کیوں بات کر رہے ہیں.... ہم بہرے نہیں"۔ باہر سے ناخوشگوار انداز میں کہا گیا۔

وہ دھک سے رہ گئے.... ایوان صدر کے تمام نگران تو ان کا دل سے احترام کرتے تھے.... اس کا مطلب تھا.... توبا نے یا تو ان سب کو تبدیل کر دیا تھا.... یا پھر ان کے دماغ بدل کر رکھ دیے تھے۔

"سوال کا جواب دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"دروازے باہر سے بالکل کھلے ہیں.... آپ اندر سے کھول کر دیکھ لیں"۔ جواب ملا۔

انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں توبا کی طرف دیکھا۔

"میں یہ دروازہ اندر سے کھول دیتا ہوں.... آپ خاموشی سے اس کو کھول کر چیک کر لیں.... یہ کہنے سے پہلے اس نے بٹن پھر آف کر دیا تھا تاکہ آوازیں باہر سنی نہ جا سکیں۔

"اچھا"۔ وہ بولے اور دروازہ کھول دیا.... وہ کھل گیا.... باہر نگران موجود تھے.... انہوں نے انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا.... پھر ایک نے توبا سے پوچھا۔

"اب آپ کب حکم دیں گے ان کی موت کا"۔

"ان کی موت میرے ہاتھوں ہو گی.... تم لوگوں کو صرف لاشیں دی جائیں گی"۔ نوبا ہنسا۔

"چلیے یونہی سہی"۔ وہ ہنسے۔

"انسپکٹر جمشید دروازہ بند کر دو"۔

وہ دروازہ بند کر کے ان کی طرف مڑے۔

"اب اگر میرا اصل روپ دیکھنا ہے تو آنکھیں بند کر لیں.... ورنہ میں اپنا کام شروع کرتا ہوں"۔

"کون سا کام؟"

"موت کا کام"۔

"موت کا کام اور آپ کریں گے.... یہ کیسے ممکن ہے"۔

"بس.... میں کروں گا.... مرنے سے پہلے آپ کو احساس ہو جائے گا"۔

"اچھی بات ہے.... دیکھ لیتے ہیں.... آپ کا اصل روپ.... یہ لیں کر لیں ہم نے آنکھیں بند"۔

"لیکن شرط ایک ہے.... آپ لوگ ذرا سی بھی آنکھیں نہیں کھولیں گے.... اگر کھولیں.... تو پھر میرا اصل روپ آپ کو نظر نہیں آئے گا.... اصل روپ اسی صورت میں نظر آئے گا.... جب آپ میں سے ہر ایک مکمل طور پر آنکھیں بند کرے.... صرف تیس سیکنڈ کے لیے.... یہ کوئی اتنا زیادہ وقفہ نہیں ہے.... آسان کام ہے"۔

"او کے.... ہم نے تیس سیکنڈ کے لیے آنکھیں بند کر لیں.... ب کیا کرنا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"انتظار.... تیس سیکنڈ کا انتظار"۔

"اچھا"۔ وہ بولے۔

اب ان سب کی آنکھیں بند تھیں.... مکمل طور پر بند.... پھر ان ے اندازے کے مطابق تیس سیکنڈ گزر گئے۔

"مسٹر نوبا.... تیس سیکنڈ گزر گئے.... کیا ہم آنکھیں کھول دیں؟"

جواب میں انہیں نوبا کی آواز سنائی نہ دی۔

"مسٹر نوبا.... آپ نے جواب نہیں دیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بے ین ہو گئے۔

اب بھی جواب نہ ملا.... آخر انہوں نے آنکھیں کھول دیں.... ر پھر وہ دھک سے رہ گئے.... کمرے میں نوبا نہیں تھا۔

"مسٹر نوبا.... آپ کہاں ہیں.... ہمیں آواز دیں.... ہم یاد کرتے یں"۔ فاروق نے گنگنانے کے انداز میں روتی آواز میں کہا۔

وہ ہنس پڑے.... پھر انہوں نے پورے کمرے اور ساتھ ملے باتھ ، وغیرہ کا اچھی طرح جائزہ لیا.... نوبا وہاں نہیں تھا۔

"لیجیے صدر صاحب.... نوبا آپ کی سیٹ خالی کر گیا"۔ انسپکٹر ید مسکرائے۔

"یہ.... یہ کیسے ممکن ہے.... اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت

تھی؟"

"اسے اپنی شکست صاف نظر آ رہی تھی۔۔۔ ایسا اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کیا۔۔۔ وہ ہمیں ختم کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔۔ بلکہ ہم اسے ختم کر دیتے۔۔۔ لہٰذا اس نے فرار ہونے کی سوچی"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن کیسے۔۔۔ دروازے جوں کے توں بند ہیں۔۔۔ ہم نے کوئی دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سنی"۔

"ہاں! لیکن اب یاد کریں۔۔۔ پروفیسر صاحب وہ جب آپ کی تجربہ گاہ میں تھا۔۔۔ ہم نے اس کی آواز سنی تھی۔۔۔ لیکن جب ہم اندر داخل ہوئے تھے۔۔۔ تو وہ غائب تھا۔۔۔ اسی طرح وہ اس ہٹ میں غائب ہو گیا تھا۔۔۔ ایک دو اور جگہوں سے وہ اسی طرح غائب ہوا تھا۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ وہ جسم رکھتا ہے۔۔۔ لیکن جسم سمیت جس جگہ سے چاہتا ہے۔۔۔ غائب ہو جاتا ہے"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں"۔ وہ سب چلائے۔

○☆○

بھاری غلطی

وہ سب سکتے کے عالم میں نہ جانے کتنی دیر بیٹھے رہے۔۔۔ پھٹی [illegible]ی آنکھیں سے ایک دوسرے پر نظریں جماتے رہے۔۔۔ یوں جیسے وہ [illegible]ب ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں۔

"آخر یہ کیسے ممکن ہے؟"

پھر پروفیسر داؤد کے ہونٹ ہلے۔

"انسان کے لہروں میں تبدیل ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ [illegible]ہونے کے واقعات ہمارے علم میں ہیں۔۔۔ لہٰذا اس پر زیادہ حیران [illegible]ہونا چاہیے۔۔۔ زیادہ حیرت کی بات صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ [illegible]۔۔۔ یعنی نوبا کا ہاتھ اس دنیا کے انسانوں جیسا نہیں ہے"۔

"تب پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ وہ کسی دوسری دنیا کا انسان [illegible]"۔ پروفیسر عقلان نے کانپتی آواز میں کہا۔

[illegible]میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔۔ ہو سکتا ہے اس نے [illegible]بوجھ کر اپنا ہاتھ ایسا بنا رکھا ہو۔۔۔ تاکہ ہاتھ ملانے والے یا دیکھنے [illegible]لے اسے اس دنیا کا انسان خیال نہ کریں۔۔۔ آخر وہ اس پوری دنیا پر

حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے"۔

"پوری دنیا پر تو ایک طرح سے اس کی حکومت قائم ہو چکی ہے.... تمام ملکوں کے طاقت ور ترین لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں"۔

"ہاں! لیکن وہ ہم سے خوف کھا رہا ہے.... آخر کیوں؟"

"یہ بات واقعی بہت عجیب ہے.... لیکن اس عجیب ترین بات پر غور ہم پھر کر لیں گے.... پہلے ایوان صدر کا مسئلہ حل کریں"۔

"یہاں کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں ہے.... اصل صدر ہمارے ساتھ موجود ہیں.... آپ اپنا میک اپ اتار دیں.... اور نگرانوں سے کہیں دروازے کھول دیں.... نوبا نے ذہنوں پر جو قبضہ جما لیا تھا.... اس کا اثر بہت تیزی سے زائل ہو جائے گا.... بلکہ اس کا اثر ہم اسی وقت دیکھ لیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... میں کھلواتا ہوں دروازہ"۔

یہ کہ کر پہلے تو انہوں نے وہ بٹن آن کیا.... جس سے وہ ان کی آواز سن سکتے تھے.... پھر بولے۔

"دروازہ کھول دیں"۔

"سر.... دروازے تو پہلے ہی باہر سے بند نہیں ہیں"۔ باہر سے کہا گیا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے"۔ صدر مسکرائے۔

انسپکٹر جمشید آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا.... باہر موجود نگران حیرت زدہ نظر آئے۔

"کیوں! آپ لوگ کس بات پر حیران ہیں"۔

"آپ کب آئے.... ہمیں پتا ہی نہیں چلا"۔ وہ بولا۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہم لوگ؟" انسپکٹر جمشید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"جی ہاں! آپ لوگ کب آئے؟"

"اس کا مطلب ہے.... آپ پوری طرح چوکس ہو کر نگرانی نہیں کرتے"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"جی نہیں.... سر.... یہ بات نہیں.... ہم حیران ہیں.... ہمیں آپ کے آنے اور اندر داخل ہونے کا پتا کیوں نہیں چلا.... کیا آپ آج کل جادو سیکھ رہے ہیں.... یا سیکھ چکے ہیں؟"

"جادو حرام ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر یہ کیا ہے.... ہمیں کیوں اندازہ نہیں ہوا"۔

"پھر کسی وقت وضاحت کریں گے"۔ انہوں نے کہا۔

پھر وہ صدر سے اجازت لے کر جانے کے لیے مڑے۔

"لیکن جمشید.... اب میں کیا کروں"۔

"نوبا کی وجہ سے ہمارا ملک حد درجے دولت مند ہو گیا.... نوبا کی ...ی ہوئی دولت بھی ایوان صدر کے لاکرز میں موجود ملے گی.... کیونکہ

وہ جاتے وقت دولت ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔۔۔ اس کا جسم لہروں میں تبدیل ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ اپنے ساتھ دولت کو لہروں میں تبدیل کر کے نہیں لے جا سکتا تھا۔۔۔ لہٰذا تمام دولت یہیں اور بنکوں میں موجود ہے۔۔۔ جو آپ کے دستخطوں سے نکل سکتی ہے۔۔۔ باہر کی دنیا نے ہمیں خوب لوٹا ہے۔۔۔ خوب ٹھگا ہے۔۔۔ ہر ہر معاملے میں اس نے لوٹنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ لہٰذا اب اس دولت پر ہمارا حق ہے۔۔۔ اس کو ملک اور قوم کی ترقی میں استعمال کریں"۔

"اور نوبا؟"

"اس سے ہم نبٹ لیں گے۔۔۔ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"آخر اس کی طاقت یک دم کس طرح زائل ہو گئی۔۔۔ وہ بھیڑ کیوں بن گیا۔۔۔ جب کہ پہلے اس کے سامنے ہم سب لوگ بالکل بے بس ہو گئے تھے"۔

"پانی"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا۔۔۔ کیا کہا۔۔۔ پانی"۔

"ہاں سر۔۔۔ پانی۔۔۔ آپ کے جسم پر اس وقت جو لباس ہے اور ہم سب کے جسم پر جو لباس ہیں۔۔۔ وہ پانی سے تیار کیے گئے ہیں"۔

"کیا۔۔۔ پانی سے تیار کیے گئے ہیں۔۔۔ بھلا پانی کے بھی لباس تیار ہو سکتے ہیں"۔ صدر دھک سے رہ گئے۔

"باریک ترین پلاسٹک کی دوہری تہ کے سلے ہوئے لباس ہیں اور ان کے درمیان پانی کی ہلکی سی تہ اسے ناکام بنانے کے لیے کافی ہو گئی۔۔۔ وہ پانی میں سے اپنی طاقت کو نہیں گزار سکتا۔۔۔ اور اگر وہ ہم پر تھوں پیروں سے حملہ کرتا تو ہم اس کا کچومر نکال دیتے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ صدر بولے۔

"لہٰذا اس نے سوچا، فرار ہونے میں ہی اس کی بہتری ہے"۔

"لیکن وہ کہاں گیا ہو گا؟"

"یہ سوچنا پڑے گا اور دیکھنا پڑے گا اور یہ ہمارا کام ہے۔۔۔ ہم ریں گے، آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

پھر وہ ایوان صدر سے نکل آئے۔۔۔ نگرانوں نے معمول کے طابق انھیں سلام کیا تھا۔۔۔ اب ان میں تختی والی ایک علامت بھی نظر ہیں آ رہی تھی۔

راستے میں بھی وہ یہی محسوس کرتے رہے کہ نوبا کا اثر بالکل ختم چکا ہے۔

"یہ تو کمال ہو گیا جمشید۔۔۔ یعنی جس شخص کو ہم ناقابل تسخیر ل کرتے رہے۔۔۔ وہ صابن کا جھاگ ثابت ہوا"۔

"آپ یہ لباس اتار دیں۔۔۔ اس کے بعد دیکھیں اس کی ت۔۔۔ وہ پھر ایوان صدر پر قابض ہو جائے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا

مسکرائے۔

"اوہ.... اس کا مطلب ہے.... وہ صرف اور صرف اس لباس کی وجہ سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا"۔

"ہاں! اس لیے کہ اس کی موجودگی میں، وہ ہم پر قابو پانے کے قابل نہیں تھا"۔

"تب پھر اس نے ہمیں ان فوجیوں کے ذریعے اپنے پاس کیوں بلوایا تھا؟"

"اس وقت تک اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ہم نے کس قسم کے لباس پہن رکھے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... لیکن بہرحال یہ ہو گیا کمال"۔

"بس! یہ سب اللہ کی مہربانیاں ہے"۔

"تاہم.... یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے.... وہ ہماری دنیا کا ہی انسان ہے.... یا کسی دوسری دنیا کا"۔

"اس کا اور ہمارا مقابلہ ابھی ہونا ہے.... وہ ایسے ہی فرار نہیں ہو گا"۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"وہ پھر حملہ آور ہو گا.... فی الحال ہمارا علاج سوچنے کی غرض سے غائب ہوا ہے"۔

"ارے باپ رے.... میں تو سمجھ رہا تھا.... اس کا کانٹا نکل

گیا"۔

"نہیں.... اب وہ پوری طاقت سے حملہ آور ہو گا.... یہ اور بات ہے کہ ہم اسے مہلت نہیں دیں گے"۔

"وہ کیسے؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"فاروق، آفتاب اور محمود فوری طور پر اس کی تلاش میں روانہ ہو جائیں"۔

"یہ آپ نے کیا کہا"۔ فاروق بوکھلا گیا۔

دوسرے مسکرا دیے۔

"ہم جس قدر جلد اسے تلاش کر لیں گے.... اسی قدر ہمارے حق میں بہتر ہو جائے گا.... بلکہ ہمارے حق میں نہیں.... ہمارے پورے ملک کے حق میں.... بلکہ پوری دنیا کے حق میں.... اور یہ بات میں انتہا کی حد تک سنجیدہ ہو کر کہہ رہا ہوں.... گویا ایک سوال پوچھے بغیر روانہ ہو جاؤ"۔ انسپکٹر جمشید کی سرد آواز نے انہیں تھرا دیا۔

اس وقت تک وہ گھر کے دروازے پر پہنچ چکے تھے.... لہٰذا فاروق، آفتاب اور محمود اسی وقت باہر سے ہی روانہ ہو گئے.... جب کہ باقی لوگ اندر داخل ہو گئے.... اور جونہی وہ اندر داخل ہوئے.... ان کی سٹی گم ہو گئی.... بیرونی دروازہ کھلا ملا تھا۔

اندر بیگم جمشید موجود نہیں تھیں۔

"اف مالک.... یہ ہم سے بھاری غلطی ہو گئی.... بیگم کے لیے

یہ خاص لباس تیار نہیں کروایا.... وہ انھیں اغوا کر کے لے گیا.... گویا اب وہ اس کے قبضے میں ہے.... اور ان کے ذریعے ہمیں بلیک میل کرے گا"۔

"یہ اس نے گھٹیا وار کیا ہے.... کیا تمھیں اندازہ ہے جمشید.... وہ کہاں ہو گا؟" خان رحمان نے طیش میں آ کر کہا۔

"اگر اندازہ ہوتا.... تو ان تینوں کو کیوں بھیجتا.... ہم سب روانہ ہوتے پھر تو"۔

"اف مالک.... اب.... اب ہم کیا کریں؟"

"ہم بھی اس کی تلاش میں نکلتے ہیں.... ان تینوں سے موبائل پر رابطہ رکھیں گے"۔

"بہت خوب"۔

وہ افراتفری کی حالت میں خان رحمان کی بڑی گاڑی میں روانہ ہوئے.... ان کے دماغ بھائیں بھائیں کر رہے تھے.... اور انھیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اس کی تلاش میں کہاں جائیں.... ایسے میں فرزانہ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے.... وہ گھر کے فون پر رابطہ کرے.... لٰہذا کیوں نہ ہم آنٹی شیرازی کی ڈیوٹی لگا دیں.... وہ اس سے بات کر لیں گی اور ہمیں فون کر دیں گی"۔

"یہ ٹھیک رہے گا.... ویسے تو اس بات کا زبردست امکان ہے کہ

توبا کو ہمارے موبائل نمبر بھی معلوم ہوں گے"۔

"تب بھی اگر ہم یہاں آنٹی کو چھوڑ جاتے ہیں.... اس میں کوئی حرج نہیں"۔

انھوں نے ایسا ہی کیا.... بیگم شیرازی کو سمجھا کر گھر سے روانہ ہو گئے.... ابھی چند منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ بیگم شیرازی کا فون انھیں ملا.... وہ کہ رہی تھیں۔

"توبا نے فون کیا تھا.... اس نے کہا ہے.... اگر آپ لوگ سب کے سب اپنی خیریت چاہتے ہیں تو میری طرف کا رخ نہ کریں.... مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں.... ورنہ بیگم جمشید.... آپ کو زندہ نہیں ملیں گی"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ بولے۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"آپ ابھی یہیں آرام کریں.... ہو سکتا ہے' پھر اس کا فون آئے.... آپ ہماری طرف سے اس سے کہ دیں کہ اس معاملے میں وہ براہ راست ہم سے بات کر لے.... آپ ہمارے موبائل نمبر اسے بتا دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے ہی تھے کہ ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجی.... اس بار دوسری طرف سے فاروق کی آواز سنائی دی.... وہ

کہ رہا تھا۔

"ہم نے اسے تلاش کر لیا ہے ابا جان.... آپ فوراً"....

اس کے ساتھ ہی فاروق کی آواز کا گلا گھٹ گیا.... انسپکٹر جمشید ہیلو ہیلو کرتے رہ گئے.... لیکن پھر انہیں فاروق کی آواز سنائی نہ دی.... اور نہ فون بند کیا گیا.... اب تو وہ بری طرح بے چین ہو گئے۔

"فاروق، آفتاب اور محمود اس تک پہنچ گئے ہیں.... لیکن اس کے شکنجے میں بھی آ گئے ہیں"۔ وہ بولے۔

"لیکن ابا جان کیسے.... اس لباس میں ہوتے ہوئے، وہ ہمارے خلاف بھلا کیا کر سکتا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی غور طلب ہے.... لیکن ظاہر ہے اس غرض کے لیے اس نے کچھ تو کیا ہو گا"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟؟"

"ہم.... فرزانہ بتائے گی"۔

"مم.... میں.... میں"۔ فرزانہ ہکلائی۔

"صرف تم نہیں.... فرحت اور رفعت بھی اپنے اپنے دماغ پر زور دو.... جلدی"۔ وہ چلائے۔

انہوں نے دماغ پر زور دیا.... اور پھر اچانک رفعت بہت زور سے اچھلی.... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"کیا ہوا.... خیر تو ہے"۔

"میں نے جان لیا.... وہ کہاں ہے"۔ اس نے جذباتی آواز میں کہا۔

"تمہارا مطلب ہے.... توبا"۔

"ہاں! توبا.... جہاں توبا ہے، وہیں امی جان اور فاروق وغیرہ ہیں"۔

"اور یہ سب کہاں ہیں اور یہ تم نے اس قدر جلد کیسے جان لیا؟؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"میں نے صرف ایک بات پر غور کیا تھا کہ اس قدر جلد فاروق وغیرہ اس تک کیسے پہنچ گئے.... جونہی میں نے اس پر غور کیا.... میرے دماغ نے کہا.... وہ پروفیسر شیبان کے جنگل والے ٹھکانے پر ملیں گے"۔

"کیا!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے.... پھر وہ بے تحاشہ اس طرف دوڑ پڑے۔

○☆○
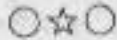
سب سے بڑا ہتھیار

"سوال یہ ہے کہ ان لباسوں کے ہوتے ہوئے.... نوبا نے ان پر قابو کیسے پالیا؟" فرزانہ بولی۔

"اس پر مجھے حیرت ہے.... ایوان صدر سے تو وہ بھیگی بلی بن کر بھاگا تھا.... اب وہاں پہنچ کر شیر کیسے بن گیا؟" فرحت نے جواب دیا۔

"جنگل میں جو چلا گیا"۔ رفعت مسکرائی۔

"نہیں.... اس نے کوئی چال چلی ہے.... اور ہمیں اس چال سے بچنا ہو گا.... ورنہ ہم سب بھی اس کے قابو میں ہوں گے.... اور پھر وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا.... یہ ہم جانتے ہی ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"اور مجھے فاروق' آفتاب اور مکھن کا خیال ستا رہا ہے"۔ آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ تینوں بھی عجیب ہیں.... سوچا نہ سمجھا.... سیدھے اس کے ٹھکانے پر پہنچ گئے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"تو اور کیا کرتے؟" خان رحمان ہنسے۔

"اگر انہیں یہ بات سوجھ ہی گئی تھی کہ نوبا کہاں ہے.... تو ہمیں اطلاع دیتے"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"اس طرح ہیرو بننے کا کام نہ ہو پاتا"۔

"اور اب جیسے ہیرو وہ بنے ہوئے ہیں.... وہ وہی جانتے ہیں"۔

"ہاں واقعی.... نوبا سے کسی ہمدردی کی امید تو رکھی نہیں جا سکتی"۔

"اوہ کوئی بات نہیں.... اللہ مالک ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

اور پھر وہ جنگل میں اس جگہ کے نزدیک پہنچ گئے.... جہاں پروفیسر شیبان نے اپنی زندگی کے بہت سے سال گزارے تھے.... کافی دور ہی وہ گاڑی سے اتر گئے.... اور درختوں کی اوٹ لے کر آگے بڑھنے لگے.... ایسے میں انہوں نے آگ کی تپش محسوس کی.... وہ چونک اٹھے۔

"یہ کیا.... یہاں تو کہیں آگ لگی ہے"۔

"ہاں! اس طرف دھواں تو نظر آ رہا ہے.... اور اسی سمت میں پروفیسر شیبان کا مکان ہے"۔

"ارے باپ رے.... کیا اس نے آگ کے ذریعے ان پر قابو پایا ہے"۔

"آگ کے ذریعے کیسے"۔

"آگ کے ذریعے پانی والے لباس اس قدر گرم ہو گئے کہ ان

تینوں کو وہ اتارنا پڑ گئے۔۔۔ اور لباس اتارنے کے بعد توبا کو ان پر قابو پانا کیا مشکل تھا"۔

"ہوں۔۔۔ واقعی۔۔۔ پروفیسر صاحب۔۔۔ آپ فوراً" حرکت میں آ جائیں"۔

"فکر نہ کرو۔۔۔ اس آگ کی وجہ سے ہم لباس نہیں اتاریں گے"۔ وہ مسکرائے اور آگے بڑھ گئے۔۔۔ ان کے پاس آگ بجھانے کی چیزیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔

وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے اور جیبوں سے چھوٹی چھوٹی چیزیں نکالتے جا رہے تھے۔۔۔ چلتے چلتے انہوں نے چند سفوف آپس میں ملائے اور پھر جونہی وہ آگ کے قریب پہنچے' انہوں نے وہ آمیزہ آگ کی طرف اچھال دیا۔۔۔ ہوا کا رخ اسی طرف تھا۔۔۔ چنانچہ ہوا اس سفوف کو اڑا کر اور آگ کی طرف لے گئی۔۔۔ سفوف آگ پر گرا اور انہیں یوں لگا جیسے آگ پر بارش شروع ہو گئی ہے۔۔۔ وہ چھن چھن کرتی بجھتی چلی گئی۔۔۔ یہاں تک کہ بالکل بجھ گئی۔۔۔ اور وہاں صرف دھواں اٹھتا نظر آنے لگا۔

"توبا! تمہاری لگائی ہوئی آگ سرد ہو گئی۔۔۔ مقابلے کے لیے سامنے آ جاؤ"۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ توبا کی ہنسی سنائی دی۔

"کیا مطلب۔۔۔ کس کی ضرورت نہیں؟"

"اس کی کہ۔۔۔ میں تم لوگوں کے سامنے آؤں۔۔۔ تمہارے چار

ساتھی میرے قبضے میں ہیں۔۔۔ تاہم اگر تم یہ بتا دو۔۔۔ کہ میں کیا ہوں۔۔۔ تو انعام کے طور پر ان چاروں کو چھوڑ دوں گا۔۔۔ اور یہاں سے چلا جاؤں گا"۔ توبا نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

"کیا کہا۔۔۔ یہاں سے چلے جاؤ گے۔۔۔ کہاں چلے جاؤ گے؟"

"بس۔۔۔ اس سے آپ لوگوں کو کیا لینا۔۔۔ کہیں نہ کہیں تو چلا جاؤں گا"۔

"لیکن ہم تمہیں کیوں جانے دیں گے۔۔۔ تم تو ہمارے مجرم ہو۔۔۔ تم نے تو ان گنت جرائم کیے ہیں"۔

"اس بات کو لکھ لیں۔۔۔ آپ لوگ توبا کو زندہ گرفتار تو کر ہی نہیں سکیں گے۔۔۔ یہ بات تو طے شدہ ہے"۔

"کوئی پروا نہیں۔۔۔ ہم توبا کی لاش سے بھی کام چلا لیں گے"۔ آصف نے بلند آواز میں کہا۔

وہ سب مسکرا دیے۔

"او کے۔۔۔ اب تم مجھ پر حملہ کر دو"۔

"یہی تو مشکل ہے۔۔۔ جب تک ہم اپنے چار ساتھی تم سے واپس حاصل نہیں کر لیتے۔۔۔ حملہ نہیں کر سکتے"۔

"ہاہاہا"۔ اس نے قہقہہ لگایا۔

"یہ قہقہہ کس خوشی میں لگایا گیا ہے"۔

"اس خوشی میں کہ تم مجھ پر حملہ نہیں کر سکتے۔۔۔ کیونکہ تمہارے

چار ساتھیوں کی زندگیاں میری مٹھی میں ہیں.... تم ان سے صورت حال معلوم کر سکتے ہو"۔

"کیوں فاروق.... تم لوگوں کا کیا حال ہے؟"

"اللہ کا شکر ہے.... ہم خیریت سے ہیں.... آپ حملہ کریں"۔ فاروق کی آواز گونجی۔

لیکن انہوں نے صاف محسوس کر لیا کہ وہ سخت تکلیف میں ہے۔

"فاروق کی خیریت معلوم ہوئی.... بیگم تم کس حال میں ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے.... آپ حملہ کریں"۔ ان کی آواز سنائی دی۔

"آفتاب.... محمود.... جواب دو"۔ انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہم بھی بالکل ٹھیک ہیں انکل.... آپ جلدی کریں"۔ آفتاب بول پڑا۔

وہ اور بے چین ہو گئے.... اس لیے کہ ہر ایک کی آواز سے تکلیف ٹپک رہی تھی۔

"مسٹر توبا.... یہ کیا بہادری ہے"۔

"مجھے بہادری دکھانے کا کوئی شوق نہیں.... آپ مجھے بزدل سمجھ لیں"۔

"او کے مسٹر توبا.... اب ہماری طرف سے باقاعدہ جنگ کا آغاز

ہو رہا ہے"۔

"جنگ کا آغاز"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل"۔

"تو کیا آپ کو یقین آ گیا.... یہ چاروں بالکل خیریت سے ہیں"۔ توبا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں.... ہم جان گئے.... تم نے انہیں سخت اذیت سے دوچار کر رکھا ہے"۔

"اور جب تم آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے.... تو ان کی مشکل میں دوگنا اضافہ ہو جائے گا.... اس وقت تم ان کی چیخوں کو آسمان سے باتیں کرتے سن سکو گے"۔

"اللہ مالک ہے.... توبا ہم آ رہے ہیں.... ہمیں روک سکتے ہو تو روک لو"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

اور پھر وہ آگے بڑھے.... جونہی آگے بڑھے.... انہوں نے ان چاروں کی دردناک آوازیں سنیں.... انہوں نے فوراً قدم روک لیے۔

"رک کیوں گئے دوستو.... آگے بڑھو نا"۔ توبا کی آواز سنائی دی۔

"یہ کوئی مزے داری نہیں.... ہمیں بے بس کر کے ہماری بے بسی کا مزا اٹھا رہے ہیں.... آپ تو بہت طاقت ور ہیں.... اپنی طاقت سے ہم سے لڑیں.... نہ کہ ہماری بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں"۔

"میں ان باتوں کو نہیں مانتا... اگر اپنے ان ساتھیوں کو بچانا ہے تو اپنے پانی والے لباس کو اتارنا ہو گا... ورنہ جونہی آپ لوگ آگے بڑھیں گے... ان کی چیخیں کانوں تک پہنچیں گی"۔

"یہ آپ اچھا نہیں کر رہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اچھائی اور برائی کے چکر میں نہیں پڑتا"۔

"بہت خوب! ہمیں سوچنے کی مہلت دے سکتے ہیں آپ؟"

"اوہ ضرور... ضرور"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ اس مکان سے قدرے دور ہٹ آئے... پھر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مشورہ کیا... انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ نوبا نے اب تک جو اتنے لوگوں کو ہلاک کیا تھا... وہ کس طرح کر دیا تھا... کس ذریعے سے کیا تھا... کیونکہ ان کے جسموں پر کوئی زخم نہیں تھا... پوسٹ مارٹم نے کسی زہر کی کہانی بھی نہیں سنائی تھی... ان حالات میں وہ پریشان تھے کہ وہ ان سب کو بھی اس حربے سے ختم کر سکتا ہے... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہو نہ ہو... اس کی کمزوری صرف اور صرف پانی ہے... وہ ہمارے جسموں سے صرف پانی کو الگ کرنا چاہتے ہے... رہ گئے ہمارے دوسرے تین ساتھی... ان کے لباس اس نے بھائی صاحب کی دھمکی

دے کر اتروا دیے ہوں گے... جیسے کہ اب وہ ہم سے مطالبہ کر رہا ہے"۔

"یا پھر آگ کی تپش سے مجبور ہو کر انہوں نے لباس اتار دیے ہوں گے... ان کے ساتھ تو پروفیسر داؤد تھے نہیں... گویا اس وقت ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنے چار ساتھیوں کو اس سے کس طرح چھڑائیں... انسپکٹر جمشید نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گویا ہمیں اس مہلت میں صرف یہ سوچنا ہے"۔

"ہاں! پانی والے لباس کی موجودگی میں وہ نہ ہم سے لڑ سکتا ہے... نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہے... اگر اس قابل ہوتا تو وہ کیوں مطالبہ کرتا کہ لباس اتار دو"۔ پروفیسر بولے۔

"یہی اب سوچنا ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

وہ سب سوچ میں گم ہو گئے... کافی دیر گزر گئی... ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا... انہوں نے بار بار فرزانہ، فرحت اور رفعت کی طرف دیکھا... لیکن ان کی عقلیں خبط ہو کر رہ گئیں... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں... کہ ہم یہ لباس اتار دیں"۔

"اس طرح ہم سب اس کے قبضے میں ہوں گے"۔ پروفیسر داؤد نے خبردار کیا۔

"ہم اب اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟"

"تو پھر بسم اللہ کرو"۔

وہ پھر اس جگہ آ گئے.... انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"ہم ہار گئے.... یہ لباس اتار رہے ہیں"۔

"بہت خوب.... جونہی آپ لوگ یہ اتاریں گے.... آپ کے چاروں ساتھیوں کو میں رہا کر دوں گا"۔

"اور اس کے بعد؟" انہوں نے پوچھا۔

"اس کے بعد تم لوگ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں.... ضرور مقابلہ ہو گا اور اگر تم لوگ شہر واپس جانا چاہتے ہو تو بھی جا سکتے ہو.... لیکن اگر یہ سوچ رہے ہو کہ یہ تو بہت آسان بات ہو گئی.... ہم شہر جا کر پھر ایسے ہی لباس بنوا لیں گے اور پھر مقابلے کے لیے یہاں آ جائیں گے.... تو ایسا نہیں ہو سکے گا"۔

"سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکے گا"۔

"یہ راز کی بات ہے.... اور راز کی بات بتانے کے لیے نہیں ہوتی"۔

"او کے.... آپ انہیں چھوڑ دیں.... ہم یہ لباس اتار رہے ہیں"۔

"بہت خوب"۔ وہ بولا۔

پھر انہوں نے لباس اتار دیے.... جلد ہی انہیں فاروق، آفتاب،

مکھن اور بیگم جمشید آتے نظر آئے.... نزدیک آتے ہی بیگم جمشید نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، یہ سب میری وجہ سے ہوا"۔

"نہیں بیگم.... تم منحوس نہ کہو.... یہ تمہاری وجہ سے ہرگز نہیں ہوا"۔ وہ مسکرا دیے۔

"بھلا کیوں نہیں ہوا.... میری وجہ سے ان تینوں نے وہ لباس اتار دیے.... اور اب آپ نے اتارے"۔

"اوہو.... کوئی بات نہیں.... آؤ اب چلیں"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے شہر"۔

"ہاں شہر.... ہم نوہا سے مقابلہ نہیں کر سکتے.... کریں گے تو منہ کی کھائیں گے"۔

وہ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہوئے.... ایسے میں نوہا کی آواز ابھری۔

"واضح ہو.... اب تم میری نظروں میں ہو اور پہلے والی چال نہیں چل سکو گے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا۔

"پہلے والی چال.... کیا مطلب جناب؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"پہلے والی چال سے مراد بس پہلے والی چال"۔ اس نے کہا۔

انہوں نے فوراً ذہن دوڑائے.... لباسوں والی چال تو انہوں نے

آخر میں اختیار کی تھی.... پہلے والی چال کون سی تھی.... اچانک فرزانہ کے چہرے پر حیرت کی بجلی چمکی.... اس نے فوراً" آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دیا۔

"پہلے والی چال کا مطلب ہے.... دوسری ریاست والی چال.... وہ ریاست دراصل ایک جزیرہ ہے.... اس کے چاروں طرف پانی ہے"۔

وہ بری طرح چونکے.... پھر ان کی گاڑی اچانک ساحل کی طرف مڑ گئی.... ان کے ایسا کرنے پر نوبا کی آواز سنائی نہ دی.... انہیں حیرت سی ہوئی.... پھر پروفیسر داؤد نے اشاروں میں کہا۔

"خبردار! اب کوئی نہ بولے"۔

انہوں نے ہونٹ بند کر لیے.... ایسے میں نوبا کی آواز سنائی دی۔

"یہ کیا.... تم لوگ خاموش کیوں ہو گئے"۔

"پروفیسر داؤد نے زور سے سر ہلا کر اشارہ دیا.... کہ بات نہیں کرنا ہے"۔

"ارے.... تم بولتے کیوں نہیں.... جواب دو.... کیوں خاموش ہو"۔

وہ اب بھی نہ بولے.... ان کی گاڑی بدستور ساحل کی طرف جا رہی تھی.... بلا کی رفتار سے۔

"انسپکٹر جمشید.... بولو.... بولو"۔ نوبا چیخا۔

وہ مسکرا دیے.... نوبا ان کی خاموشی پر پریشان ہو گیا تھا.... گویا وہ

صرف ان کی آواز کے ذریعے ان کا پتا چلا سکتا تھا.... اگر وہ بول پڑتے تو اسے فوراً" ان کی سمت کا اندازہ ہو جاتا.... اس کا مطلب تھا.... پانی کے بعد خاموشی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھی۔

"انسپکٹر جمشید.... کیا بالکل بزدل ہو گئے.... میرے مقابلے میں ہار مان گئے.... شکست کھا گئے.... ہاہاہا.... اتنے بڑے بڑے لوگوں کو شکست دینے والے میرے مقابلے میں بات تک نہیں کر سکے.... کہاں گئی ان کی طاقت.... ان کی عقل.... ان کی ترکیبیں؟" وہ ہنسا اور بلند آواز میں کہتا چلا گیا۔

"وہ اب بھی خاموش رہے.... انہوں نے گویا اپنے ہونٹ سی لیے تھے' یہ بات تو اچانک ان کے ذہن میں آ گئی تھی.... ورنہ اس وقت وہ ساحل کی طرف نہ جس سکتے.... نوبا راستے میں ہی انہیں ڈھیر کر دیتا۔ ویسے تو وہ اس بات پر بھی حیرت زدہ تھے کہ نوبا نے انہیں جنگل سے واپس آنے کی مہلت ہی کیوں دی.... لباس اتروانے کے بعد تو وہ سب کچھ کر سکتا تھا.... لیکن شاید وہ ان لوگوں کو اس لیے ہلاک انہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسے ان کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا.... لباسوں والی ترکیب ناکام بنانے کے بعد وہ خود کو ہر طرح سے محفوظ خیال کر رہا تھا۔

اور پھر وہ ساحل پر پہنچ گئے.... نوبا اب تک بار بار انہیں پکار رہا تھا.... ساحل پر آبدوز موجود تھی.... ابھی وہ سمندر میں اترے نہیں

تھے کہ انھیں سمندر میں بحری جہاز اور آب دوزیں اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔

"خاموش رہنا ہے.... جب تک کہ ہم سمندر میں نہ اتر جائیں"۔ پروفیسر داؤد نے اشاروں میں کہا۔

عین اس وقت ایک نئی بات ہو گئی۔

○☆○

جزیرہ سام پر

سمندر کے پانی پر ایک آگ کا گولہ نمودار ہوا.... اور بلا کی رفتار سے ان کی طرف بڑھنے لگا.... وہ اب بھی نہ بولے.... البتہ خان رحمان نے فوراً" آب دوز کو نیچے لے جانے کی کوشش کی.... اور عین اس وقت گولا ان کے اوپر سے گزرا.... جب وہ پانی میں اتر چکے تھے.... گویا وہ بال بال بچے۔

"اف مالک.... یہ گولا کہاں سے آگیا.... اگر نوبا ہمیں دیکھ نہیں رہا تو گولے کے وار کا کیا مطلب؟"

"گولا بحری جہاز سے فائر ہوا تھا.... غالباً" یہ کوئی نئی قسم کا ہتھیار ہے.... ایک توپ داغی گئی تھی.... اس میں سے گولا نکلا تھا.... اور میں نے زندگی میں کبھی ایسی توپ نہیں دیکھی"۔ خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"سوال یہ ہے انکل.... اب تو صدر اس کے زیر اثر رہے ہی نہیں.... تو انھوں نے یہ جہاز اور آب دوزیں کس طرح بھیج دیے"۔ فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

"وہ بھی صرف صدر صاحب سے اس کا اثر ختم ہوا ہے۔۔۔ اور وہ آئندہ کے لیے صرف اسی صورت میں محفوظ ہو سکتے ہیں۔۔۔ جب ہماری ہدایت کے مطابق پانی کا لباس پہنے رکھیں۔۔۔ ایک منٹ"۔ یہ کہ کر انہوں نے صدر کے نمبر ڈائل کیے۔۔۔ جلد ہی ان کا جواب ملا۔

"سر! یہ میں ہوں جمشید۔۔۔ کیا آپ نے پانی والا لباس پہن رکھا ہے"۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو جمشید؟"

"سوری! میں فی الحال یہ نہیں بتا سکتا۔۔۔ آپ بتائیں۔۔۔ کیا آپ نے پانی والا لباس پہن رکھا ہے"۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ"۔ صدر کی آواز سنائی دی۔

"پہلے آپ بتائیں"۔

"نہیں۔۔۔ میں نے لباس نہیں پہن رکھا"۔

"لیکن کیوں"۔

"ابھی ایسا لباس تیار کرنے کا آرڈر دے رکھا ہے۔۔۔ اور جلد از جلد تیار کرنے کی ہدایات دی تھیں۔۔۔ بن کر آتا ہی ہو گا"۔

"او کے۔۔۔ جب آپ وہ لباس پہن لیں گے۔۔۔ پھر آپ سے بات ہو گی"۔ یہ کہ کر وہ سیٹ بند کرنے لگے۔۔۔ لیکن صدر چلا اٹھے۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں جمشید نہیں۔۔۔ بتاؤ تم کہاں ہو"۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ اور فون بند کر دیا۔۔۔ اب وہ کافی فکر مند ہو چلے تھے۔

"اس نے صدر کو دوبارہ اپنے اثر میں لے لیا ہے۔۔۔ صدر صاحب نے فوراً" لباس نہیں بنوایا۔۔۔ ان سے دیر ہو گئی۔

"یہ برا ہوا۔۔۔ بہت برا ہوا۔۔۔ اب ہمیں پھر سے محنت کرنا پڑے گی"۔

"نہیں۔۔۔ اب ہم پہلے نوبا سے ٹکرائیں گے"۔

"وہ پورے ملک کی فوج اور پولیس کو ہمارے مقابلے میں لا کھڑا کرے گا"۔

"خیر۔۔۔ دیکھا جائے گا"۔

اور پھر آب دوزوں نے انہیں گھیرے میں لینے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔ اب خان رحمان نے اپنی مہارت دکھائی۔۔۔ اور ان کے درمیان سے نکل گئے۔۔۔ آب دوزوں نے تعاقب شروع کیا۔۔۔ اس طرح وہ اپنے دوست کی ریاست تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔۔۔ اس ریاست کی سمندری حدود میں ان کے ملک کے جہاز داخل نہیں ہو سکتے تھے۔

اور جونہی ان کی آب دوز ریاست کی سمندری حدود میں داخل ہوئی۔۔۔ اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔۔۔ پھر سطح پر آنے کے لیے کہا گیا۔۔۔ اب وہ ساحل کے نزدیک تو تھے ہی۔۔۔ لہٰذا سطح پر آتے ہی

جزیرے پر اتر گئے۔

"خبردار... ہاتھ اٹھا دو"۔

"جی.... ہاں.... کیوں نہیں؟" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"ارے! یہ آپ ہیں.... تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟"

"ہم بتا نہیں سکتے تھے.... دشمن ہمیں نشانہ بنانے پر تلا تھا"۔

"آیئے.... آیئے.... صدر آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے"۔

"ان شاء اللہ"۔

اب یہاں انہوں نے اپنے دوست سے ملاقات کی.... تمام حالات اسے سنائے.... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے.... میری ریاست اس سے محفوظ ہے"۔

"اس سے ضرور محفوظ ہے.... لیکن وہ ہمارے ملک کی فوج کے ذریعے آپ پر حملہ کروائے گا"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ بولا۔

"اس لیے آپ جلد از جلد ہمارے لیے پانی کے لباس تیار کروا دیں.... تاکہ ہم یہاں سے نکل جائیں.... اور آپ ان سے کہہ سکیں کہ ہم لوگ یہاں نہیں ہیں"۔

"اس کی بجائے میں یہ کہنا زیادہ پسند کروں گا.... کہ ہاں آپ لوگ یہاں میرے پاس ہیں.... اور ہم مرتے دم تک آپ لوگوں کی

حفاظت کریں گے"۔ دوست بولا۔

"نہیں.... اس کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

"تب پھر میں وہی کروں گا.... جو آپ کہیں گے"۔

"شکریہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

لباس کی تیاری کا کام اسی وقت شروع ہو گیا.... ایسے میں ان کے ملک کی بری، بحری فوج اس جزیرے کی طرف بڑھتی نظر آئی۔

ریاست کے صدر کا رنگ اڑتا نظر آیا.... ایسے میں خان رحمان بولے۔

"آپ فکر نہ کریں.... ان لوگوں کو باتوں میں لگائیں.... ان سے درخواست کریں.... ان سے پوچھیں.... وہ کیا چاہتے ہیں.... ظاہر ہے، وہ صرف اور صرف یہ کہیں گے کہ آپ ہم لوگوں کو ان کے حوالے کر دیں.... چنانچہ آپ ان سے کہہ دیں کہ ٹھیک ہے.... آپ ہمیں ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ہم لوگ جان دے سکتے ہیں.... اپنا مہمان نہیں دے سکتے"۔

"اوہ.... آپ نہیں جانتے.... کہ اس وقت ہم کیا کرنا چاہتے ہیں.... لیکن ہم اسی صورت میں محفوظ رہیں گے.... جب کہ آپ صرف وہ کریں.... جو ہم کہیں"۔

"اچھی بات ہے.... بتائیں پھر.... مجھے کیا کرنا ہے"۔

"ان سے صلح کی بات چیت شروع کر دیں.... مذاکرات کریں.... شرائط طے کریں.... تحریری طور پر شرائط لکھوائیں.... اس وقت تک تو ان شاء اللہ لباس تیار ہو جائیں گے.... جب ہم وہ لباس پہن کر فارغ ہو جائیں.... آپ ہمیں ان کے حوالے کر سکتے ہیں"۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ اس نے پرزور انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی.... آپ ابھی تک نہیں سمجھے.... آپ ہمیں ان کے حوالے کر کے دونوں ملک کی فوجوں کو مرنے سے بچا لیں گے"۔

"لیکن لوگ کیا کہیں گے"۔ صدر نے کہا۔

"کچھ نہیں کہیں گے.... یہ وقت کا تقاضا ہے.... آپ خوشی سے ہم لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کر رہے"۔

"گویا آپ جو کہہ رہے ہیں.... مجھے صرف وہ کرنا ہے"۔

"ہاں! اگر آپ نے اس کے عین مطابق نہ کیا.... تو پھر ہم بری طرح ناکام ہو جائیں گے.... اور پھر پوری دنیا پر توبا کا قبضہ ہو جائے گا.... پوری دنیا پر"۔

"ارے باپ رے"۔

"لیکن ابا جان.... پوری دنیا پر کیسے.... جزیروں پر تو نہیں ہو سکے گا"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"جزیروں پر فوج کی مدد لے گا"۔

"ہوں.... اچھا.... خیر.... میں ان سے مذاکرات شروع کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا.... ادھر ان کی موجودگی میں ہی لباس دھڑا دھڑ تیار ہو رہے تھے.... آخر سب سے پہلا لباس بن گیا۔

"انکل.... آپ تو اسے پہن لیں"۔ محمود نے انسپکٹر کامران مرزا سے کہا۔

"نہیں.... سب لوگ ساتھ ہی پہنیں گے"۔

"لیکن اسے عقل مندی نہیں کہا جا سکتا"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

"اس لباس کو پہن کر کامران مرزا کم از کم ہماری پارٹی کا ایک آدمی تو محفوظ ہو ہی سکتا ہے.... لہٰذا کیوں نہ ایک تو محفوظ ہو"۔

"بات معقول ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر اس کو آپ پہن لیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"مم.... میں.... نہیں.... آپ پہن لیں"۔

"اور یہ بات معقول کس طرح ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"حد ہو گئی.... پروفیسر انکل.... آپ پہن لیں"۔

"مم.... میں.... پہن لوں.... نن نہیں.... جب سب پہنیں گے، اس وقت میں بھی پہن لوں گا"۔

ایسے میں ایک لباس اور تیار ہو گیا.... لیکن اس کو بھی کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ ایسے میں کچھ دیر بعد ریاست کا صدر آتا نظر آیا۔

"ہاں دوست کیا رہا؟"

"مذاکرات ناکام.... ان کا ایک ہی سوال ہے.... یہ کہ آپ لوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے.... وہ لوٹ جائیں گے"۔

"آپ ایک بار پھر جا کر انہیں باتوں میں لگائیں.... دو لباس بن چکے ہیں.... دو اور تیار ہونے کو ہیں.... بس تھوڑی دیر کی بات ہے.... پھر آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں گے"۔

"یہ بات اب تک میرے بس سے باہر ہے"۔

"آپ وعدہ کر چکے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

اور وہ منہ بناتا چلا گیا.... ادھر دھڑا دھڑ لباس تیار ہو رہے تھے.... اس کے بعد جب وہ آیا تو صرف دو لباس تیار ہونے رہ گئے تھے۔

"ہاں! اب وہ کیا کہتے ہیں؟"

"اب انہوں نے آخری الٹی میٹم دیا ہے.... یہ کہ اگر آدھ گھنٹے کے اندر اندر تمہیں ان کے حوالے نہ کیا گیا.... تو وہ ریاست کو تہ و بالا کر دیں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... خیر آپ جا کر ان سے کہہ دیں.... کہ

آپ ہمیں ان کے حوالے کر رہے ہیں.... اور لے کر آ رہے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ اس نے اداس انداز میں کہا۔

"آپ کو اداس ہونے کی ضرورت نہیں.... وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے"۔

"فوج کو حکم مل چکا ہے.... جونہی آپ لوگ ان کے ہاتھ لگیں.... جس حالت میں بھی ہاتھ لگیں.... آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے"۔

آپ پریشان نہ ہوں.... اور بس دیکھتے جائیں.... ہم اپنے ملک کی اور آپ کی ریاست کی فوج کو نہیں لڑا سکتے.... اور اس کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں ہو گا.... پھر بھی تو وہ ہمیں گرفتار کر ہی لیں گے.... تو ناحق خون بہانے کا کیا فائدہ"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

اچھا خیر.... اللہ حافظ"۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا.... اس بار اس کی واپسی ہوئی تو وہ لباس پہن کر بالکل تیار کھڑے تھے.... اس نے اداس انداز میں ان کی طرف دیکھا.... پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"آپ.... آپ رو رہے ہیں؟"

"میں وہ بدقسمت ہوں.... جو اپنے دوستوں کو خود موت کے حوالے کر رہا ہوں.... لہٰذا روؤں نہ تو کیا کروں؟"

"نہیں.... آپ کو رونا نہیں چاہیے.... آپ اس ریاست کے

حکمران ہیں"۔

"میری حکمرانی کا کیا فائدہ.... اگر میں آپ کو نہ بچا سکا"۔

"آپ بے فکر رہیں.... یہ لوگ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے"۔

"پتا نہیں! آپ یہ بات کس طرح کہہ رہے ہیں.... وہاں تو آپ کو گولیوں سے چھلنی کرنے کے لیے تیاریاں مکمل کی جا چکی ہیں"۔

"آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور پھر انھیں ایک بڑی گاڑی میں بٹھا کر ساحل پر لایا گیا.... ساحل سے انھیں ایک لانچ میں سوار کیا گیا.... لانچ اس بحری جہاز کی طرف روانہ ہوئی.... جس پر انھیں سوار کرانا تھا۔

اس جہاز کے عرشے پر مسلح فوجی بالکل تیار کھڑے تھے.... اور انھیں زد میں لے چکے تھے۔

"میرے دوست ایک بار پھر سوچ لیں"۔ حکمران نے درد بھری آواز میں کہا۔

"اب ہم اور کیا سوچ لیں.... کچھ بھی سوچنے کا وقت گزر چکا ہے.... اب تو صرف عمل کا وقت رہ گیا ہے"۔

"تو پھر عمل ہمیں کرنے دیں"۔

"ہم اپنی چند جانوں کے لیے پوری ریاست کے لوگوں کو کیوں

زندگی اور موت کے درمیان پھنسائیں.... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم خود اپنی جانوں پر کھیل جائیں.... اور پھر اگر ہم آپ لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دیتے ہیں.... تو کیا آپ لوگ ہمارے ملک سے ٹکر لے سکیں گے.... آپ کی پوری ریاست ہمارے ملک کے ایک چھوٹے سے شہر سے بھی چھوٹی ہے.... آپ کے پاس چند ہزار فوج ہے.... اور اسلحہ بھی اتنا نہیں.... تو آخر آپ لوگ کیسے لڑیں گے"۔

"جذبے سے.... ہم اپنے دوستوں پر قربان ہونے کے جذبے سے لڑیں گے.... ہم فتح حاصل کرنے کے لیے نہیں لڑیں گے.... ہم تو یہ بتانے کے لیے لڑیں گے.... کہ ہم وہ ہیں.... جو اپنے مہمانوں کے لیے جان دے سکتے ہیں.... پوری ریاست کے لوگ خوشی خوشی آپ کے لیے جان دیں گے"۔

"نہیں.... ہمیں یہ کسی طرح منظور نہیں"۔

"آپ کی مرضی.... میں اور کیا کر سکتا ہوں"۔

اور پھر وہ اس جہاز کی طرف روانہ ہو گئے.... ابھی نزدیک نہیں پہنچے تھے کہ انسپکٹر جمشید کے منہ سے اچانک نکلا۔

"ایک دو تین"۔

اور وہ سب کے سب پانی میں کود گئے.... اس وقت فوجیوں نے ان پر گولیاں برسائیں.... لیکن وہ تو پانی میں اتر چکے تھے.... اب گولیاں کیا بگاڑ سکتی تھیں ان کا.... ان کے کمانڈر نے چیخ کر کہا۔

"آب دوزیں ان کے پیچھے لگا دو"۔

جہاز سے آب دوزیں پانی میں اتاری گئیں.... اور ان کی تلاش کا کام شروع ہوا.... کئی گھنٹے تک مسلسل ان کی تلاش جاری رکھی گئی.... اور پھر انھوں نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا.... یہ اطلاع توبا کو ملی تو اس کا پارہ چڑھ گیا.... اس نے فوراً صدر کو حکم دیا۔

"یا تو آپ تین دن کے اندر اندر ان لوگوں کو گرفتار کر لیں.... یا پھر اپنی موت قبول کر لیں"۔

"کک.... کیا کہا؟" صدر لرز گئے۔

"ہاں! موت بالکل ویسی موت.... جیسی بیگال' انشارجہ' وشاس' **شلوجستان** اور کئی دوسرے ملکوں کے لوگوں کو نصیب ہوئی.... اور ان اموات کے بعد پھر ان ملکوں نے اپنا کوئی آدمی توبا کے چکر میں نہیں بھیجا تھا.... بلکہ اس کے بعد تو وہ سب توبا کے ایک طرح سے زیر اثر آ گئے تھے"۔

"لیکن مسٹر توبا.... آپ ہمیں بتائیں نا کہ وہ کہاں ہیں.... ہم انھیں گرفتار کر لیں گے"۔

"نہیں.... میں یہ نہیں بتا سکتا"۔

"کیا مطلب.... جب آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے.... تو یہ کیوں نہیں بتا سکتے کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"مجھ پر زبان چلا رہے ہیں.... یعنی توبا سے.... میں ابھی آپ کو

مزا چکھاتا ہوں"۔

"نن نہیں مسٹر توبا.... میرا یہ مطلب نہیں تھا.... یعنی میں طنز نہیں کر رہا تھا"۔ صدر گھبرا گئے۔

"تب پھر آپ کیا کہہ رہے تھے؟" توبا غرایا۔

"آپ کو یاد کرا رہا تھا.... کہ آپ اپنے علم کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں.... وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"اچھی بات ہے.... میں ابھی آپ کو اطلاع دوں گا کہ وہ کہاں ہیں.... اور اگر اس پر بھی آپ ان لوگوں کو گرفتار نہ کر سکے تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"یس سر.... یس سر"۔ صدر نے کانپتے ہوئے کہا۔

آواز بند ہو گئی.... آدھ گھنٹے بعد پھر سنائی دی۔

"وہ جزیرہ سام پر موجود ہیں"۔

"جی.... کیا فرمایا.... جزیرہ سام پر موجود ہیں"۔

صدر چلائے۔

"ہاں! بالکل.... آپ کو کیا ہوا؟"

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ صدر چلائے۔

"اوہو کیا مصیبت آ گئی ہے.... کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

توبا نے جھلا کر پوچھا۔

"یہ.... یہ کہ وہ جزیرہ سام پر ہوں"۔

صدر صاحب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر صدر؟"

نوبا نے الجھن زدہ انداز میں پوچھا۔

○☆○

اتنا بڑا دھوکا

"پہلی بات تو یہ مسٹر نوبا کہ جزیرہ سام ہمارے ملک کی سمندری حدود میں نہیں ہے... دوسری بات یہ کہ وہ جزیرہ آدم خوروں کا جزیرہ ہے... اس طرف جانے کی کوئی ہمت نہیں کرتا... یہاں تک کہ جس ملک میں جزیرہ سام شامل ہے... اس ملک کی فوج کا کوئی سپاہی بھی اس طرف نہیں جائے گا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... فوجی انکار نہیں کیا کرتے"۔ نوبا بولا۔

"جی ہاں! فوجی انکار نہیں کرتے، تعمیل کرتے ہیں... لیکن اس جزیرے کے بارے میں سب لوگ جب انکار کریں گے تو پھر آفیسر کیا کر سکتے ہیں... آج تک جزیرہ سام میں جو گیا... زندہ واپس نہ آیا... اس کی ہڈیاں تک نہ مل سکیں... پتا نہیں... اس کو کھانے کے بعد وہ ہڈیوں کا کیا کرتے ہیں؟"

"تو ہم اپنی فوج وہاں نہیں بھیج سکتے؟"

"ہمارے فوجی بھی جانے سے انکار کر دیں گے... ورنہ وہاں کی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا... کہ اس جزیرے پر کسی

ملک کے فوجی چڑھائی کرتے ہیں.... وہ حکومت تو خود چاہتی ہے.... جزیرہ آدم خوروں سے خالی ہو جائے"۔

"تب پھر.... آپ کو ایک بات بتاؤں"۔ نوبا ہنسا۔

"جی ضرور.... میں بھلا روک سکتا ہوں آپ کو"۔

"میں جاؤں گا وہاں.... نہ صرف آدم خوروں کا صفایا کر دوں گا.... بلکہ ان لوگوں کا بھی خاتمہ.... ارے.... م.... مگر...."۔

"کیا ہوا؟" صدر نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر وہ جزیرہ آدم خوروں کا ہے.... اور کوئی وہاں سے آج تک زندہ واپس نہیں آیا.... تو یہ لوگ تو جزیرے پر زندہ نہیں ہوں گے"۔

"یہی تو مشکل ہے مسٹر نوبا"۔

"اب اس میں کیا مشکل ٹپک پڑی؟"۔

"آدم خور ان کے دوست ہیں"۔

"کیا مطلب.... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ان آدم خوروں پر ان لوگوں نے کوئی احسان کیا تھا.... اس دن کے بعد سے وہ ان کے دوست ہیں"۔

"اور پھر بھی آدم خور ہیں.... ان لوگوں نے انھیں آدم خوری سے منع نہیں کیا.... کیونکہ یہ لوگ تو جہاں جاتے ہیں.... برائی کے خلاف ڈٹ جاتے ہیں.... تو اس جزیرے پر انھیں یہ برائی نظر نہیں آئی؟"

"اس بارے میں میں پوچھنا بھول گیا تھا"۔

"تب پھر میں سمجھ گیا"۔ نوبا ہنسا۔

"مہربانی فرما کر مجھے بھی بتا دیں.... آپ کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ وہ انھیں آدم خوری سے روک چکے ہیں.... لیکن اس بات کو انھوں نے اور آدم خوروں نے اپنے تک رکھا ہے.... تاکہ ان کا رعب اسی طرح قائم رہ سکے.... اور کوئی جزیرے کا رخ نہ کر سکے.... اب ان لوگوں کو کوئی خوف کیسے ہو سکتا ہے.... لہٰذا آپ نے بہت قیمتی معلومات مجھے دیں.... اب میرا اور ان کا مقابلہ ان سے وہیں ہو گا"۔

"آپ بھول رہے ہیں مسٹر نوبا"۔

"کیا بھول رہا ہوں؟"

"وہ پانی کے گھیرے میں ہیں.... آپ وہاں نہیں جا سکتے"۔

"اس سوال کا جواب میں آپ کو نہیں.... انھیں دوں گا"۔

"حیرت ہے.... کمال ہے.... آخر آپ وہاں کیسے جائیں گے؟"

"بس جا رہا ہوں.... دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی.... ان سب کے لیے میں اکیلا کافی ہوں.... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے میرے ہاتھوں ایک بہت بڑا دھوکا کھایا ہے.... اتنا بڑا دھوکا کہ وہ خود بھی اندازہ نہیں لگا سکتے.... کہ انھوں نے اتنا بڑا دھوکا زندگی میں کسی اور سے کھایا ہے یا نہیں"۔

"آخر وہ کیا دھوکا ہے.... میں بہت زیادہ بے چینی محسوس کر رہا

ہوں"۔

"نہیں بتاؤں گا"۔

"لیکن۔۔۔ اب تو میں آپ کا خادم ہوں"۔

"ہاں! لیکن میرا مقابلہ ایسے لوگوں سے۔۔۔ جو کسی وقت بھی کسی موڑ پر بازی پلٹ دیتے ہیں"۔

"اچھا۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر نوبا کی آواز بند ہو گئی۔۔۔ صدر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔۔۔ وہ ایک بار پھر نوبا کے زیر اثر تھے۔۔۔ نہ جانے نوبا کس طرح دوسرے لوگوں کو اپنا غلام بنا لیتا تھا۔۔۔ ذہنی غلام۔۔۔ وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگتے تھے۔

ساتھ ہی وہ سوچنے لگے۔۔۔ کہ آخر نوبا ان کا مقابلہ کس طرح کرے گا۔۔۔ یا وہ نوبا کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔۔۔ یہ مقابلہ کس قسم کا ہو گا۔۔۔ کیا اپنی طرز کا یہ انوکھا ترین مقابلہ نہیں ہو گا۔۔۔ کاش لوگ اس مقابلے کو ٹی وی پر دیکھ سکتے۔۔۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ نوبا کی آواز پھر سنائی دی۔

"صدر صاحب! میں نے سوچا ہے۔۔۔ یوں مزا نہیں آئے گا"۔

"کیا مطلب مسٹر نوبا۔۔۔ کس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

"یہ کہ میں اس جزیرے پر جاؤں۔۔۔ اور ان سب کو ختم کر دوں۔۔۔ اس طرح کیا خاک مزا آئے گا"۔

"تب پھر۔۔۔ آپ نے کیا سوچا ہے"۔ صدر کا دل دھڑکا۔

"اس لڑائی کا نظارہ پوری دنیا کرے گی۔۔۔ ٹی وی پر یہ مقابلہ دیکھا جا سکے گا"۔

"اور آپ۔۔۔ آپ یہ کیسے کریں گے"۔

"بہت آسانی سے۔۔۔ یہ جزیرہ ریاست ایاز خان میں ہے نا"۔

"جی۔۔۔ جی ہاں"۔

"ریاست ایاز خان کا حکمران ایاز خان ہی یہ سارے انتظامات کرے گا۔۔۔ اس جزیرے پر ٹی وی کیمرے نصب کروائے گا۔۔۔ مقابلے کا آنکھوں دیکھا حال نشر کرانے کے انتظامات کرے گا"۔

"لیکن کیسے۔۔۔ آخر کیسے۔۔۔ آپ کی طاقت تو وہاں فیل ہو جاتی ہے"۔

"اس سوال کا جواب۔۔۔ تین دن بعد آپ ٹی وی سکرین پر دیکھیے گا"۔

اور نوبا کی آواز غائب ہو گئی۔۔۔ صدر اب پہلے سے زیادہ گہری سوچ میں گم ہو چکے تھے۔۔۔ اچانک ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں"۔

○

ایاز خان اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں

ہلکے نیلے رنگ کا دھواں پھیلنے لگا.... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی.... اس نے فوراً ملازمین کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبانا چاہا.... لیکن ہاتھ حرکت نہ کر سکے.... اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا.... اٹھ نہ سکا.... اب تو اس کی آنکھوں میں بے حد خوف چھا گیا.... پھر وہ گہری نیند میں ڈوب گیا.... آنکھ کھلی تو مشینی انداز میں اس نے اپنی ریاست کے ذمے دار ترین لوگوں کو جلدی جلدی فون کرنا شروع کیا.... وہ فون پر ہدایات دے رہا تھا.... آفیسر اس کی ہدایات سن سن کر پریشان ہو رہے تھے.... گھبرا رہے تھے.... خوف محسوس کر رہے تھے.... آخر ان سب نے ایک میٹنگ کی.... ایک آفیسر نے کہا۔

"ایاز خان کے یہ احکامات سمجھ سے باہر ہیں.... آخر ہم جزیرہ سام پر یہ انتظامات کیوں کریں.... آدم خوروں کے منہ میں کیوں جائیں"۔

"تب پھر.... کیا کریں؟"

"انکار.... صاف انکار.... اس طرف جانے سے ساری دنیا کے لوگ انکار ہی کرتے ہیں"۔

"او کے.... میں فون کرتا ہوں"۔ ایک بڑے آفیسر نے کہا.... پھر ایاز خان کے نمبر ملائے اور کہا۔

"سر.... سب لوگ وہاں جانے اور یہ انتظامات کرنے سے انکار کر رہے ہیں"۔

"سب کے سب کی شامت آگئی ہے پھر.... آپ لوگ نہیں ...تے.... یہ ہر حال میں کرنا ہو گا"۔

"لیکن ہم میں سے کوئی ایک بھی جانے پر آمادہ نہیں"۔

"او کے.... میں مسٹر نوبا سے بات کرا دیتا ہوں"۔

"جی.... کیا مطلب.... یہ مسٹر نوبا یہاں کہاں سے ٹپک پڑے"۔

"مجھے نہیں معلوم.... کہ میں نوبا کا غلام کب بنا.... کیسے بنا.... ...یا ہے.... کچھ دیر پہلے میرے کمرے میں نیلے رنگ کا دھواں سا بھر ...یا تھا اور میں گہری نیند میں ڈوب گیا تھا"۔

"نیلا دھواں.... گہری نیند"۔ آفیسر بولا۔

"ہاں بالکل"۔

"آپ ضرور نوبا کے وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں.... نوبا کوئی چیز ...ں ہے"۔

"پوری دنیا اس سے خوف زدہ ہے.... اور آپ کہہ رہے ہیں.... ...کوئی چیز نہیں ہے"۔

"ہاں اور کیا.... کیا وہ آپ کے دوستوں سے خوف زدہ نہیں ہو ..."۔

"اس وقت وہ انہی سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے.... ...ے دوست جزیرہ سام پر ہی ہیں"۔

"کیا"۔ وہ چلائے۔

"ہاں... اب جو کرنا ہے... سوچ سمجھ کر کرنا ہے... کہیں نوبا تم لوگوں کے لیے موت نہ بن جائے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"تب پھر جلد از جلد یہ تمام انتظامات مکمل کر لو"۔

"اور وہ آدم خور؟"

"وہ آدم خور... میرا خیال ہے... نوبا خود ان کا انتظام کر لے گا"۔

"نہیں سر... ہم آدم خوروں کے ہوتے ہوئے وہاں نہیں جائیں گے... ارے ارے... یہ... یہ کیا"۔

"کیا ہوا؟" ایاز خان نے چونک کر پوچھا۔

"نن... نیلا دھواں"۔

"کیا... نیلا دھواں... آپ لوگوں کے کمرے میں داخل ہو رہا ہے"۔ ایاز خان نے چیخ کر کہا۔

"ہاں... آ... ہاں"۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

اس کے بعد خاموشی چھا گئی... ایاز خان ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا... اب اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا... دو گھنٹوں بعد اس کے آفیسرز کا فون اسے ملا۔

"سر! ہم سام جزیرے پر جا رہے ہیں... وہاں ٹی وی کیمرے نصب کرنا ہیں... وہاں ہونے والی لڑائی کو پوری دنیا کو دکھانا ہے"۔

"دو گھنٹے پہلے تو آپ کہہ رہے تھے وہاں کسی قیمت پر نہیں جائیں گے"۔ ایاز خان ہنسا۔

"ہاں! پتا نہیں اس نیلے دھوئیں میں کیا بات ہے... اب وہاں جانے کو بے اختیار جی چاہتا ہے"۔

"ٹھیک ہے... ضرور جاؤ... میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ایسا کرو"۔

"ہاں! آپ نے کہا تھا... لیکن اس وقت ہم لوگ ذہنی طور پر بالکل تیار نہیں تھے... جب کہ اب وہاں جانے کے لیے بری طرح بے چین ہیں"۔

"بہت خوب!" ایاز خان نے ہنس کر کہا... اور فون بند کر دیا۔

اب اس نے انسپکٹر جمشید کے موبائل نمبر ڈائل کیے۔

"کچھ سنا آپ نے"۔

"کیا بات ہے ایاز خان صاحب؟" وہ بولے۔

"جزیرہ سام... پر ٹی وی کیمرے نصب کیے جانے والے ہیں"۔

"کیا مطلب... ایسا کون کرے گا؟"

"نوبا"۔ وہ بولا۔

"کیا کہا... نوبا ایسا کرے گا... دماغ تو نہیں چل گیا مسٹر ایاز خان آپ کا؟"

"نہیں... دماغ نہیں چلا"۔ وہ ہنسا۔

"تب پھر"۔

"نویا نے معلوم کر لیا ہے کہ آپ لوگوں نے جزیرہ سام کو اپنا اڈہ بنایا ہے۔۔۔ لہٰذا وہ جزیرے پر آ رہا ہے۔۔۔ وہ یہاں آپ سے مقابلہ کرے گا۔۔۔ وہ چاہتا ہے۔۔۔ کہ اس مقابلے کو پوری دنیا دیکھے۔۔۔ تاکہ نویا کی دھاک سب کے ذہنوں پر بیٹھ جائے۔۔۔ اور کوئی چوں بھی نہ کر سکے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم تو اس وقت پانی کے درمیان ہیں۔۔۔ اس نے یہ کیسے جان لیا کہ ہم کہاں ہیں"۔

"یہ میں نہیں جانتا"۔

"او کے۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ ہم دیکھ لیں گے"۔

"شکریہ"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

ادھر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ساکت بیٹھے تھے۔

"یہ کیا ہو گیا۔۔۔ ہم تو سوچ رہے تھے کہ جزیرہ سام کے بارے میں وہ کچھ معلوم نہیں کر سکے گا"۔

"تب پھر آپ ہمیں اجازت دیں۔۔۔ ہم اس سے مقابلے کی تیاری کر لیں"۔

"پہلے ہم اپنے میزبانوں سے بات کریں گے"۔

اب وہ آدم خوروں کے پاس آئے۔۔۔ ان سب کو جزیرے کے درمیان میدان میں جمع کیا۔۔۔ بیرونی دنیا کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ

اب وہ آدم خور نہیں رہے تھے۔۔۔ آدم خوری سے تو انہوں نے کب کی توبہ کر لی تھی۔۔۔ اور ان کے ہاتھوں پر وہ مسلمان ہو گئے تھے۔۔۔ پھر ان سے ہی انہوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی تھی۔۔۔ تاہم ان کے کہنے پر بیرونی دنیا کو اس سے بے خبر رکھا گیا تھا۔۔۔ اور انسپکٹر جمشید وغیرہ نے بے خبر اسی لیے رکھا تھا کہ وہ جزیرہ ضرورت پڑنے پر ان کے کام بھی آیا کرے"۔

"ہم نے یہاں آ کر غلطی کی ہے۔۔۔ ہماری وجہ سے سب لوگ مشکل میں پھنس جائیں گے۔۔۔ لہٰذا ہم اجازت چاہتے ہیں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" ان کے سردار نے چونک کر کہا۔

اب انہوں نے ساری بات انہیں بتائی۔۔۔ نویا کے بارے میں بھی بتایا۔۔۔ اس کا جو پروگرام تھا۔۔۔ اس کے بارے میں بھی بتایا۔

"اس طرح تو پھر آپ کے جانے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔ ہمیں تو یہ مقابلہ کرنا ہی ہو گا"۔ سردار نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ ہم آپ لوگوں کو بھی یہ مشورہ دیں گے کہ آپ بھی فوراً یہاں سے نکل جائیں"۔

"ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ ہمیں تو اب یہیں رہنا ہے۔۔۔ یہیں جئیں گے، یہیں مریں گے"۔

"تب پھر ہم بھی یہیں رہیں گے اور نوبا سے مقابلہ کریں گے"۔

"اور ہم بھی آپ کا اس لڑائی میں ساتھ دیں گے"۔

"خان رحمان.... تم نے سنا.... اب کیا کہتے ہو؟"

"ہمیں تیاری کرنا ہوگی.... لڑائی کی تیاری"۔

خان رحمان بولے اور اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

○☆○

فیصلہ واپس لو

انہیں اس طرح اچھلتے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"کک.... کیا ہوا خان رحمان؟"

"میں نے ساحل کی طرف کچھ آوازیں سنی ہیں"۔ وہ فوراً بولے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں! اس میں حیرت کی کیا بات ہے، اگر میں نے کچھ آوازیں سنی ہیں"۔

"آوازیں ہم نے کیوں نہیں سنیں.... بلکہ سب سے پہلے تو وہ آوازیں فرزانہ کے کانوں میں آنا چاہییں تھی"۔

"بات معقول ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"وہ آواز دراصل فوجیوں کی ہیں.... لہٰذا فوجی آوازیں میں ہی سب سے پہلے سن سکتا تھا"۔

"اوہ اچھا خیر.... آؤ دیکھتے ہیں"۔

وہ درختوں کی اوٹ لیتے جزیرے کے ساحل پر آئے.... انہوں

نے دیکھا... وہاں کئی بڑی لانچیں لنگر انداز تھیں.... اور ان لانچوں سے
سامان اتارا جا رہا تھا۔

"یہ تو ریاست کے لوگ ہیں.... اور شاید ٹی وی کیمرے نصب
کرنے کے لیے آئے ہیں"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"کیا ہم انہیں ایسا کرنے دیں جمشید؟"

"ہاں! بالکل.... یہ تو ہمارے دوست کے ساتھی ہیں اور حکم کی
تعمیل کرنے کے لیے آئے ہیں.... ان سے بھلا ہمیں کیا دشمنی ہو سکتی
ہے.... انہیں تو اپنا کام کرنا ہے... اور بس"۔

"آخر نویا یہ مقابلہ پوری دنیا کو کیوں دکھانا چاہتے ہے"۔ رفعت
نے منہ بنایا۔

"تاکہ پوری دنیا کو اس کے بارے میں معلوم ہو جائے"۔
فرحت فوراً" بولی۔

"اور وہ پوری دنیا کا ہوا بن جائے"۔ فرزانہ نے بھی جملہ کسا۔

"اور پانی کی طاقت کے آگے اب وہ بے بس کیوں نہیں ہے؟"

"ہمارے لیے سب سے پریشان کن بات یہی ہے"۔ انسپکٹر جمشید
بولے۔

"اگر آپ کے لیے بھی یہ بات اس قدر پریشان کن ہے تو پھر
ہمارے لیے یہ بات کیا کچھ نہیں ہو گی"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا اور

سب لوگ مسکرانے لگے۔

اتنے میں ریاست کے کچھ ذمے دار آفیسرز ان کے نزدیک آ
گئے۔

"ہم مجبور ہیں"۔ ایک بولا۔

"کس سلسلے میں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"یہاں کیمرے نصب کرنے کے سلسلے میں"۔

"تو شوق سے کریں.... روکا کس نے ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا
مسکرائے۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے.... آپ کو کوئی اعتراض نہیں"۔

"بالکل نہیں.... اعتراض کیسا؟"

"آپ نہیں جانتے شاید.... اس صورت میں یہ مقابلہ پوری دنیا
دیکھے گی"۔

"یہ تو اور اچھا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہوں.... اچھا خیر... ہمیں تو اپنا کام کرنا ہے.... کیونکہ اس کے
فوراً" بعد مسٹر نویا یہاں تشریف لے آئیں گے"۔

"تب پھر ہم بھی مقابلے کی تیاری کر لیں... آؤ بھی چلیں"۔

وہ جزیرے کے درمیان میں آ گئے.... ان کے ساتھی اور سابقہ
آدم خور جو آوازیں سن کر چھپ گئے تھے' انہیں دیکھ کر سامنے آ گئے۔

"یہ سب کیا ہے ماسٹر صاحب"۔ ان کے سردار نے انسپکٹر جمشید

کی طرف دیکھا۔۔۔ جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے اور انسپکٹر جمشید نے انھیں اسلامی تعلیم دینا شروع کی تھی۔۔۔ اس وقت سے وہ انھیں ماسٹر صاحب کہنے لگے تھے۔۔۔ انسپکٹر جمشید ان کے یہ کہنے پر ہنس دیا کرتے تھے۔

"میں آپ کو تفصیلات سناتا ہوں۔۔۔ اور آپ سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں کہ جزیرے کو خالی کر دیں۔۔۔ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں۔۔۔ اس شخص سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہو گا۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم سب کے سب مارے جائیں"۔

"تو کیا ہوا۔۔۔ مرنا تو آخر ایک دن ہے۔۔۔ آپ کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے ہوئے مارے جائیں گے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے"۔

"اوہو۔۔۔ آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔ وہ شخص انسان کم ہے۔۔۔ اور کوئی اور چیز زیادہ ہے۔۔۔ کئی بار تو ہم نے سوچا ہے۔۔۔ وہ انسان ہے ہی نہیں۔۔۔ کبھی سوچا ہے۔۔۔ وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہے۔۔۔ یا پھر وہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔۔۔ یا شیطان۔۔۔ بڑے بڑے شیطان اس کے قبضے میں ہیں۔۔۔ یا پھر وہ بڑے بڑے شیطانوں کے قبضے میں ہے۔۔۔ اور وہ شیطان اس سے کام لے رہے ہیں۔۔۔ دنیا میں بگاڑ پیدا کرنے کا کام۔۔۔ اس نے بڑے بڑے ملکوں کے بڑے بڑے سورماؤں کو بہت آسانی سے موت کی نیند سلا دیا ہے۔۔۔ ورنہ پہلے ہر ملک اس کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اب ہر ملک اس سے خوف کھا رہا ہے۔۔۔ اس

سے ڈر رہا ہے۔۔۔ بلکہ اس کے زیر اثر آ رہے ہیں۔۔۔ لوگ۔۔۔ بلکہ ملک کے ملک۔۔۔ اور وہ پوری دنیا پر چھاتا جا رہا ہے۔۔۔ پوری دنیا پر اس کی حکمرانی قائم ہوتی جا رہی ہے۔۔۔ ایسے شخص سے ہم کس طرح مقابلہ کریں گے۔۔۔ ہم نہیں جانتے۔۔۔ پہلے امید کی ایک کرن نظر آئی تھی۔۔۔ یہ کہ وہ پانی سے ڈرتا ہے۔۔۔ یا پانی میں سے اس کی شیطانی طاقت نہیں گزرتی۔۔۔ لیکن۔۔۔ اب۔۔۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم نے غلط اندازہ لگایا تھا"۔

"ایسی بات نہیں ہے"۔

"تب پھر انکل۔۔۔ وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کیوں نکلا تھا؟" آصف نے برا سا منہ بنایا۔

انسپکٹر کامران مرزا اس کا سوال سن کر مسکرائے۔

"ایسا لگتا ہے کہ وہ ہم سے کھیل رہا تھا اور ہم پر ہنس رہا تھا۔۔۔ ۔۔۔ ہم اب تک انھی لباسوں میں ہیں۔۔۔ اگر یہ لباس ہمارے لیے ۔۔۔ہوئے۔۔۔ مددگار ہوئے تب وہ ہمارے نزدیک نہیں آ سکے گا۔۔۔ ۔۔۔نہ ان لباسوں کا پول کھل جائے گا"۔

"اور۔۔۔ اور اس وقت انکل۔۔۔ ہم کیا کریں گے۔۔۔ کیسے اس کا ۔۔۔بلہ کریں گے؟"

"یہی ہمیں دیکھنا ہے۔۔۔ سوچنا ہے۔۔۔ اور پوری دنیا کو دکھانا ہے"۔

"تک۔۔۔ کیا۔۔۔ کیا دکھائیں گے آپ پوری دنیا کو"۔

"یہ کہ حکومت صرف اللہ کی ہے.... پوری کائنات کا اگر کوئی حکمران ہو سکتا ہے.... تو ایک اللہ.... دنیا میں حکمرانی اس قدر بڑی نہیں ہو سکتی.... کہ انسان خود کو خدا سمجھنے لگے.... جیسا کہ فرعون خیال کرنے لگا تھا.... یا پھر سکندر پوری دنیا فتح کرنے چلا تھا.... لیکن راستے میں ہی مر گیا.... دنیا کو فتح نہ کر سکا.... دنیا نے اسے فتح کر لیا.... لہٰذا ہم تو بابا کو بتانا چاہتے ہیں.... بادشاہی صرف اللہ کی ہے.... اور بس"۔

"سوال تو پھر وہیں کا وہیں رہا.... ہم اسے بتائیں گے کیسے؟"

"میں خان رحمان کو اس مہم کا انچارج بنا رہا ہوں.... جو یہ کہیں گے.... جس بات کا یہ حکم دیں گے.... ہم تو بس وہ کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے یک دم کہا.... خان رحمان زور سے اچھلے۔

"کک.... کیا.... کیا کہا"۔

ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا ہوا خان رحمان.... ڈر گئے.... گھبرا گئے؟" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"نہیں.... اس میں ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں.... لیکن جمشید.... اس مہم کا انچارج میں ہرگز نہیں ہو سکتا.... اس مہم کے انچارج ہو سکتے ہیں پروفیسر داؤد.... پروفیسر عقلان.... یا پھر خود تم.... کیونکہ یہاں مقابلہ عام فوجی مقابلہ نہیں ہو گا.... یہ تو شاید دنیا کی عجیب ترین جنگ ہو گی.... لہٰذا تم اپنا فیصلہ واپس لو.... ہاں واپس لو"۔

"آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے پروفیسر صاحبان؟" وہ ان کی طرف مڑے۔

"بات خان رحمان کی معقول ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"تب پھر اس مہم کا انچارج میں آپ کو بناتا ہوں"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"اب آپ کو کیا ہوا؟"

"جمشید .... میری ایک درخواست ہے.... یہ کہ اس مہم کے انچارج تم خود رہو.... تم جو کہو گے.... ہم کریں گے"۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں"۔ پروفیسر عقلان بول اٹھے۔

"بلکہ ہم سب یہی کہتے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"حد ہو گئی.... اچھا میں اس کا انچارج منور علی خان کو بناتا ہوں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"کیا بات کرتے ہیں.... میں اس وقت جنگل میں نہیں.... ایک جزیرے پر ہوں.... لہٰذا یہاں کوئی خاص کام نہیں دکھا سکوں گا.... ہاں لڑ سکوں گا.... اور جو مجھے حکم دیا جائے گا.... اس پر عمل کروں گا.... انچارج وینچارج میں نہیں بن سکتا"۔

"او کے.... تب پھر مجبوری ہے.... میں ہی یہ ذمے داری قبول کرتا ہوں.... اور میرے ساتھ دوسرے انچارج ہوں گے انسپکٹر کامران مرزا"۔

"یہ نہیں ہو سکتا... ایک وقت میں ایک ہی انچارج ہوتا ہے... دو نہیں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی... اچھا خیر... آپ میرے مشیر ہوں گے... مشورہ تو دے دیں گے نا"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔ وہ ہنسے۔

ادھر کیمرے نصب ہو رہے تھے... ادھر وہ اپنے مشورے کر رہے تھے... آخر تین دن گزر گئے... کیمرے نصب ہونے کا کام کب کا مکمل ہو چکا تھا... دنیا بھر کے اخبارات میں اس مقابلے کے اشتہارات توبا کی طرف سے شائع کرائے جا رہے تھے... اور آخر تین دن بعد مقابلے کی گھڑی آ پہنچی... انہوں نے جزیرے کی فضا میں توبا کی آواز سنی۔

"میں آ رہا ہوں"۔

"ہم آپ کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"یہ جان کر خوشی ہوئی"۔

"مقابلہ کر کے اور خوشی ہو گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ جان کر اور خوشی ہوئی کہ کوئی تو ہے... جس نے میرے مقابلے پر آنے کی جرات کی... ورنہ انشارجہ اور بیگال جیسے بھیگی بلی بن کر رہ گئے ہیں"۔

"آپ کی حسرت اس جزیرے پر نکال دی جائے گی"۔

"تب میں خود کو سب کے سامنے ظاہر کرتا ہوں... اب یہ مقابلہ غائبانہ نہیں ہو گا... کیونکہ پوری دنیا کے لوگ ٹی وی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں... اس مقابلے کے بعد میری اس دنیا پر حکومت پکی ہو جائے گی"۔

ان الفاظ کے فوراً بعد انہیں توبا اپنے سامنے کھڑا نظر آیا... وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے... یہ تو بالکل پرانے زمانے کی جادوئی کہانیوں والی بات ہو گئی... کہ ادھر پلک جھپکو... ادھر جن حاضر ہو گیا... ادھر پلک جھپکی... ادھر جادوگر فلاں محل میں پہنچ گیا... اور شہزادی کو اٹھا لے آیا... ابھی آپ کی صرف آواز یہاں سنائی دے رہی تھی... اب آپ خود ہمارے سامنے ہیں... کیا آپ جادوگر ہیں"۔

"نہیں... میں جادوگر نہیں ہوں"۔ اس نے کہا۔

"کیا آپ کوئی شیطان ہیں"۔ انسپکٹر جمشید روانی کے عالم میں بولے۔

"نہیں... میں شیطان بھی نہیں ہوں"۔ وہ ہنسا۔

"تو کیا آپ کوئی جن ہیں؟"

"نہیں... میں جن ون نہیں ہوں"۔

"تب پھر یہ کیسے ممکن ہے... آپ جادوگر نہیں ہیں... شیطان

یا جن نہیں ہیں.... تو آپ اچانک ہمیں کس طرح نظر آ گئے.... جب کہ تھوڑی دیر پہلے نظر نہیں آ رہے تھے.... اور کسی نے آپ کو آتے دیکھا بھی نہیں ہے.... ہم ایک جزیرے پر ہیں.... آپ لوگ کسی ذریعے سے جزیرے پر آتے تو سب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے.... لیکن ایسا نہیں ہوا.... آخر کیوں"۔

"میں یہاں آپ کو یہ بتانے نہیں آیا کہ میں کیا ہوں.... یا میرے پاس کیا طاقت ہے.... میں تو آپ سب کو ملیا میٹ کرنے آیا ہوں.... آپ بس مقابلہ کریں.... کیونکہ پوری دنیا کی نظریں ہم پر جمی ہیں"۔

"اوکے.... آپ کس طرح مقابلہ کرنا پسند کریں گے؟"

"یہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں.... جس طرح بھی مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں کر لیں.... اگر آپ یہ کہیں گے کہ میں ہاتھ پیر بالکل نہیں چلاؤں گا.... اور آپ لوگوں کو وار پر وار کرنے کی اجازت دوں گا.... تو مجھے یہ بھی منظور ہے.... میں نہ ہاتھ ہلاؤں گا.... نہ پیر.... آپ سب مل کر مجھ پر جس طرح چاہیں وار کریں.... تلوار لے کر وار کریں.... توپ لے کر وار کریں.... پستول کے وار کریں.... چاقو یا خنجر کے وار کریں.... میں کچھ نہیں کروں گا"۔

"پکی بات"۔ فرزانہ بولی۔

"ہاں.... بالکل پکی بات"۔

"آپ کا یہ اعلان پوری دنیا سن رہی ہے.... آپ پھر نہ جائیے گا
ں اعلان سے"۔

"ہرگز نہیں پھروں گا"۔

"بہت خوب.... اباجان اب جنگ کا آغاز ہو جانا چاہیے....
کی دوسروں کے وقت کا بھی احساس کرنا ہے.... اور اپنے وقت کا
.... ہمیں ابھی اور نہ جانے کتنے کیس حل کرنا ہیں"۔

"اوہ ہاں واقعی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ لڑکی پاگل لگتی ہے"۔ نوبا ہنسا۔

"ہم.... سب پاگل ہیں"۔ آصف بول اٹھا۔

"ہم نے آپ سے ایک بات نہیں پوچھی مسٹر نوبا.... ایسے میں
ا بول پڑا۔

"اور وہ کیا؟"

"ہم آپ کی لاش کا کیا کریں.... آپ اس بارے میں اپنی
ش بتا دیں"۔

"کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی؟" نوبا چلایا۔

"جب آپ اس مقابلے میں مارے جائیں گے.... تو ہم لاش کا
کریں.... اس کو سمندر میں ڈبو دیں.... یا اس جزیرے پر دفن کر
.... یا فرعون مصر کی طرح ممی بنا کر محفوظ کر چھوڑیں"۔

"یہ کیا فضول باتیں شروع کر دیں.... اس لڑکے نے انسپکٹر

جمشید"۔

"شوکی.... بری بات ہے"۔

"جی نہیں ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے اور اسے بری طرح گھورا بھی کیونکہ پوری دنیا کی نظریں ان پر جمی تھیں۔

"یہ بات بری نہیں ہے.... کیا مرنے والے کی آخری خواہش نہیں پوچھی جاتی؟" شوکی نے سرد آواز میں کہا۔

اس کے لہجے پر سب ساکت رہ گئے.... سٹ پٹا سے گئے.... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... شوکی اس لہجے میں بھی بات کر سکتا ہے.... پھر جیسے ان سب کو ہوش آ گیا.... انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"مسٹر شوکی نے بالکل ٹھیک کہا.... آپ اپنی لاش کے بارے میں وصیت کر جائیں.... ہم آپ کی خواہش کا احترام کریں گے"۔

"لیکن بھئی.... یہ لاشیں تو یہاں آپ سب کی گری پڑی نظر آئیں گی.... لہٰذا یہ بات آپ مجھے بتائیں"۔

"او کے.... ہمیں آپ یہیں دفن کروا دیجئے گا.... کہیں لے جانے کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت خوب! اب باتیں بہت ہو گئیں.... کام شروع کریں.... میں آپ سب کے سامنے موجود ہوں"۔

"ماسٹر صاحب.... آپ لوگ ایک طرف ہٹ جائیں.... پہلے ہم

...ں سے لڑیں گے.... ہمارے زہر میں بجھے تیر اس کے جسم کو چھلنی کر ...یں گے.... اور یہ اٹھ نہیں سکے گا"۔

"اچھا.... پہلے تم اپنی خواہش پوری کر لو"۔

"یہ کہہ کر وہ ایک طرف ہو گئے.... بلکہ درختوں کی اوٹ میں ...چلے گئے.... جزیرے کے لوگ پہلے ہی درختوں کی اوٹ میں تھے.... لہٰذا ...ب میدان میں صرف نویا نظر آ رہا تھا.... اچانک چاروں طرف سے ...ں پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی.... بے تحاشا تیر ادھر سے ادھر سے ...ر اس کے جسم میں داخل ہوئے.... اور دوسری طرف سے نکل گئے۔

دیکھنے والوں نے صاف دیکھا.... تیر اس کے جسم میں داخل ...ے اور دوسری طرف سے باہر نکل رہے تھے.... یہاں تک کہ ان ...ے تیر ختم ہو گئے.... اور نویا جوں کا توں کھڑا نظر آیا.... اب تو وہ چلا ...ے۔

"نہیں.... نہیں.... یہ انسان نہیں ہے"۔

"ہاہاہا"۔ نویا کا قہقہہ گونجا.... پھر وہ یک دم رک گیا اور بولا۔

"انسپکٹر جمشید.... نزدیک آ کر مجھے چھو کر دیکھیں.... کیا میں ...ت پوست کا انسان نہیں ہوں.... ہاں ہاں.... آئیں.... دیکھیں"۔

انسپکٹر جمشید درخت کی اوٹ سے نکل کر اس کی طرف بڑھتے ...ئے۔

○☆○

یہ انسان نہیں

میدان میں ہر طرف تیر ہی تیر بکھرے پڑے تھے.... ان پر چلتے ہوئے انسپکٹر جمشید اس کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔

"یہ لیں.... مجھ سے ہاتھ ملا کر دیکھیں.... کیا میں انسان نہیں ہوں؟"

انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا.... وہ ہاتھ ایک جیتے جاگتے انسان کا تھا.... انہوں نے اس کو دبا کر، ہلا کر، جھٹک کر دیکھا.... جب انہوں نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا.... تو اس کا پورا جسم ہل کر رہ گیا.... انہوں نے تجربے کے لیے ایک اور جھٹکا دیا.... وہ پھر ہلا۔

"اس میں شک نہیں کہ تم انسان ہی ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"تب پھر تیر مسٹر نوبا کو کیوں نہیں لگے؟" فاروق بولا۔

"یہ تو خیر ایسی کوئی خاص بات نہیں.... ایسی لہریں تو میں تمہارے جسم کے گرد قائم کر سکتا ہوں.... جو تمہیں تیروں، تلواروں اور نیزوں اور بھالوں سے بچالیں"۔

"اوہ ہاں.... اس قسم کی مثالیں سامنے آ چکی ہیں.... لہٰذا یہ کوئی بات نہیں"۔

"تب پھر اب میں خاص چیز دکھاؤں گا"۔ نوبا ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تم لوگ کیا کرو گے.... ایک وار تو خالی

"میں نیزے کے وار کروں گا"۔ منور علی خان بول اٹھے۔

"انسپکٹر جمشید.... اپنے اس شکاری ساتھی کو بھی حسرت پوری دیں"۔

"منور علی خان آگے آ جاؤ"۔

منور علی خان ایک نیزے کو ہاتھ میں تولتے ہوئے آگے بڑھے انسپکٹر جمشید واپس اپنی جگہ پر چلے گئے.... پھر جونہی وہ اس کے پہنچے، انہوں نے نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا.... نیزہ سیدھا کے سینے میں داخل ہوا اور کمر کی طرف سے اس کی نوک نکلتی نظر لیکن نوبا جوں کا توں کھڑا رہا.... ادھر منور علی خان نے خوف زدہ کہا۔

"نہیں.... نہیں.... یہ انسان نہیں ہے"۔

"ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ الٹے قدموں اپنی جگہ پہنچ گئے.... کے جسم میں ہی رہ گیا.... اس کو خود نوبا نے نکال کر پھینک

دیا۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ نیزے پر کوئی خون نہیں تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا جمشید؟" خان رحمان کانپ گئے۔

"بھئی سمجھا کرو۔۔۔ یہ شخص ہپناٹزم کا بہت بڑا ماہر بھی ہے۔۔۔ نیزہ اس کے جسم میں داخل ہوا ہی نہیں۔۔۔ اگرچہ سب کو یہی نظر آیا ہے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ سب کے منہ سے نکلا۔

"ہاہا"۔ توبا نے قہقہہ لگایا۔

"یہ ہنسی کیسی؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا کہا۔۔۔ میں ہپناٹزم کا ماہر ہوں"۔

"ہاں! اور کیا؟"

"کیا ایک ہپناٹزم کا ماہر دوسرے ہپناٹزم کے ماہر کی آنکھوں میں دیکھ کر یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔۔۔ کہ وہ کتنا بڑا ماہر ہے۔۔۔ ماہر ہے یا نہیں۔۔۔ اور ہپناٹزم کا ایک ماہر کسی ایسے آدمی کی آنکھوں میں دیکھ کر جو ہپناٹزم نہیں جانتا' اندازہ لگا لیتا ہے کہ اسے ہپناٹزم نہیں آتا"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور آپ بھی ہپناٹزم کے ماہر ہیں"۔

"ہاں"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر آپ نزدیک آکر میری آنکھوں میں دیکھ لیں۔۔۔ میں ہپناٹزم کا ماہر ہوں یا نہیں۔۔۔ اگر ہوں تو کتنا بڑا"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور اس کے نزدیک چلے گئے۔۔۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔۔۔ پھر فوراً ہی پیچھے ہٹ آئے۔۔۔ خاموش خاموش سے۔

"کیا ہوا انکل؟" رفعت نے بے چینی کے عالم میں پوچھا۔

"یہ شخص ہپناٹزم کا ماہر نہیں ہے"۔

"کیا!!!" وہ سب چلا اٹھے۔

"ہاں! بات یہی ہے"۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ اگر یہ صاحب ہپناٹزم کے ماہر نہیں ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم سب نے نیزہ اس کے جسم میں داخل ہوتے خود دیکھا ہے۔۔۔ اس صورت میں تو اس کے جسم سے خون نکلنا چاہیے"۔

"اوہ ہاں۔۔۔ واقعی؟" وہ بولے۔

"اور خون نہیں نکلا۔۔۔ تو پھر"۔

"کچھ اندازہ نہیں ہو رہا۔۔۔ خیر۔۔۔ ہم مقابلہ تو کریں گے۔۔۔ فاروق اب تم آگے بڑھو۔۔۔ مقابلہ کرو۔۔۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔ تم کس طرح مقابلہ کرتے ہو مسٹر توبا کا"۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ یعنی کہ آپ کا مطلب ہے۔۔۔ میں"۔ فاروق بری طرح ہکلایا۔

"ہاں بھئی تم۔۔۔ اور کیا کہا میں نے۔۔۔ آگے بڑھو اور مقابلہ

کرو.... کیا منور علی خان نے مقابلہ نہیں کیا؟"

"جی.... جی ہاں.... انہوں نے نیزے کا وار کیا ہے"۔

"تم بھی وار کرو.... کس چیز سے وار کرتے ہو.... یہ تمہاری اپنی سمجھ کی بات ہے"۔

"جی.... جی اچھا.... آپ کی مرضی"۔ فاروق نے لرز کر کہا۔

"یہ تم نے کیا کہا.... آپ کی مرضی"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"جج.... جی بس.... یہی کہا ہے' آپ کی مرضی"۔

"لیکن یہ کہنے سے مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"یہ کہ آپ کی مرضی"۔ فاروق نے گڑبڑا کر کہا۔

اور وہ سب ہنسنے لگے۔

"واہ!" نوبا کے منہ سے نکلا۔

"چلو ایک عدد واہ تو ملی"۔ آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"لیکن یہ واہ مسٹر نوبا کے منہ سے نکلی کس خوشی میں ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"یہ تو مسٹر نوبا ہی بتا سکتے ہیں"۔

"اس لیے نکلی.... کہ ان حالات میں جب کہ موت تم لوگوں کے سر پر منڈلا رہی ہے.... تم ہنس سکتے ہو"۔

"اوہ! یہ تو کوئی خاص بات نہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ہم باتوں میں الجھ گئے.... مقابلے کا وقت نکلا جا رہا ہے"۔

پروفیسر داؤد بولے۔

"جی.... کیا کہا.... وقت نکلا جا رہا ہے.... نن نہیں تو.... یہاں تو کوئی وقت سرے سے ملے ہی نہیں ہے"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو.... پھر بھی آخر ہمیں مقابلہ تو کرنا ہے"۔

"ہاں! وہ تو کرنا ہے اور کریں گے.... مسٹر نوبا بھی کیا یاد کریں گے"۔

"فکر نہ کرو.... تم لوگوں کی موت کے بعد میں اکثر تمہارا ذکر کیا کروں گا"۔ نوبا ہنسا۔

"لیکن مسٹر نوبا.... یہ کام آپ ہماری زندگی میں کیوں نہیں کر لیتے"۔ مکھن منمنایا۔

اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگے.... نوبا بھی ہنس دیا.... پھر فاروق ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھتا نظر آیا' ایسے میں وہ بولا۔

"ہوشیار مسٹر نوبا.... میں آ رہا ہوں"۔

"آ جاؤ.... مجھے ہوشیار ہونے کی ضرورت نہیں.... آنکھیں بند کر کے بھی یہ مقابلہ کر سکتا ہوں"۔

"ارے باپ رے.... ایسا دشمن تو آج سے پہلے دیکھا نہ سنا"۔ فاروق بولا۔

"تو آج دیکھ بھی لو اور سن بھی لو"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"مسٹر نوبا.... آپ بتا کیوں نہیں دیتے.... آخر آپ ہیں کیا

شے؟"

"ایک عجیب و غریب چیز... جسے آپ لوگ کچھ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے اب تک' جب کہ ایک دنیا مجھے سمجھ رہی ہے"۔

"پاگل پاگل پاگل دنیا"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"لیکن سب سے بڑے پاگل تم ہو... آخر مجھ سے ٹکرا کر پاش پاش ہونے میں تمہیں کیا فائدہ نظر آتا ہے"۔

"برائی کو ختم کرنا ہمارا کام ہے... نہ کر سکیں گے... تو خود ختم ہو جائیں گے... برائی میں جینے سے یہ کہیں بہتر ہے"۔

"تو میں ایک برائی ہوں"۔

"ہاں مسٹر نوبا... آپ ایک برائی ہیں... دوسروں کی آزادی سلب کر لینا چاہتے ہیں... دوسروں کو اپنا غلام بنانے پر تلے ہیں... جب کہ اس دنیا میں سب کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق ہے... آخر لوگ یہ حق کیوں چھین لینا چاہتے ہیں"۔

"مجھے دوسروں سے کیا لینا... میں تو بس اپنی بات کر سکتا ہوں اور میری اپنی بات صرف یہ ہے کہ اس سارے معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

"کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی... اس سارے معاملے میں آپ کا کوئی قصور نہیں"۔

"ہاں! میرا کوئی قصور نہیں"۔

"آخر کیسے؟"

"آپ کی دنیا نے مجھے یہی خیالات عطا کیے ہیں"۔

"ہم سمجھے نہیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر نوبا"۔

"میں اس بات کی مزید وضاحت نہیں کر سکتا"۔

"خیر میں سمجھ گیا... آپ پروفیسر شیبان کے بیٹے ہیں... پروفیسر شیبان کو اس دنیا نے دکھ دیا... ان کی حق تلفی کی... جس کی وجہ سے وہ دنیا اور دنیا کے لوگوں سے بھرپور نفرت کرنے لگے... اور انہوں نے یہ ساری نفرت آپ کے اندر بھر دی... میں غلط تو نہیں کہہ رہا"۔

"ایک حد تک"۔

"ایک حد تک... کیا مطلب... مکمل طور پر کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ... بھئی... سوریا... آ جاؤ تم بھی ذرا"۔ اس نے ...ہ جانے کے آواز دی۔

"او کے مسٹر نوبا... میں آ رہا ہوں"۔

اور پھر انہیں ساحل کی طرف ایک اسی کی عمر کا نوجوان آتا نظر آیا۔

"وہ حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتے رہے... جونہی وہ نزدیک آیا... وہ حیرت زدہ رہ گئے... وہ نوجوان تو وہی تھا جسے وہ نوبا کے ساتھ ...ت میں دیکھتے رہے تھے۔

"ارے... یہ تو وہ ہے... مسٹر نوبا آپ کا ملازم"۔

"آپ اسے میرا ملازم خیال کرتے رہے.... کنگ بھی اسے میرا ملازم خیال کرتا رہا اور میں نے اس وقت بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی.... لیکن آج بتا رہا ہوں کہ...."

"کہ یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"ہاں! درست اندازہ لگایا"۔ وہ مسکرایا۔

"اگر یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے.... تو پھر آپ کون ہیں؟"

"پروفیسر شیبان کا.... خیر جانے دیں.... اور لڑائی لڑیں"۔

"آپ پھر بتاتے بتاتے رک گئے"۔ انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"بس میں بتانا نہیں چاہتا"۔

"آخر یہ راز کیا ہے؟"

"یہ راز راز ہی رہنے کے قابل ہے"۔

"چلو فاروق.... لڑ کر دکھاؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لل.... لیکن کیسے.... کس چیز سے؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

نوبا کے منہ سے قہقہہ نکل گیا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"کیا مطلب.... یہ پوچھنے کی بات ہی نہیں ہے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"بالکل نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ فاروق نے کہا اور نوبا کی طرف بڑھا۔

"کیا اچھی بات ہے"۔ رفعت نے فوراً کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"حد ہو گئی"۔ رفعت بھنا اٹھی۔

"میں آ رہا ہوں مسٹر نوبا.... تیار ہیں آپ؟"

"اور نہیں تو کیا"۔

"لیجیے پھر"۔ یہ کہہ کر فاروق بے تحاشا نوبا کی طرف دوڑا.... لیکن پھر اچانک اس نے اپنا رخ سوریا کی طرف کر دیا.... سوریا اس سے پہلے بے فکر کھڑا تھا.... فاروق کا رخ اچانک اپنی طرف ہوتے دیکھ کر وہ بوکھلا گیا' لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا.... فاروق اس سے پوری قوت سے ٹکرایا.... اور اس رخ سے ٹکرایا کہ سوریا اچھل کر نوبا سے جا ٹکرایا۔

سوریا کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی.... نوبا سے ٹکرا کر وہ بہت اونچا اچھلا اور زمین پر گر کر بری طرح تڑپنے لگا.... جب کہ نوبا اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا۔

"یہ کیا کیا؟" وہ چلا اٹھا۔

"حملہ"۔ فاروق بھی چیخا۔

"میں تمہاری ایسی کی تیسی کروں گا.... تگنی کا ناچ ناچتے نظر آؤ گے' اس سے بھی کچھ نہ بنا تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے.... پھر کوئی

تمہارا نام بھی لینے والا نہیں ہو گا"۔ یہ کہہ کر نوبا خوفناک انداز میں
فاروق کی طرف بڑھا۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا"۔ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

نوبا کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... یوں جیسے وہ اچانک ہوش میں آ
گیا ہو' اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی طرف دیکھا... پھر وہ عجیب
سے انداز میں بولا۔

"یہ... یہ کیا؟"

"کک... کہاں... کیا... ہمیں تو یہاں دور دور تک نظر نہیں آ
رہا کچھ"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"اس... اس جملے میں کوئی بات تھی"۔

نوبا نے خوف میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

○☆○
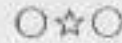
جملے میں

ان کی زندگی میں بہت سے حیرت ناک لمحات آئے تھے... اس
قدر حیران کن مناظر سامنے آئے تھے کہ کیا کسی اور کی زندگی میں آئے
ہوں گے... یعنی سراغرسانی کا پیشہ اختیار کرنے والوں کو... لیکن آج
اس وقت وہ جس قدر حیران ہوئے... پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے...
جب انہوں نے نوبا کے منہ سے یہ سنا کہ اس جملے میں کچھ تھا... مارے
حیرت کے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے... اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی
رہ گئیں۔

"آپ... آپ نے کیا کہا... اس جملے میں کچھ تھا... کون سے
جملے میں"۔

"انسپکٹر جمشید نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ آخر اس نے کیا کیا ہے
مسٹر نوبا... تو اس جملے میں کچھ تھا"۔

"لیکن کیا تھا؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے پتا نہیں"۔ نوبا بولا۔

"حیرت ہے... کمال ہے... ایک طرف تو آپ کہہ رہے ہیں

اس جملے میں کچھ تھا جس نے آپ کو خوف میں مبتلا کر دیا... دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ پتا نہیں کیا تھا... آخر یہ کیا بات ہوئی؟"

"پتا نہیں"۔ اس نے پھر کہا۔

"حد ہو گئی... اباجان آپ بتائیں... اس جملے میں کیا تھا"۔

"پتا نہیں"۔ انہوں نے بھی کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور زیادہ حد ہو گئی... کیا آپ سنجیدہ ہیں... یا آپ نے یہ جملہ مذاق میں کہا ہے"۔

"میں موت کی حد تک سنجیدہ ہوں"۔

"ارے باپ رے... خیر... آپ اب اس حد تک بھی سنجیدہ ہوں"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

سب مسکرا دیے۔

"تو کیا آپ کو واقعی معلوم نہیں کہ اس جملے میں کیا تھا؟" فرزانہ نے ان کی طرف دیکھا۔

"نن نہیں... بالکل نہیں"۔

"اور مسٹر نوبا... آپ کو؟" فرزانہ بولی۔

"نن نہیں... بالکل نہیں"۔ اس نے بھی انہی کے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... اب کیا ہو گا"۔ فرحت چلائی۔

"حد ہو تو گئی... اور کیا ہو گا"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"انکل آپ ایسا کریں... ایک بار پھر یہ جملہ ادا کریں ذرا"۔ رفعت نے ترکیب بتائی۔

"اوہ ہاں... واقعی"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا اور جملہ ادا کرنے کے لیے منہ کھولا... عین اس وقت وہ چلا اٹھا۔

"نہیں... نہیں... انسپکٹر جمشید نہیں"۔

"کیا مطلب... یہ آپ نے کیا نہیں نہیں کی لائن لگا دی... کچھ نہیں بچا کر بھی رکھ لیں... ضرورت پڑنے پر کام آئیں گے"۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا"۔ انسپکٹر جمشید نے بالکل اسی انداز میں کہا۔

نوبا کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو... جب کہ پہلی مرتبہ انہوں نے یہ جملہ بولا تھا، اس وقت اسے جھٹکا نہیں لگا تھا۔

"اوہو... جملہ ترقی کر رہا ہے"۔ فرزانہ چلائی۔

"تو پھر انکل ایک بار اور سہی"۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا"۔ وہ بولے۔

اس بار اسے اور زور سے جھٹکا لگا۔

"وہ مارا... اس طرح تو نوبا کو سکھا دیں سبق"۔

"ختم کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ختم کرو... کیا ختم کریں... کیا مسٹر نوبا کو ختم کریں"۔

"نہیں.... اس مذاق کو.... جملے والے مذاق کو"۔

"ہم سمجھے نہیں.... آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں"۔

"جملے کا مذاق بہت ہو لیا.... فاروق اب آگے بڑھو اور توبا سے مقابلہ کرو.... تمہارا پہلا وار بہت خوب صورت رہا.... اس کی جس قدر بھی داد دی جائے، کم ہے"۔

"لیکن افسوس! یہ داد میرے کس کام کی"۔ اس نے منہ بنایا۔

"کیوں کیوں.... کیا ہوا بھئی"۔

"یہ تو صرف شاعروں کے کام کی چیز ہے اور بس"۔

"اوہ ہاں واقعی.... یہ تو ہے"۔

"یہ تم لوگ کیا باتیں کرنے لگے"۔ توبا غرایا۔

"ہائیں.... آپ میں اب بھی ہم پر غرانے کی ہمت ہے"۔

"میں نے کہا نا.... ختم کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"آخر ہم کیا ختم کریں انکل.... یہ بھی تو بتائیں نا"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"ابھی بھی اس نے ہم سے دوسرا خوبصورت مذاق کیا ہے"۔

"دوسرا خوب صورت مذاق.... یہ آپ نے ایک اور الجھن میں جتلا کر دینے والا جملہ بول دیا.... ہمیں تو پہلے خوب صورت مذاق کا ہی نہیں پتا"۔

ادھر توبا ان کا جملہ سن کر بری طرح چونکا.... پھر اس کے منہ

سے بے ساختہ نکل گیا"۔

"بہت خوب انسپکٹر جمشید"۔

"حد ہو گئی.... انہوں نے تعریف شروع کر دی.... اور ہمیں سر پیر کا پتا نہیں.... بات ہے کیا؟"

"میں نے جب یہ جملہ بولا.... آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر توبا.... تو اچانک مسٹر توبا کو شرارت سوجھ گئی.... اس جملے سے ان پر کوئی اثر وثر نہیں ہوا تھا.... یہ ایکٹنگ کر رہے تھے.... اور ہمیں بلاوجہ خوش کر رہے تھے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"حیرت ہے انسپکٹر جمشید.... آپ نے اس بات کو بھانپ لیا"۔

"لیکن پہلا مذاق کیا تھا.... اب ذرا یہ بھی بتا دیں"۔

"مسٹر توبا نے شروع سے ہمیں یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ یہ ہم سے کسی وجہ سے خوف زدہ ہیں.... اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ ان کا کوئی کمزور پہلو ہے.... جس کی وجہ سے یہ ہم سے خوف کھاتے ہیں.... پھر جب ہم پانی میں اتر گئے.... تو انہوں نے اپنا کام دکھانا بند کر دیا اور یہ ظاہر کیا.... گویا اب انہیں میرے بارے میں کوئی خبر نہیں رہ گئی کہ ہم کہاں ہیں.... اس طرح ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ پانی کی موجودگی میں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.... لہٰذا ہم نے پانی کے لباس بنوا لیے.... لیکن بعد میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ صرف ایک مذاق

تھا.... مسٹر تویا کو پانی سے کوئی خوف نہیں ہے.... اسی لیے تو یہ اس
وقت یہاں موجود ہیں"۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔ خان رحمان پکار اٹھے۔

"آپ کا یہ اندازہ بھی بالکل درست ہے.... آپ واقعی اندازے
لگانے میں بہت ماہر ہیں"۔

"اس بات کو چھوڑیں.... اب یہ بتا دیں.... آپ آخر ہیں کیا....
آپ ہماری الجھن دور کیوں نہیں کر دیتے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

عین اس وقت سوریا کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی اور اس نے
کروٹ بھی لی.... پھر آنکھیں کھول دیں۔

"اور مسٹر سوریا.... کیا آپ ٹھیک ہیں؟"

"مم.... میں.... ہاں شاید.... لیکن میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے"۔

"پروفیسر شیبان کی گولی منہ میں رکھ لیں"۔ تویا مسکرایا۔

"اوہ ہاں.... میں تو بھول ہی گیا تھا"۔ وہ زبردستی مسکرایا۔

پھر اس نے اپنی بیگ سے ایک گولی نکال کر منہ میں رکھ لی۔

"تب پھر مسٹر تویا.... جب ہم نے آپ کے منہ پر رومال رکھا
تھا.... تو آپ اس وقت بے ہوش بھی نہیں ہوئے تھے.... صرف بے
ہوش ہونے کی اداکاری کر رہے تھے"۔

"ہاں بالکل.... میں شروع سے لے کر اب تک تم سب سے
کھیلتا رہا ہوں.... ورنہ میرا اور آپ کا مقابلہ کہاں.... میں ناقابل تسخیر

ہوں.... آپ لوگ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے.... آپ نے دیکھا
نہیں.... میں نے تو بیگال اور انشارجہ جیسی طاقتوں کو جامد کر کے رکھ دیا
ہے.... انہیں بھی میری غلامی میں آنا پڑ گیا ہے"۔

"ہاں! ہم اندازہ لگا سکتے ہیں.... لیکن سوال یہ ہے کہ...."۔

انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے.... اچانک انہیں ایک خیال آیا تھا....
انہوں نے فوری طور پر ساحل کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے.... یہ کیا.... آپ کہاں دوڑے جا رہے ہیں"۔
تویا چلا اٹھا۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور دوڑ جاری رکھی.... یہ دیکھ کر
تویا ان کے پیچھے دوڑ پڑا اور پھر تو سبھی گویا ساحل کی طرف دوڑنے
لگے۔

"اوہو.... کیا مصیبت آ گئی ہے"۔ پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

"شاید جمشید کو کوئی بہت اہم بات سوجھی گئی ہے.... اسی لیے تو
تویا تک اس کے پیچھے دوڑ پڑا ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔

بے تحاشا دوڑتے ہوئے وہ سب ساحل پر پہنچ گئے.... انسپکٹر
جمشید وہاں سب سے پہلے پہنچے تھے.... اور واپس مڑ کر ان کی طرف
دیکھنے لگے تھے.... گویا باقی لوگوں کا انتظار کر رہے تھے.... ان تک سب
سے پہلے تویا پہنچا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟"

"کس بات کی طرف اشارہ ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ اس طرح بے تحاشا ساحل کی طرف کیوں دوڑے؟"

"آپ کو یہ بات معلوم کیوں نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے زوردار انداز میں کہا۔

"کک... کیا مطلب؟"

"اگر آپ اپنے علم کے ذریعے... یا کسی بھی ذریعے سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ کل فلاں معاملے میں کیا ہونے والا ہے... تو اس وقت آپ یہ کیوں معلوم نہیں کر سکے... کہ میں نے ساحل کی طرف کیوں دوڑ لگائی ہے... اگر اب تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی... تو اب اپنے علم کو آواز دیں اور بتائیں... میں نے کیوں دوڑ لگائی ہے"۔

"ہاں! میں بتا سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"تو پھر بتائیں"۔

"بتانے کی بجائے میں انہیں روکنے کی کوشش کیوں نہ کروں"۔

"کیا مطلب... کس کی بات کر رہے ہیں آپ"۔ محمود زور سے اچھلا۔

"انسپکٹر کامران مرزا کی... انہوں نے ہمارے ساتھ دوڑ نہیں لگائی تھی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا"۔ وہ چلائے۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"آخر انہوں نے کیوں دوڑ نہیں لگائی تھی؟"

"اس لیے کہ میں دوڑا ہی اس لیے تھا کہ وہ نہ دوڑیں"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"جی... کیا مطلب... آپ تو اب مسٹر نوبا سے زیادہ عجیب باتیں کر رہے ہیں"۔ مکھن نے بھنا کر کہا۔

"ہاں شاید... لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

اور عین اس وقت نوبا تیر کی طرح اس طرف دوڑ پڑا... اس سمت میں جہاں کچھ دیر پہلے... وہ سب موجود تھے... اور جہاں سوریا زخمی حالت میں پڑا تھا... اور انسپکٹر کامران مرزا جہاں سے نہیں دوڑے تھے۔

○☆○
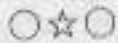
سو گیا تھا

"ارے ارے.... بھائی نوبا.... اوہ میرا مطلب ہے.... مسٹر نوبا.... آپ کہاں بھاگ چلے ہم سب تو یہاں ہیں"۔ فاروق نے بلند آواز میں ہانک لگائی۔

لیکن اس نے تو جیسے اس کی آواز تک نہیں سنی.... بس سرپٹ دوڑتا چلا گیا۔

"تب پھر اب ہم یہاں کیا کریں گے رک کر؟" خان رحمان چلائے۔

"ہاں بالکل.... آؤ چلیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اب وہ سب نوبا کے پیچھے دوڑ پڑے.... ادھر نوبا اس میدان میں پہنچا، پھر وہ پہنچے.... انھوں نے دیکھا.... انسپکٹر کامران مرزا وہاں نہیں تھے.... نہ سوریا وہاں تھا.... جہاں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے.... نوبا بت بنا کھڑا تھا۔

"کیا ہوا مسٹر نوبا؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"سوریا غائب ہے.... اور ساتھ میں آپ کے انسپکٹر کامران مرزا

بھی غائب ہیں"۔

"اوہ اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"اب اوہ اوہ کیا لگا رکھی ہے.... آواز دیں نا اپنے انسپکٹر کامران مرزا کو"۔ نوبا نے جل بھن کر کہا۔

"تو آپ کیوں اپنے سوریا کو آواز نہیں دیتے"۔

"سوریا.... سوریا.... تم کہاں ہو؟"

"جہاں انسپکٹر کامران مرزا ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"حد ہو گئی"۔ نوبا نے چیخ کر کہا۔

"ابھی اور ہو گی.... آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا"۔ آفتاب نے ہنس کر کہا۔

"ہوں.... اب میں تم لوگوں کو اپنی طاقت دکھاتا ہوں.... اگر خوفناک موت سے بچنے کی خواہش ہے تو سوریا اور انسپکٹر کامران مرزا کو میرے سامنے لے آؤ"۔

"آخر آپ کو سوریا کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا.... آپ آخر نوبا ہیں نوبا"۔ فاروق نے گویا اسے یاد دلایا۔

نوبا کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا.... یوں جیسے اسے ہوش آ گیا ہو.... اس نے چونک کر کہا۔

"اوہ بہت بہت شکریہ.... آپ نے مجھے جگا دیا.... میں دراصل سو گیا تھا"۔

"کیا... کیا کہا... آپ سو گئے تھے؟"

"ہاں بالکل... میں سو گیا تھا... اگر میں نیند میں نہ چلا جاتا تو سوریا کے لیے بھلا کیوں پریشان ہوتا... میرے لیے سوریا کیا ہے... صرف میرے استاد... بلکہ میرے شاگرد کا بیٹا... اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا... لہٰذا وہ جہاں ہے... بے شک وہیں رہے... میں تم سب کے لیے بہت کافی ہوں... تم تو منٹوں میں میرے آگے گھٹنے ٹیک دو گے"۔

"او کے... آ جائیں پھر میدان میں... ارے ہم... مگر... آپ تو پہلے ہی میدان میں ہیں اور اس سے زیادہ کیا میدان میں آئیں گے... ہاں... ایک بات ضرور رہ جاتی ہے... یہ آپ نے کیا کہا مسٹر نوبا... میرے استاد... بلکہ میرے شاگرد کا بیٹا... بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے... پروفیسر شیبان آپ کے استاد تھے یا شاگرد"۔

"پہلے وہ میرے شاگرد تھے... پھر میرے استاد بنے"۔ وہ ہنسا۔

"یہ کیا بات ہوئی... کیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے"۔

"میرے ساتھ تو ایسا ہی ہوا ہے"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہم سمجھے نہیں... مہربانی فرما کر وضاحت کر دیں"۔

"افسوس! میں اس بات کی وضاحت بھی تو نہیں کر سکتا"۔ اس نے کہا۔

ایک تو آپ کے ساتھ یہ بڑی مصیبت ہے... جب دیکھو...

فلاں بات کی وضاحت نہیں کر سکتے... فلاں بات کی وضاحت نہیں کر سکتے... ہے کوئی تک"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"نہیں خیر... تک تو واقعی نہیں ہے"۔ مکھن مسکرایا۔

"ہاہاہا... ہاہا... میں نے اگلوا لیا"۔

ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا کی آواز گونج اٹھی... آواز ایک درخت کے اوپر سے آئی تھی... ان سب کی نظریں اوپر اٹھ گئیں۔

"ہائیں انکل... آپ اوپر ہیں"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور سوریا بھی"۔ وہ ہنسے۔

"لیکن آپ سوریا سمیت اوپر کیسے پہنچ گئے"۔

"میں نے اس کی کن پٹی پر صرف پانچ منٹ والا ایک ہاتھ مارا... اسے کندھے پر ڈالا اور درخت پر چڑھ گیا۔

"کیا اس طرح چڑھنا ایک مشکل کام نہیں تھا؟"

"ضرور تھا... لیکن میں نے اس کام کی مشق کی ہوئی ہے"۔

"اوہ اچھا خیر... یہ آپ نے کیا فرمایا... میں نے اگلوا لیا... آپ نے کیا اگلوا لیا... مسٹر سوریا سے"۔

"یہ کہ... مسٹر نوبا..."۔ وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیا ہوا؟" نوبا بولا۔

"ہاہاہا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے قہقہہ لگایا۔

"یہ بے موقع قہقہہ سمجھ میں نہیں آیا"۔ نوبا نے الجھ کر کہا۔

"آپ کو تو کل ہونے والی بات کا پتا چل جاتا ہے... پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں کہ میں نے قہقہہ کیوں لگایا"۔

"اوہ اچھا... یہ بات ہے... دراصل مجھے اپنے غلاموں کو آواز دینا پڑتی ہے"۔

"غلاموں کو آواز... کون سے غلاموں کو آواز؟"

"جو مجھے کل ہونے والی خبریں سناتے ہیں یا دکھاتے ہیں"۔

"حد ہو گئی... اب آپ کے غلام بھی نکل آئے... جو آپ کو خبریں دیتے ہیں... تب پھر وہ آپ کے غلام کیوں ہیں... ان کو تو آپ کا آقا ہونا چاہیے"۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں... اور یہ بتائیں' ہنسے کیوں؟"

"غیب کی خبریں بتانے والا آج مجھ سے کیوں پوچھ رہا ہے... وہ خود بتائے"۔

"او کے... ابھی لو"۔

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک عجیب سی ڈبیا نکالی... اس پر لگے چند ایک بٹن دبائے... پھر اس کو کان سے لگا کر بولا۔

"اس وقت جو انسپکٹر کامران مرزا نے قہقہہ لگایا ہے... اس کی کیا وجہ ہے... بعد میں انہوں کیا وجہ بتائی تھی"۔

دوسری طرف کی بات سن کر خود نوبا حیرت زدہ رہ گیا... اس نے

انہیں گھور کر دیکھا... پھر سرد آواز میں بولا۔

"آپ نے قہقہہ اس لیے لگایا تھا کہ میں آپ سے پوچھ رہا تھا... آپ نے سوریا سے کیا اگلوا لیا... مطلب یہ کہ یہ بات تو مجھے معلوم ہونی چاہیے... اور میں آپ سے پوچھ رہا تھا... اس بات پر قہقہہ لگایا تھا آپ نے... کیا میں نے درست کہا؟" یہاں تک کہہ کر نوبا چپ ہو گیا۔

"ہاں! بالکل... یہی بات تھی؟"

"تب پھر آپ سن لیں... میں بتا دیتا ہوں... آپ نے سوریا سے کیا اگلوایا ہے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"بہت خوب... بتائیں پھر... میرے سب ساتھی سننے کے لیے بے چین ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا کہا... فرزانہ... ایسی کوئی بات نہیں اور ساتھ میں تم نے اپنے انکل کی بات سن کر برا سا منہ بھی بنایا... یہ تو بدتمیزی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"برا سا منہ میں نے ان کی بات پر نہیں... نوبا کو دیکھ کر بنایا ابا جان"۔

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے... اس کی تمہیں اجازت ہے... اسے دیکھ کر بنتا چاہیے... برا سا منہ بنا سکتی ہو... تمہیں کھلی چھٹی ہے"۔

"شکریہ اباجان.... اس چھٹی کے لیے شکریہ.... ویسے آپ نے کھلی چھٹی بھی دی تو کس بات کی"۔ فرزانہ نے فوراً کہا.... سب مسکرانے لگے۔

"حد ہو گئی.... بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی؟" خان رحمان بولے۔

"اوہ ہاں.... تم کیا کہہ رہی تھیں فرزانہ"۔ ویسے میں نے تمہاری بات کا برا نہیں مانا.... مجھے تو خوشی ہو رہی تھی۔

"آپ نے سنا اباجان.... انکل کو خوشی ہو رہی تھی"۔

"اور اب مجھے بھی ہو رہی ہے"۔ وہ بول پڑے۔

"جی.... آپ کو کیا ہو رہا ہے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"خوشی.... اور کیا"۔

"یہ تو آپ باتیں بگھارنے لگے.... اور یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ اندھے گائیں بہرے بجائیں"۔

"آپ زبردستی محاورے نہ ٹھونسیں.... ہم اس میدان کے کوئی کم کھلاڑی نہیں ہیں"۔

"اوہ ہاں.... یہ بات تو تم ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتے ہو"۔ توبا ہنسا۔

"پھر وہی محاورہ"۔

"تم لوگ میرے لیے تین میں نہ تیرہ میں.... میں تو تمہیں کسی

کھیت کی مولی تک سمجھنے کے لیے تیار نہیں"۔

"حد ہو گئی.... اب ہم مولیاں بھی نہیں ہو سکتے.... کمال ہے"۔ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"انسپکٹر کامران مرزا کی بات رہی جاتی ہے.... کیا میں بتاؤں.... آپ نے سوریا سے کیا اگلوایا ہے؟"

"نہیں.... میں یہ بتائے دیتا ہوں"۔ انھوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ارے تو بتائیں.... کیوں میرا، اپنا اور پوری دنیا کا وقت ضائع کر رہے ہیں"۔

"سوریا نے بتا دیا ہے کہ آپ ہماری دنیا کے انسان نہیں ہیں.... ایک دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں"۔

"کیا.... نہیں"۔ بہت سی آوازیں ابھریں۔

اور پھر وہاں موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔

○☆○
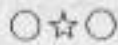
ایزان

سورج اپنی آخری کرنیں درختوں پر نچھاور کر رہا تھا.... کوئی دم میں وہ غروب ہونے والا تھا.... لیکن اس وقت وہ جزیرہ .... بتوں کے جزیرے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ سب بالکل بت بنے کھڑے تھے.... یوں لگتا تھا جیسے وہ بے جان مجسمے ہوں.... ان میں زندگی نہ ہو.... بلکہ وہ پورا جزیرہ بے جان ہو.... اس میں کہیں کوئی زندگی نہ ہو.... بلکہ یوں محسوس ہو رہا تھا.... جیسے پوری دنیا بے جان ہو.... پوری دنیا سے جیسے زندگی ختم ہو گئی ہو۔

نہ جانے وہ کب تک ساکت کھڑے رہے.... ان کے ساتھ نوبا بھی ساکت تھا.... شاید وہ یہ راز ان پر ظاہر کرنے کے لیے تیار نہیں تھا.... لیکن انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کی چال نے اس کا راز کھول دیا تھا.... سوریا آخر اس دنیا کا انسان تھا.... بتانے پر مجبور ہو گیا.... آخر سب سے پہلے اخلاق کی آواز ابھری۔

"اف میرے اللہ! یہ ہم نے کیا سنا ہے.... مسٹر نوبا.... ہماری اس زمین کا انسان نہیں ہے"۔

"نہیں.... یہ جس سیارے کا انسان ہے.... اس کا نام ایزان ہے.... انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں بتایا۔

"لل.... لیکن.... نوبا نے تو بتایا تھا کہ یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے"۔

"اس نے غلط بتایا تھا.... ہمیں چکر دے رہا تھا.... پروفیسر شیبان کا بیٹا سوریا ہے"۔

"اوہ.... تب پھر.... یہ چکر کیا ہے.... کسی دوسرے سیارے کا انسان ہماری زمین پر آخر کیسے آ گیا.... اور اس کی شکل صورت تو بالکل ہم جیسی ہے"۔

"پروفیسر شیبان نے اس کی شکل صورت ہم جیسی بنانے کی پوری کوشش کی تھی اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہا"۔

"جی.... کیا مطلب.... کیا نوبا اس وقت سے ہماری سرزمین پر ہے"۔

"نوبا بہت چھوٹا سا تھا.... جب یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے سیارے کی ایجاد اڑن طشتری میں بیٹھا خلا کا چکر لگا رہا تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بتایا۔

"اوہ.... تو پھر؟"

"اچانک اڑن طشتری میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی.... وہ ایزان پر واپس نہ جا سکی اور ہماری زمین پر آ گری.... وہ جنگل میں گری تھی اور

رات کا وقت تھا... اس کے ماں باپ اسی میں جل کر کوئلہ ہو گئے تھے... لیکن نوبا بچ گیا تھا... وہیں جنگل میں پروفیسر شیبان نے اپنا مکان بنایا تھا... وہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھا ستاروں کا معائنہ کر رہا تھا کہ اس نے اڑن طشتری کو گرتے ہوئے دیکھ لیا... وہ اس سمت میں دوڑا... اس وقت سوریا ننھا سا بچہ تھا... اور اس کی بیوی مر چکی تھی... لہٰذا اڑن طشرتی کا پتا اس کے سوا کسی کو نہ لگ سکا... نزدیک پہنچ کر اس نے دیکھا... ایک بچہ پڑا رو رہا ہے... اور اڑن طشتری کے اندر دو لاشیں جلی پڑی ہیں... بچے کے پاس ایک ننھا سا آلہ بھی اسے پڑا ملا... اچانک اس آلے میں سے آواز سنائی دینے لگی... اس کے سیارے کے لوگ نوبا کے ماں باپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے... وہ آلہ پروفیسر نے اٹھا لیا... اور بات کرنے کی کوشش شروع کر دی... لیکن اس سیارے کی زبان اور تھی... اب اس نے سوچا... اس اڑن طشتری کے آثار کو غائب کر دینا چاہیے... اس نے اس کا پٹرول ڈال کر اس کو آگ لگا دی... اڑن طشتری جل کر راکھ ہو گئی... اس راکھ کو بھی اس نے راتوں رات گڑھا کھود کر دفن کر دیا... اب اس کے پاس نوبا اور آلہ رہ گیا تھا... آلے پر وہ ایزان کے لوگوں کو اپنی آواز سنا چکا تھا... اس آلے پر ان کی سمجھ میں نہ آنے والی بات چیت آہستہ آہستہ سمجھ میں آنے والی زبان بنتی چلی گئی... پھر وہ ایک دوسرے کی بات سمجھنے لگے... شیبان نے انہیں اڑن طشتری کے بارے

میں بتایا... اس میں جل مرنے والے انسانوں کے بارے میں بتایا... اس بچے کے بارے میں بتایا... ادھر سے اسے بتایا گیا کہ وہ دونوں جو جل مرے ہیں ان کے سیارے ایزان کے بہت بڑے سائنس دان تھے... اور وہ کسی دوسرے سیارے کی تلاش میں نکلے تھے... اور یہ کہ اب وہ اس بچے کو واپس اپنے سیارے پر بلانے کے قابل نہیں رہے تھے... لہٰذا انہوں نے شیبان سے درخواست کی کہ وہ نوبا کی پرورش کرے... وہ اس سے رابطہ رکھیں گے... اس آلے کے ذریعے وہ رابطہ رکھنے کے قابل بہرحال تھے... بلکہ اس کے بعد انہوں نے مصنوعی سیارے کے ذریعے بہت سی چیزیں پروفیسر شیبان کو ارسال بھی کیں... لیکن وہ نوبا کو واپس حاصل کرنے کے لیے اڑن طشتری بھیجنے کا خطرہ مول نہ لے سکے... ان کا کہنا تھا کہ ان کی اڑن طشتری میں کوئی کمی ہے... جس کی وجہ سے ان کی کوئی اڑن طشتری اب تک واپس نہیں پہنچ سکی تھی... مطلب یہ کہ جتنی بھی اڑن طشتریاں خلا کی سیر کے لیے نکلیں... سب کی سب تباہ ہوئیں... کوئی واپس نہ پہنچ سکی۔

اب مصنوعی سیارے کے ذریعے وہ شیبان کو اپنے سیارے کے سائنسی آلات بھیجنے لگے... ان کے سائنس دان اس حد تک ترقی کر چکے تھے کہ ایک دو ماہ بعد ہونے والے واقعات ان آلات کے ذریعے دیکھ لیتے تھے... بلکہ ان کی فلم بھی بنا لیتے تھے... دراصل یہ وقت کا مسئلہ تھا... وہ چوبیس گھنٹے یا ایک ماہ کے وقت کو درمیان سے اچک لیتے

تھے اور انہیں کچھ وقت بعد ہونے والے واقعات نظر آنے لگتے تھے۔۔۔
اور ایسا وہ باقاعدہ آلات کی مدد سے کرتے تھے۔۔۔ انہی آلات پر فلم بھی
رکی جا سکتی تھی۔۔۔ ان آلات پر ٹائم فکس کرنا پڑتا تھا اور یہ کہ وہ
ات پروفیسر کے مکان کے نیچے بنے ایک تہ خانے میں نصب کیے گئے
تھے۔۔۔ ان سے اس پورے کیس میں غلطی یہ ہوئی تھی کہ پروفیسر شیبان
کے مکان کا بغور جائزہ لیا ہی نہیں تھا۔۔۔ ورنہ بہت پہلے وہ ان تمام
رازوں سے آگاہ ہو سکتے تھے۔۔۔ اور یہ تمام باتیں انہوں نے بہت جلدی
میں سوریا سے اگلوائیں تھیں۔۔۔ اس کے علاوہ پروفیسر شیبان نے نوبا کو
ہپناٹزم کا ماہر بنایا تھا اور اس قسم کے سائنسی علوم سکھائے تھے کہ وہ
دیکھنے میں یا عمل کے اعتبار سے بالکل جادوگروں جیسے کمالات رکھنے والا
انسان بن کر رہ گیا تھا۔۔۔ اور پھر وہ تھا بھی دوسری دنیا کی ایک مخلوق۔۔۔
وہاں کے لوگ اس قدر سخت جان تھے۔۔۔ اس قدر طاقت ور تھے کہ
اس زمین کے لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ اور پھر ان میں
سائنسی طاقت بھی ان سے کہیں زیادہ تھی۔۔۔ ان کے سائنسی حربے ان
کے لیے چکرا دینے والے ثابت ہوتے۔

اور اب۔۔۔ اس وقت وہ کھڑے سوچ رہے تھے۔۔۔ اب وہ کیا
کریں۔۔۔ نوبا کا کیا کریں۔۔۔ وہ تو پوری دنیا کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔۔۔
اور ابھی تو صرف ایک نوبا ان کی زمین پر آیا تھا۔۔۔ اگر کہیں وہ اڑن
طشتری کو مزید ترقی دینے کے قابل ہو جاتے تو ایران کی فوج ان کی زمین

پر اتر سکتی تھی۔۔۔ اس صورت میں جو تباہی مچتی۔۔۔ اس کا اس وقت
تصور بھی مشکل تھا۔۔۔ آخر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ نوبا کو ختم کر
دیں۔۔۔ سوریا کو بھی ختم کر دیں۔۔۔ اور اس آلے کو بھی جلا کر راکھ کر
دیں۔۔۔ تاکہ اس سیارے سے ہمارا کوئی رابطہ نہ رہ جائے"۔

"لیکن مسٹر سوریا کو کس جرم کے تحت ختم کریں۔۔۔ سوال تو یہ
ہے۔۔۔ نوبا کا جرم تو بہت بڑا ہے۔۔۔ اس نے تو ہمارے ملک کا نظام
درہم برہم کیا ہے۔۔۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔۔۔ ان گنت غیر ملکی
لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔۔۔ ملکی طور پر بھی کنگ وغیرہ کو ہلاک کیا ہے۔۔۔
لہٰذا اسے سزا دی جا سکتی ہے۔۔۔ لیکن سوریا نے کیا کیا ہے؟" خان
رحمان بولے۔

"او کے۔۔۔ ہم مسٹر سوریا کو جان سے نہیں ماریں گے۔۔۔ انہیں
حوالات میں بند کریں گے۔۔۔ اور اس کے بعد یا تو ان کی اصلاح ہو
جائے گی۔۔۔ یا پھر یہ جیل جائیں گے"۔

"باتیں تو آپ لوگوں نے بہت کر لیں۔۔۔ لیکن یہ بھی سوچا
ہے۔۔۔ ان پر عمل نہیں ہو سکے گا"۔

"آخر کیوں۔۔۔ وجہ؟"

"اس لیے کہ میں یعنی نوبا تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں"۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اس سے یہ ہوتا ہے.... کہ میں تم لوگوں کے لیے اکیلا کافی ہوں.... میں اس دنیا کا انسان نہیں ہوں.... آپ لوگوں کو میری لڑائی کے طریقے معلوم نہیں.... کیا سمجھے؟"

"یقیناً ایسا ہی ہے.... لیکن ہم لڑیں گے.... اب ہم جان گئے ہیں.... آپ کوئی جادوگر نہیں ہیں.... کوئی جن نہیں ہیں.... کوئی شیطان نہیں.... بس ایک دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں"۔

"اچھا تو پھر اب میں اپنا میک اپ اتارتا ہوں"۔ تویا ہنسا۔

"کیا کہا.... میک اپ اتارتے ہیں.... تو کیا آپ میک اپ میں ہیں"۔ محمود نے چونک کر کہا۔

"پروفیسر شیبان نے میرے جلے ہوئے چہرے پر تبدیلیاں کی تھیں.... لیکن جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا.... میری اصل شکل و صورت واپس آتی گئی.... اس طرح میں اس زمین جیسی شکل اور صورت کا انسان نہ بن سکا.... البتہ سب کے سامنے آنے کے لیے میں نے میک اپ کا سہارا لیا"۔

"اوہ.... اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"کیوں.... کیا آپ میری اصل شکل اور صورت نہیں دیکھنا چاہتے؟"

ضرور دیکھیں گے.... بلکہ ہم تو بے چین ہو گئے ہیں آپ کی اصل شکل اور صورت دیکھنے کے لیے"۔ آصف بولا۔

"لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی اصل شکل صورت دکھانے کی ضرورت کیا پڑ گئی؟"

"اب جب کہ لڑنا ہی ہے.... تو میں اصلی شکل و صورت میں کیوں نہ لڑوں.... میں آپ سب کے مقابلے میں بالکل اکیلا ہوں.... بالکل اکیلا"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے"۔

"تب پھر.... میں آپ کو اپنی وہی شکل دکھاؤں گا.... تاکہ آپ کی دنیا دیکھ لے اور جان لے.... ایران کا انسان کس قدر بہادر، طاقت ور اور باحوصلہ ہے.... ہمت ہارنے والا نہیں.... زندگی کے آخری سانس تک تم لوگوں کو مزا چکھا سکتا ہے.... یہ بھی جان لیں.... تم لوگوں کا کوئی پستول، کوئی بندوق میرے لیے کوئی چیز نہیں"۔

"سوال یہ ہے کہ کیوں.... کیا آپ گوشت پوست کے انسان نہیں ہیں؟"

"کیوں نہیں.... مجھے چھو کر دیکھا جا چکا ہے.... میں گوشت پوست کا انسان ہوں"۔

"تب پھر ہمارا کوئی ہتھیار کیوں اثر نہیں کرے گا"۔

"اس لیے کہ.... ہم.... مگر نہیں.... جانے دو.... اب جب کہ دو دو ہاتھ کرنے کا وقت ہے.... باتیں ختم ہو جانی چاہئیں.... لوگ بے چین ہو رہے ہوں گے.... آپ کی دنیا کے لوگ.... وہ جلدی ہی میرے

کلام ہوں گے... یہ مقابلہ دیکھنے کے بعد کس میں ہمت ہو گی کہ میرے مقابلے میں آنے کے بارے میں سوچ بھی سکے... پہلے میں صرف اپنی جسمانی طاقت سے لڑوں گا... کوئی اور طاقت کام میں نہیں لاؤں گا... نہ ہپناٹزم کی طاقت... نہ غائب ہونے کی طاقت"۔

"گویا آپ ہم سے پہلے صرف ایک عام انسان کی حالت میں لڑیں گے... اور جب دیکھیں گے کہ آپ کو شکست ہو رہی ہے تو اس صورت میں آپ اپنی ہپناٹزم کی طاقت استعمال کریں گے... جب ہپناٹزم کی طاقت سے بھی کام نہیں چلے گا تو آپ غائب ہو جائیں گے... یہی بات ہے نا"۔

"نہیں... تم مجھے شکست نہیں دے سکو گے"۔

"او کے... ارے... وہ تو رہ ہی گیا... آپ کا میک اپ... آپ اس کو ختم کریں"۔

"اوہ ہاں... واقعی"۔

اور پھر اس نے اپنے چہرے اور جسم پر سے میک اپ کے لیے استعمال کی گئی چیزیں اتارنا شروع کیں... نہ جانے کس کس قسم کی چیزیں استعمال کی گئی تھیں... وہ ذرہ ذرہ اترتی چلی گئیں... اور آخر کار ان کے سامنے ایک دوسری دنیا کا انسان کھڑا تھا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کو دیکھنے لگے... اس قدر عجیب اور حیرت انگیز نقش و نگار والا انسان وہ اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے

تھے... اس کا رنگ نیلا تھا... بالکل نیلا... مطلب یہ کہ جلد کا رنگ نیلا تھا... آنکھوں کا رنگ بالکل سفید تھا... ناک بالکل گول سی تھی... اور آنکھیں لمبی... لکیر نما... کان بہت لمبے لمبے تھے... نیچے جھول رہے تھے... وہ ان کو ہاتھی کی طرح حرکت دے سکتا تھا... اس کے ہاتھ پاؤں بھی اس زمین کے انسانوں جیسے نہیں تھے... انگلیاں حد درجے لمبی اور باریک باریک تھیں... اس کے پیروں کی انگلیاں بہت لمبی پتلی اور پیر انگلیوں کے بعد بالکل گول تھے... جیسے اونٹوں کے ہوتے ہیں... باقی دھڑ عام انسان کی طرح کا تھا... قد بھی عام انسان جیسا تھا... وہ نہ جانے کتنی دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے... آخر فاروق کی آواز گونجی۔

"تک... کہیں... یہ صاحب اب بھی تو میک اپ میں نہیں ہیں... اور جب ہم اس کے اس میک اپ کو اتاریں گے... تو اندر سے بالکل ہم جیسا انسان تو نہیں نکل آئے گا"۔

"خیال زبردست ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"گویا اس بات کا امکان ہے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"زبردست امکان ہے"۔

"بہت خوب! تب تو مزا رہے گا... اگر ایسا ہو گیا"۔

"غلط ہواؤں میں اڑ رہے ہو... میں اس دنیا کا نہیں... ایزان کا انسان ہوں... اور تمہیں ابھی اس بات کا یقین آ جائے گا"۔

"وہ کیسے؟" آصف ہنسا... انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

نوبا نے اسے بری طرح گھورا... پھر بولا۔

"تم لوگوں کے خون کا رنگ کیا ہے؟"

"سرخ"۔ آصف نے کہا۔

"زمین کے کسی انسان کے خون کا رنگ نیلا تو نہیں ہے"۔

"کیا مطلب... نیلا خون"۔

"ہاں... کیا کسی انسان کے جسم کے اندر یہاں نیلا خون ہے"۔

"میں نے تو آج تک نہیں سنا"۔

"تب پھر یہ لو"۔

"یہ کہ کر اس نے جیب سے چاقو نکالا اور اپنی کلائی پر ایک خراش لگائی... وہ اس وقت سکتے میں آ گئے... جب انہوں نے نیلے رنگ کا خون اندر سے نکلتے دیکھا۔

"تک... کیا... تو کیا... یہ واقعی ایزان کا انسان ہے"۔

"اب... ہم اس کے سوا کیا کر سکتے ہیں"۔

"اور تم میرا بہت وقت ضائع کر چکے... مقابلہ شروع... تم سب مل کر مجھ پر حملہ کرو... یا اکیلے اکیلے کرو... پستول چلاؤ یا توپ چلاؤ... بم مارو' جو چاہے ہتھیار استعمال کرو... نوبا تمہارے سامنے کھڑا نظر آئے گا... اور جب تمہارے سارے ہتھیار بیکار ہو جائیں گے... تب میں

حرکت میں آؤں گا... اور اس وقت تم محسوس کرو گے... آج سے پہلے تم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہی نہیں تھے... کیا سمجھے؟"

"سمجھ گئے... ہم سے مقابلہ کرنے والے پہلے اسی طرح ڈینگیں ہانکتے ہیں... اور پھر موت کی نیند سو جاتے ہیں... لیکن ہمارے لیے ایک الجھن ہے... شدید الجھن"۔ فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" نوبا مسکرایا... جیسے کوئی بوڑھا بچوں کی باتوں پر مسکراتا ہے۔

"ہم جناب کی لاش کا کیا کریں گے... ایک دوسری دنیا کے انسان کی لاش اپنی اس زمین پر کس طرح دفن کریں گے"۔

"اوہ... اوہ"۔ وہ سب کے سب بول اٹھے۔

"یہ واقعی ایک ہولناک سوال ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہولناک کیسے؟" خود فاروق نے پوچھا۔

"ہم نے سن رکھا ہے... جس جگہ سے کسی کی مٹی لی جاتی ہے... یعنی اس کی پیدائش جس جگہ کی مٹی سے ہوتی ہے... وہ اسی جگہ دفن ہوتا ہے"۔

"اوہ اچھا... ہاں واقعی... یہ بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اب اس الجھن کا کیا حل ہے؟"

"میں بتاتا ہوں"۔ نوبا ہنسا۔

"مطلب پھر آپ ہی بتا دیں.... ہم آپ کی لاش کا کیا کریں گے؟"

"میں لاش میں تبدیل ہوں گا ہی نہیں"۔

"اوہو.... آپ ذرا سمجھنے کی کوشش کریں"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"پہلے تو پھر یہ بتا دیں.... میں کیا سمجھنے کی کوشش کروں"۔ نوبا نے پھر ہنس کر کہا۔

"یہ کہ آخر کار ایک دن تو آپ کی موت واقع ہو گی.... چلو ہمارے ہاتھوں نہ سہی.... قدرتی طور پر تو آپ مریں گے یا نہیں"۔

"اس سے کون انکار کر سکتا ہے.... ہمارے ایزان پر بھی لوگ مرتے ہیں.... اور مرنے والوں کو دفن کیا جاتا ہے"۔

"تب پھر.... اس وقت.... آپ کی لاش کا کیا کیا جائے"۔

"میری لاش لہروں میں تبدیل ہو کر میری زمین پر چلی جائے گی.... تم فکر نہ کرو"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اگر ایسا ہو سکتا ہے تو آپ زندہ حالت میں اپنے سیارے پر کیوں نہیں چلے گئے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے جل بھن کر کہا۔

"میری لاش امانتاً" یہاں دفن ہو گی.... آخر کار ایک دن ہمارے سیارے کے لوگ زمین پر حملہ آور ہوں گے.... وہ ایسی اڑن طشتری

بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے.... جو خراب نہیں ہو گی.... ان کے ذریعے وہ آپ کی زمین پر اتریں گے اور میری لاش کو نکال کر لے جائیں گے.... ایسا کب ہوتا ہے.... یہ کچھ پتا نہیں"۔

"خیر اس مسئلے کا کوئی حل تو سامنے آ گیا نا.... یوں ہی سہی"۔ انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

"تب پھر.... اب مقابلہ شروع ہو جانا چاہیے"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... اور اگر آپ خود کو قانون کے حوالے کر دیں تو یہ معاملہ مقابلے کے بغیر بھی حل ہو جائے گا"۔

"ہاہاہا.... میں خود کو آپ کے قانون کے حوالے کر دوں.... کیا آپ کی جیلیں مجھے اپنے اندر رکھ سکیں گی"۔

وہ اس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے.... کیونکہ وہ تو بند کمرے سے دروازے کھولے بغیر نکل جاتا تھا۔

"بس.... ہو گئے لاجواب"۔

"اب اور کیا کریں.... مجبور ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

نوبا زور زور سے ہنسنے لگا.... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے فاروق سے کہا۔

"فاروق بزدل کہیں کے.... یہ کیسی بزدلی ہے.... آگے بڑھ کر مقابلہ نہیں کر سکتے تو پیچھے آ جاؤ.... میں تمہاری جگہ آفتاب کو بھیج دیتا ہوں.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی غصے میں بھری آواز گونج اٹھی۔

فاروق کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔

"یہ آپ نے کیا کہا ابا جان.... میں تو بات چیت کی وجہ سے رک گیا تھا.... لیجیے میں چلا.... ہاں مگر.... مجھے ایک اجازت دیں"۔

"اب اجازت وجازت کا وقت نہیں رہا.... اس سے ٹکرا جاؤ.... چاہے موت کو کیوں نہ گلے لگانا پڑے.... اگر ہم اسے نہ مار سکے.... تو یہ پوری زمین کے لیے مصیبت بن جائے گا.... اور پچاس سال یا سو سال بعد.... ہماری زمین پر صرف ایرانی آباد ہوں گے"۔

"نن نہیں"۔ وہ سب چلائے۔

"بس تو پھر اسے ختم کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید گرجے۔

"اور ہم اسے ختم کریں گے.... میں جو اجازت چاہتا تھا.... اب وہ بھی نہیں مانگوں گا.... لیجیے میں چلا"۔

"ایک منٹ بھئی.... ایک منٹ"۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا مسکرا کر بولے۔

"اب کیا ہے انکل.... آپ نے سنا نہیں.... ابا جان نے کیا کہا؟"

"سنا ہے.... لیکن میں اس اجازت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"۔

فاروق نے فوراً سوالیہ انداز میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا.... جیسے کہہ رہا ہو.... اب کیا کروں.... آپ کا حکم مانوں یا ان کا۔

"چلو بتاؤ.... کیا اجازت چاہتے تھے؟"

"محمود کا چاقو لینے کی اجازت چاہتا تھا.... جب یہ صاحب بم، توپ، پستول غرض ہر قسم کے ہتھیار سے لڑنے کی اجازت دے رہے ہیں.... تو میں ایک چھوٹا سا چاقو بھی لے کر مقابلہ نہیں کر سکتا؟"

"ضرور بھئی.... کیوں نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے۔

"ٹھیک ہے.... تمہیں اجازت ہے"۔

"لاؤ محمود.... اجازت مل گئی.... اب کھڑے منہ کیا تک رہے ہو؟" فاروق نے منہ بنایا۔

محمود مسکرایا.... اور پاؤں کی ایڑی سے چاقو نکال کر اس کی طرف اچھال دیا۔

فاروق نے بٹن دبا کر اس کو کھولا تو اس کا بالکل ننھا سا پھل چمکنے لگا۔

"ہاہاہا.... اتنا ذرا سا چاقو.... جس کا بہت ذکر سننے میں آتا ہے.... اور سنا ہے تم لوگوں کو اس پر بہت ناز بھی ہے.... خیر.... آج اسے آزما لو.... اس چاقو کی بھی کرکری ہو جائے گی"۔

فاروق نے اپنے خاص انداز میں چاقو کو پکڑ لیا.... اور ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"کیا آپ وار روکیں گے انکل ابا"۔ فاروق نے لرزتی آواز میں کہا۔

"یہ کیا.... انکل ابا"۔

"جی بس..... یہ میرے ساتھ عجیب مصیبت ہے..... الفاظ اپنی جگہ بدل جاتے ہیں..... ن اور الف نے اپنی جگہیں بدل ڈالیں..... اور انکل نوبا کا نکل اوبا بن گیا..... آپ برا نہ مانیں"۔

"اچھی بات ہے..... نہیں مانتا میں برا"۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا"۔

"نہیں..... میں وار نہیں روکوں گا..... اگر میں تمہارا وار بھی روکنے لگا تو جانتے ہو..... کیا ہو گا"۔

"مہربانی فرما کر بتا ہی دیں..... تاکہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو سکے"۔

"پھر ہو گا یہ کہ تم سب ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ڈھیر ہو جاؤ گے..... اور اس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

"چلئے پھر جس طرح مزا آئے گا..... اسی طرح کر لیں"۔

اور پھر فاروق نے اس کے سینے پر چاقو کا وار کر ڈالا..... یہ زمین کے انسان کا پہلا وار ایران کے انسان پر ہوا تھا۔

○☆○
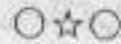
چیخیں

چاقو اس کے جسم پر لگا اور اس کا پھل ٹوٹ گیا..... فاروق نے سرت زدہ انداز میں اس کے دستے کو دیکھا اور اس کو پھینک دیا۔

"اب..... اب کیا کرو گے؟"

"تم سے ٹکراؤں گا"۔ یہ کہہ کر فاروق نے اس کی طرف دوڑ لگا ی..... پھر جونہی اس سے ٹکرایا..... بہت بری طرح اچھلا..... اس کے منہ ے ایک دل دوز چیخ نکل گئی اور وہ دور پڑا نظر آیا..... اس طرح کہ اس ے جسم میں ذرا سی بھی حرکت نظر نہ آئی۔

"چلو محمود"۔ انسپکٹر جمشید غرائے

"اب..... با..... جان..... وہ فاروق"۔ محمود نے کہنا چاہا۔

"اپنی بات کرو..... مقابلے کے لیے بڑھ رہے ہو یا میں آصف کو یجوں"۔ انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"نن نہیں..... نہیں"۔ وہ بولا اور پھر نوبا کی طرف بڑھنے لگا..... ب اس نے فاروق کی طرف دیکھا تک نہ۔

نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔

"کیا میں آپ کے بال پکڑ سکتا ہوں؟"

"شاید تم اس خیال میں ہو کہ اس دنیا کے انسانوں کی طرح میں بھی بالوں کے ذریعے قابو میں آ جاؤں گا.... نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔

"تو پھر اجازت ہے نا"۔ محمود مسکرایا۔

"ہاں بالکل"۔

محمود نے اس کے سر کے بال دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیے .... اور لگا زور لگانے.... توبا نے کوئی تکلیف ظاہر نہ کی.... محمود نے تیسری بار اور زور سے جھٹکا مارا.... اس بار بال اس کے ہاتھوں سے نکل گئے اور وہ لڑھکتا ہوا فاروق سے بھی دور جا کر گرا.... اس کا جسم بھی ساکت ہو گیا۔

"انسپکٹر جمشید.... تمہاری فوج کے دو فوجی زمین چاٹ چکے.... اب کیا خیال ہے؟"

"میری فوج کے ابھی بہت سے فوجی مقابلے کے لیے تیار ہیں.... فرزانہ آگے بڑھو"۔

"یہ زیادتی ہے انکل"۔ آصف نے کہا۔

"نہیں آصف.... تم نہیں جانتے.... یہ لڑائی ہمیں کس طرح لڑنا ہے.... اس وقت فرزانہ ہی جائے گی"۔

"بالکل ٹھیک"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی بہت بہتر"۔ اس نے کہا۔

"شکریہ اباجان.... آپ نے مجھے کسی قابل سمجھا"۔ فرزانہ بولی اور آگے بڑھی.... نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔

"کیا آپ مجھے اپنے جسم پر گدگدی کرنے کی اجازت دیں گے.... میں آپ کے جسم پر چاروں طرف صرف گدگدی کروں گی"۔

"مجھے گدگدی نہیں ہوتی"۔

"آپ مجھے اجازت دیں.... کیا آپ نے یہ اعلان نہیں ہے"۔

"اوہ ہاں.... اچھا کر لیں"۔ اس نے کہا۔

"معاف کیجیے گا مسٹر توبا.... کیا میں اس موقعے پر آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا اس لڑائی کا حال آپ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں"۔

"نہیں.... میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی"۔

"کیا آپ دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے؟"

"ہاں! لیکن تم لوگ ہو کیا.... جن کے لیے میں پہلے سے یہ دیکھوں کہ اس لڑائی کا انجام کیا ہو گا.... صاف ظاہر ہے.... تم سب کے سب میرے لیے موم کا ڈھیر ہو"۔

"اوہ اچھا شکریہ.... میں بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا.... فرزانہ یہ کیا کر رہی ہو.... اس جیسے لوگ بھلا گدگدی سے شکست کھائیں گے"۔

"آپ مجھے اجازت دے چکے ہیں اور مسٹر نوبا بھی"۔ فرزانہ نے
منہ بنایا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے"۔ وہ بول اٹھے۔

فرزانہ اس وقت تک گدگدی شروع کر چکی تھی... لیکن دیکھنے
لے صاف دیکھ رہے تھے کہ نوبا پر اس گدگدی کا کچھ بھی اثر نہیں ہو
رہا تھا... اس طرح گدگدی کرتے ہوئے فرزانہ اس کی کمر کی طرف آ
گئی... وہ اسی طرح پرسکون انداز میں کھڑا رہا۔

"کیا... میں بھی ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹر نوبا"۔ ایسے میں
سپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"ضرور... کیوں نہیں... آج میں آپ لوگوں کی ہر بات مانوں
ا... کیونکہ آج کا دن... آپ کی زندگیوں کا آخری دن ہے"۔

"اوہ... اچھا... بہت خوب... آپ واقعی بہادر دشمن ہیں...
ور ہم لوگ بہادر دشمنوں کو پسند کرتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے
اس کی تعریف کی۔

"آپ اپنی بات کریں... ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں"۔ نوبا نے
منہ بنایا۔

ادھر فرزانہ کی گدگدی جاری تھی... لیکن سب لوگ محسوس کر
رہے تھے کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہی ہے... اس کی گدگدی سے اس
کا کچھ نہیں بگڑ رہا تھا۔

"میں یہ جاننا چاہتا تھا... مم... مگر نہیں... بس... اب میں کچھ
نہیں جاننا چاہتا... بلکہ میں آپ کو اب ایک بہت خاص بات بتانا چاہتا
ہوں"۔

"اور وہ کیا؟"

"جتنا کوئی زیادہ طاقت ور اور بڑا دشمن ہوتا ہے... وہ اتنا ہی
آسانی سے مارا بھی جاتا ہے... مثلاً" اللہ تعالیٰ ہاتھی کو چیونٹی سے مروا
دیتے ہیں... اب دیکھیں... چیونٹی کتنی ذرا سی چیز ہے... اور ہاتھی کتنا
بڑا... ہے کوئی ان کا آپس میں مقابلہ"۔

"یہاں اس تقریر کا کوئی موقع ہے بھلا؟" نوبا نے منہ بنایا۔

"چلیے پھر میں اپنا سوال کرتا ہوں... آپ نے سوریا کو اپنے
جیسا طاقت ور کیوں نہیں بنایا... اس طرح آپ دو ہو جاتے"۔

"پہلی بات تو یہ کہ... میں نہیں چاہتا تھا... کبھی کسی موڑ پر
سوریا مجھے آنکھیں دکھائے... اور دوسری بات یہ کہ یہ ایران کا تو ہے
نہیں... اس زمین کا ہے... اس زمین کے انسان میں ایرانی کے انسان
کی طاقت آ بھی کیسے سکتی ہے... ارے ارے... یہ کیا... یہ تم کیا کر
گئیں"۔

اچانک نوبا چونکا... عین اسوقت اس کے منہ سے ایک دل دوز
چیخ نکل گئی۔

اور پھر تو اس کے منہ سے چیخوں پر چیخیں نکلتی چلی گئیں... اس

کی ان لرزہ خیز چیخوں سے پورا جزیرہ ہلنے لگا... تھرتھراہٹ سی محسوس ہونے لگی... یوں لگا... جیسے جزیرے پر زلزلہ آ گیا ہو... واقعی جزیرہ ہل رہا تھا۔

اور سب لوگ سکتے کے عالم میں تھے... ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے... البتہ انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کے چہروں پر بہت دل کش سی مسکراہٹیں تھیں... یوں جیسے وہ بے پناہ سکون اور اطمینان محسوس کر رہے ہوں۔

اچانک انہوں نے نوہا کو کٹے ہوئے تنے کی طرح گرتے دیکھا... اور پھر وہ ساکت ہو گیا... اس کی کھلی آنکھیں گویا ان سے پوچھ رہی تھیں۔

"یہ کیا ہوا... یہ کیسے ہوا... میں جو اتنا طاقت ور تھا... میں کیسے مارا گیا... ابھی تو میں نے اپنی کوئی طاقت بھی استعمال نہیں کی تھی... میں تو ہپناٹزم کا ماہر تھا... نظروں کے سامنے سے غائب ہو سکتا تھا... لہروں میں تبدیل ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا تھا... میرے جسم میں اس قدر طاقت تھی کہ پوری فوج میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی... پھر یہ کیسے ہو گیا... میں کس طرح مارا گیا... کوئی مجھے بتائے... اس لڑکی نے کیا کیا ہے... اس ننھی سی لڑکی نے... ایک چیونٹی نے... ہاتھی کو کیسے گرا لیا"۔

اس وقت ان سب نے دیکھا... فرزانہ کے ہاتھ میں وہ چاقو

تھا... جس سے نوہا نے اپنی کلائی پر خراش لگائی تھی... اور یہی وہ خیال تھا... جو فرزانہ کو آیا تھا... اس نے گدگدی کے بہانے اس کا چاقو نکال لیا تھا... اس نے سوچا تھا... جس چاقو سے اس کے جسم پر خراش آ سکتی ہے... اس چاقو سے کیوں نہ اس پر وار کیا جائے... کیونکہ وہ چاقو بھی تو اس زمین کا نہیں تھا... ایزان کا تھا... ایزان کا بنا ہوا چاقو تو اس پر اثر انداز ہو سکتا تھا... اور اسی لیے انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو آگے بڑھنے کے لیے کہا تھا... وہ اس کی آنکھوں میں چمک دیکھ کر جان گئے تھے کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے... اور اسی لیے انسپکٹر جمشید نے نوہا کو باتوں میں لگایا تھا... کہ کہیں وہ وقت سے پہلے ہوشیار نہ ہو جائے... اور نوہا سے بڑی بھاری غلطی یہ ہوئی تھی کہ اس نے یہ لڑائی پہلے ہی نہیں دیکھ لی تھی... اس نے خود کو اس قدر طاقت ور خیال کر لیا کہ اس کی اس نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔

اور نوہا کی لاش ان سب کو... بلکہ پوری دنیا کو ایک پیغام دے رہی تھی... کہ کوئی کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو جائے... اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں... سب سے زیادہ طاقت ور ہیں... وہ چیونٹی کے ہاتھوں ہاتھی کو مروا سکتے ہیں... اور نوہا کی لاش پکار پکار کر کہہ رہی تھی... قانون فطرت بدلا نہیں کرتے... کائنات کا نظام اسی طرح چلے گا... جس طرح اللہ چاہیں گے... لوگوں کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا... زمین پر فساد مچانے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے... وہ خود

نحوست جائیں گے۔ برائی کبھی نہیں پنپ سکے گی۔

اور پھر انہوں نے اس جزیرے کے درمیان میں ایک گہرا گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ ان کی زمین پر دوسری زمین کے انسان کی یہ شاید پہلی اور آخری قبر تھی۔ اس لاش کو نکالنے کے لیے نہ جانے کب اڑن طشتری آئے گی۔ اور لاش کو نکال کر اپنے ساتھ لے جائے گی۔ نہ جانے اس وقت تک یہ لوگ زندہ ہوں گے یا مر چکے ہوں گے۔ اور اس وقت دنیا کی کیا حالت ہو گی۔ دنیا کی ترقی اس وقت کیا ہو گی۔ اور اس وقت اترنے والی اڑن طشتریں کے ساتھ کیا ہو گا۔ یا اڑن طشتری والے ان کے ساتھ کیا کریں گے۔

○☆○